پُرمغز، نایاب کتابچہ، پسند فرمودہ محقق العصر مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمہ اللہ

اصولِ توارث

(فہمِ قرآن وسنت کے اصول وقوانین)

تالیف

مفتی ریاستِ ٹونک علامہ محمود حسن خاں ٹونکی حنفی رحمہ اللہ

(1276ھ - 1366ھ = 1860ء - 1947ء)

بمع

التعامل

تالیف

شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ

(1281ھ-1361ھ = 1864ء-1942ء)

تسہیل، ترتیب وتخریج

مولانا جوّاد الٰہی

مُدرِّس: مَدرسہ اِحیاءُ العُلوم وجامعہ دارُالتقویٰ چوبُرجی لاہور

(کمیاب وپُر مغز کتاب، پسند فرمودہ محقق العصر ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمہ اللہ)

اصولِ توارث

(فہمِ قرآن وسنت کے اصول وقوانین)

تالیف

مفتی ریاستِ ٹونک علامہ محمود حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ

[۱۲۷۶-۱۳۶۶ھ = ۱۸۶۰-۱۹۴۷ء]

مع کتابچہ

التعامل

تالیف

شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ

[۱۲۸۱-۱۳۶۱ھ = ۱۸۶۴-۱۹۴۲ء]

تسہیل، ترتیب وتخریج

جواد الٰہی

مدرس مدرسہ احیاء العلوم وجامعہ دار التقوی چوبرجی، لاہور

(جملہ حقوق باضابطہ محفوظ ہیں)

نام کتاب: اصول توارث مع کتابچہ التعامل

تالیف: علامہ محمود حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ / مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ

تسہیل، ترتیب و تخریج: مولانا جواد الٰہی تلمیذ رشید، محقق العصر ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی صاحب رح

۰۳۰۸۰۰۷۷۹۵۹

بار: اول

سن اشاعت: ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۴ء

ٹائٹل و کمپوزنگ: زیڈ۔ آر (Z.R) ڈیزائنرز

ملنے کا پتہ

مدرسہ احیاء العلوم گلشن راوی، لاہور

جامعۃ السنۃ مرغزار کالونی میر الٰہی مارکیٹ، کینٹ لاہور

انتساب بنام

استاد محترم، محقق العصر، مربی و مشفق، رجال ساز، نقاد، سوانح نگار، ادیب، مصنف، زمانہ شناس، مخدوم المحققین، سابق رئیس شعبہ تخصص فی علوم الحدیث (بنوری ٹاؤن، کراچی)، ڈاکٹر و مولانا

محمد عبدالحلیم چشتی نور اللہ مرقدہ

فہرست مضامین

دیباچہ ۱۱
رسالہ اصولِ توارث.... مختصر تعارف واہمیت ۱۲
علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ۔۔۔ عبقری شخصیت ۱۸
نام ونسب ۲۷
پیدائش ۲۷
تعلیم وتربیت ۲۸
سفر بیت اللہ ۳۰
قیام حید آباد ۳۱
وفات ۳۳
حلیہ مبارک ۳۳
اوصافِ حمیدہ ۳۴
علوم وفنون میں مہارت ۳۵
تالیفات ۳۷
صاحبِ معجم المصنفین علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور شیخ الحدیث ندوۃ العلماء مفتی حیدر حسن خاں ٹونکیؒ ۴۵
مقدمۃ الکتاب ۵۱
(اختلافِ مذاہب کی اصولی اقسام) ۵۱
اول: تقلیدی مذاہب ۵۱
ثانی: تحقیقی مذاہب ۵۲

۱۔ توحیدِ ابراہیمی ۵۲
۲۔ مجوسی فرقہ ۵٤
۳۔ سوفسطائیہ اور لاادریہ ۵٤
۴۔ مادیت پرستی (Materialism) ۵۵
۵۔ عقیدہ تناسخ (Reincarnation) ۵٦
٦۔ مغربی فلاسفہ۔۔ نظریہ ارتقاء (Darwiniism) ۵٦
ثالث: تعلیم و تقلیدِ انبیاء علیہم السلام ۵۷
(سماوی ادیان کے مشترکہ بنیادی عقائد) ۵۷
(حکمائے نبوت و حکمائے عقول) ۵۸
(حکمائے عقول کا بطلان) ۵۸
(علومِ نبوت) ٦۰
(حقیقتِ نبوت) ٦۱
مسئلہ توارث اور قرآن حکیم ٦٦
(اتباع انبیاء علیہم السلام) ٦٦
(اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) ٦٦
باب اول: اسلامی تعلیم..... منقول و محفوظ ۷۰
(علومِ نقلیہ) ۷۰
(تعلیم بالقول) ۷۱
(تعلیم بالفعل) ۷۱
(تعلیم بالتقریر) ۷۲
(عہدِ نبوت اور توارث) ۷۲
(توارثِ علوم و معانی) ۷۳

(درسگاہِ نبوت کے اولین طلبہ کرام) ٧٥
(افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ٧٦
(درسگاہِ نبوت کے اولین اساتذہ عظام) ٧٨
(تفقہ صحابہ کرام اور توارث) ٧٩
(تکمیلِ توارث اور سندِ فراغت) ٨١
(عہدِ صحابہ وتابعینؒ اور توارث) ٨٢
(فتاوی صحابہ کرام اور مرسل روایات) ٨٤
(قرنِ اول اور تعلیمِ توارث) ٨٧
باب دوم: تصانیف طبقہ ممدوحہ ٩٢
(قرآن اور توارث) ٩٢
(سنت اور توارث) ٩٣
(کتبِ احادیث، کتب اسماء رجال اور توارث) ٩٥
توارثِ کتب کی صورتیں ٩٥
(معتبر کتبِ توارث) ٩٥
(پہلی صورت) ٩٦
(دوسری صورت) ٩٦
(توارث اور سندِ اعتبار) ٩٦
علم اَسماء رجال المصنفین ٩٦
(علوم آلیہ اور توارث) ٩٧
تصانیف طبقۂ رابعہ (قرن ثانی وثالث اور توارث) ٩٨
(اختلاف کے اسباب) ١٠٠
(حفاظتِ عقائد اور توارث) ١٠١

(باطل فرقوں کی بنیاد) ۱۰۲

(علم کلام اور توارث) ۱۰۳

عقائدِ اہل سنت کا معیار ۱۰۷

(تفسیر اہل سنت) ۱۰۷

(تفسیر بالمرویات) ۱۰۷

(تفسیر متکلمین) ۱۰۸

(تفسیر صوفیہ) ۱۰۹

(تفسیر اور توارث) ۱۱۰

(نصوص اور صوفیانہ تفسیر و معانی) ۱۱۲

(عقائد اور الحادی و زندیقی مفاہیم) ۱۱۲

(احکام شریعت اور الحادی مفاہیم) ۱۱۴

باب سوم: (اہل سنت اور دیگر نوپید فرقے) ۱۱۶

(اہل سنت اور قرآنی و حدیثی مفاہیم) ۱۱۶

(باطل فرقے اور قرآنی و حدیثی معانی و مفاہیم) ۱۱۸

التقریر (قرآن و سنت اور مرادی یا لغوی معانی و مفاہیم) ۱۲۰

(تفسیر متوارثہ کی صورتیں) ۱۲۴

(۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن) ١٢٤

(۲۔ تفسیر القرآن بالحدیث المرفوع) ١٢٤

(۳۔ تفسیر صحابہ و تابعین) ١٢٤

(باب اعمال) ۱۲۵

(مثال: مسئلہ فاتحہ خلف الامام) ١٢٥

(باب احکام) ۱۲۶

(مثال: مساوات مرد وزن) ۱۲۶
(باب العقائد) ۱۲۷
(ایمانیات اور مختلف فرقے) ۱۲۹
(نظریہ وحدتِ ادیان اور معانی کتاب وسنت) ۱۲۹
(وحدتِ ادیان کے قائلین) ۱۲۹
(معنی ایمان اور توارث) ۱۳۱
(اہل سنت اور نسخِ ادیان) ۱۳۲
(اہل سنت اور معانی آیات واحادیث) ۱۴۳
(تیسری مثال: معتزلہ اور معنی غیب) ۱۴۴
(چوتھی مثال: عرش وپانی ازلی ہیں یا حادث؟) ۱۴۵
(پانچویں مثال: عرش مجسم ہے یا نہیں؟) ۱۴۷
(چھٹی مثال: مسئلہ قضاو قدر۔۔۔ معتزلہ واہل سنت) ۱۴۹
(ساتویں مثال: مسئلہ رویت باری تعالی۔۔۔ معتزلہ واہل سنت) ۱۵۰
(آٹھویں مثال: مسئلہ ایمان واعمال) ۱۵۱
(نویں مثال: ایمان وگناہ کبیرہ) ۱۵۴
(دسویں مثال: ایمان وکبیرہ گناہ) ۱۵۵
(گیارہویں مثال: افعالِ شر اور انسان) ۱۵۶
(بارہویں مثال: مفہوم عبادت وریاضت) ۱۵۶
(تیرہویں مثال: مسئلہ وحدۃ الوجود۔۔۔ بعض صوفیاء اور اہل سنت) ۱۵۹
(چوہودیں مثال: مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام) ۱۶۱
(پندرہویں مثال: فلاح ونجات اور تزکیہ نفس) ۱۶۲
باب الاعمال والاحکام (اعمال واحکام اور توارث) ۱۶۴

باب اخبار (قرآنی حکایات اور توارث) ۱۶۹

(ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور معجزات) ۱۶۹

(حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پرندوں کا احیاء) ۱۷۱

(گناہگاروں کی شفاعت) ۱۷۲

خاتمۃ البحث ۱۷۴

باب چہارم: (قرآنی حکایات اور توارث) ۱۷۸

(دہری مذاہب) ۱۷۸

(دہریتِ متناسخہ) ۱۷۸

(حکمائے طبعیین) ۱۷۸

(ملت اسلامیہ) ۱۷۹

(مسلک سلف صالحین) ۱۷۹

(مسلک طبقہ مذمومہ یعنی معتزلہ و مجسمہ وغیرہ) ۱۷۹

(مسلک اہل سنت) ۱۸۰

بیانہ (غیبی امور اور مختلف فرقے) ۱۸۲

(غیبی امور کا ضابطہ) ۱۸۶

بیانہ ایضًا (تفرقہ بازی کی بنیاد) ۱۸۹

(ظاہری معانی و مفاہیم اور مختلف فرقے) ۱۸۹

(۱)(صفاتِ باری تعالیٰ) ۱۸۹

(۲)(وجودِ قیامت) ۱۹۰

(۳)(ختم نبوت) ۱۹۲

(۴)(وجود ذاتِ باری تعالیٰ) ۱۹۳

(۵)(مانعینِ نسخ) ۱۹۳

(نو پید فرقوں کے مغالطے) ۱۹۵
بیانہ (کلام کے لفظی معانی یا مرادی مفاہیم۔۔۔؟؟) ۱۹۷
(وارثینِ کتاب اللہ اور متوارث مفاہیم) ۲۰۲
(صحابہ کرام اور متوارث مفاہیم کی اتباع) ۲۰۴
(مفاہیم متوارثہ۔۔۔معیارِ ہدایت) ۲۱۰
مسائل متوارثہ ۲۱۲
(۴)مسئلہ عصمتِ نبوت: ۲۱۳
(۵)مسئلہ عصمتِ مفاہیم صحابہ: ۲۱۴
(۶)مسئلہ ختمِ نبوت: ۲۱۵
(۷)مسئلہ سابقہ شریعتوں کا شریعت محمدی سے منسوخ ہونا: ۲۱۵
(۸)مسئلہ شریعتِ محمدیہ کا دوام: ۲۱۶
(۹)مسئلہ آثارِ قیامت: ۲۱۶
مآخذ بحثِ توارث اور تفسیری اغلاط ۲۱۸
فہارس ۲۲۳
ضمیمہ رسالہ "التعامل" ۲۳۷

.... **** ....

دیباچہ

ہر زمانہ میں جدت اور جدیدیت کے عنوان سے دین کی اصل تعلیمات کو جڑ سے اکھیڑنے یا ان میں ردوبدل کی کوشش کی جاتی ہے، نصوص کی تفہیم کے نئے نئے طریقے، افکار اور معانی بتلائے اور سمجھائے جاتے ہیں، اسلاف سے منقول شدہ تشریحات وتوضیحات نظر انداز کرکے مختلف اغراض وخواہشات کے پیشِ نظر نِت نئے عقائد، افکار وتخیلات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور انہیں جدید تحقیقات وانکشافات کے عنوان سے عوام وخاص میں نشر کردیا جاتا ہے۔ اس کی پاداش میں علماء محققین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کو نہ صرف دین خالص سے وابستہ رکھیں، اسلاف کے بیان کردہ معتبر مفاہیم ومعانی سے آگاہ کریں بلکہ انہیں باطل فرقوں سے بچنے کا گُر بھی بتلائیں۔ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ نے اس رسالہ میں اپنی اسی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا ہے۔

رسالہ اصولِ توارث .... مختصر تعارف و اہمیت

رسالہ ہذا کی اہمیت کے پیشِ نظر مختلف اہل قلم نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کا مختصر تعارف خود علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ نے کروایا ہے ذیل میں انہی اہل علم کی آراء ہدیہ ناظرین ہیں:

”خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تقلیدی اور آبائی مذہب سے قطع نظر، دنیا میں ایک گروہ استدلالی موحدین کا ہے جو صرف عالم شہادت پر حصر کرنا چاہتے ہیں، اور توحید باری تعالیٰ کے سوا **غیب** اور **امور غیب** کے عالم ہی سے منکر ہیں۔ ان کے عقائد اور دلائل کی کمزوری اسلامی متکلمین نے ثابت کی ہے، اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہمیں اس رسالے میں مذکورہ بالا گروہ سے بحث کرنی نہیں ہے۔“

دوسرا گروہ اہل تاویل کا وہ ہے جو نبوت کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قرون ممدوحہ کے بعد سے ان لوگوں نے فلسفے کی تقلید اخبار غیب کو فلسفے سے مخلوط کیا، اور آیات کتاب اللہ کی اپنی عقل ورائے سے تفسیر کی۔ یہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں اور علمائے سنت نے ان گروہوں کے جواب میں قرون ممدوحہ سے توارث کا جو محکم اصول پیش کیا ہے اس رسالے میں اسی اصول کی صراحت کرنی مقصود ہے۔ تا کہ صحت عقائد کا معیار بالکل روشن اور واضح ہو جائے۔[1]

(۱)۔ اصول توارث (ص ۱۵)۔

مورخ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کی اہمیت یوں ذکر کی ہے:

ان کی دوسری تصنیف اصولِ توارث ہے جو بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق ہے اور ایک بڑے اہم مسئلہ یعنی توارث و تعامل کا عقائد و احکام کے ثبوت میں کیا درجہ ہے پر لکھی گئی ہے۔(۱)

حکیم سید محمد احمد صاحب فرماتے ہیں:

اصول توارث اردو اپنے موضوع پر علمی تصنیف ہے اس میں عقائد اعمال کے توارث سے بحث کی گئی ہے جو نسلا بعد نسل چلا آرہا ہے جس کے لئے نہ کسی روایت کی ضرورت ہے نہ درایت کی سن ۱۳۴۵ھ میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔ ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے غالبا ایک بار اور طبع ہوا پیش لفظ مولانا قدوس ہاشمی کا ہے۔(۲)

اور مولانا عبدالسلام ندویؒ نے اس کا تذکرہ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے حالات میں یوں کیا ہے:

ان (علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ) کا ایک پر مغز رسالہ اصولِ توارث بھی ہے۔ جس میں تعامل کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔(۳)

یہ ایک صدی پہلے کا رسالہ ہے اسے ۱۳۴۵ھ میں اعظم اسٹیم پریس نے حیدر آباد دکن سے شائع کیا تھا۔ راقم نے اس رسالہ کا تذکرہ دورانِ درس حضرت الاستاد محقق العصر ڈاکٹر مولانا محمد عبدالحلیم چشتی صاحب نور اللہ مرقدہ سے سنا تھا۔ پھر آپؒ کی زیرِ نگرانی علمی امور انجام دیتے ہوئے اس رسالہ کی عکسی کاپی

(۱)۔ پرانے چراغ (۱/۱۷۵)۔

(۲)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۶۲)۔

(۳)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۲)۔

دیکھی تو استاد جی چشتی صاحبؒ سے اس کی فوٹو کاپی نکلوانے کی درخواست کر دی۔ استاد جیؒ نے شفقت فرمائی اور اجازت دے دی۔ پھر دیگر مصروفیات کی وجہ سے یہ فوٹو کاپی کافی عرصہ تک طاقِ نسیان میں رہی۔

کچھ عرصہ قبل ایک مجلس میں اس کا تذکرہ ہوا تو مطالعہ کی غرض سے اسے دوبارہ نکال لیا لیکن تب بھی بعض مصروفیات حائل ہو گئیں اور مطالعہ کا موقع نہ بن سکا۔ بالآخر رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۴ء سے دو دن قبل یہ رسالہ ہاتھ لگا تو اسے بالاستیعاب دو مرتبہ پڑھا۔ پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ یہ رسالہ چونکہ ناپید و کمیاب ہے، مولف نے اسے بڑی محنت اور دل جمعی سے مرتب کیا ہے، اس میں موجودہ زمانہ کے کئی سوالات و اشکالات کے جواب ہیں اور بہت سی الجھی ہوئی گتھیوں کو نہایت شستگی، متانت اور ٹھوس عقلی و نقلی دلائل سے حل کیا گیا ہے تو اسے افادہ عام کے لئے تسہیل و تخریج کے ساتھ شائع کر دینا چاہیے۔

تاہم یہ بھی ملحوظ تھا کہ موجودہ دور گذشتہ دور سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ ہمارے زمانہ میں تہذیب و تمدن کی اقدار بدل چکی ہیں، معاشرہ میں فکری تنزلی عروج پر ہے، روحانیت کا جنازہ نکل چکا ہے، نوجوان طبقہ دینی اقدار سے دور اور برگشتہ ہوتا جا رہا ہے۔ دین و مذہب سے واقفیت تو دور اس عظیم نعمت سے بد ظن و بیزار نظر آتا ہے۔ اور دوسری جانب فتنہ پرور شکاری، فکری راہ زن، فریبی اور ملع ساز لُٹیرے جال بچھائے شکار کے منتظر ہیں یہ راہ زن ویسے تو اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پے ہیں، ان کا طریقہ واردات بھی انہیں کی طرح قدیم ہے لیکن دورِ ترقی کی وجہ سے ان کا یہ جال (سوشل میڈیا) نہایت دلکش، دلفریب، جاذب نظر اور خوش نما معلوم ہوتا ہے اس لئے اکثر اوقات انہیں کسی حد تک کامیابی ملتی جا رہی ہے اور معاشرہ «يصبح مومنا و يمسى كافرا» کی دھندلی سی تصویر پیش

کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

اس تناظر میں یہ گوہرِ نایاب اگرچہ قدیم ہے اوراس کی تعبیرات، جملے، اسلوبِ نگارش اور الفاظ جدید ترقی یافتہ اردو سے نامانوس ہیں لیکن اس کے معانی و مفاہیم میں پختگی، متانت، صلابت اور سوز و گداز اس قدر ہے کہ یہ موجودہ دور کے جدید فتنوں کی بیخ کنی کے لئے نہ صرف مفید ہے بلکہ اہل اسلام کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے والے زہر کا تریاق بھی ہے۔

اس لئے افادیت کے پیشِ نظر اسے ترتیب، تسہیل اور تخریج کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوفؒ کا قلم تکنیکی ترتیب و تنظیم کی بجائے افادیت کا خوگر ہے اس لئے اس میں بعض مضامین کا تکرار ہے اور ضمناً بہت سی مثالیں و عمدہ نکات جمع ہو گئے ہیں۔ البتہ تسہیل میں حتی الامکان یہ کوشش رہی کہ مؤلف کے مانوس الفاظ یا جملوں کی تقدیم و تاخیر سے اگر معنی و مفہوم واضح ہو جاتا ہے تو اسی پر اکتفاء جائے ورنہ غیر مانوس و مشکل الفاظ کے معانی اور اہم عناوین بریکٹ میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر مولانا احمد رضا صاحب مدظلہ العالی مدیر الرقیم (ترکی) کا از حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مضمون کی مناسبت سے (شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کا مختصر رسالہ "التعامل" مہیا کیا تاکہ اسے بطور ضمیمہ رسالہ "اصولِ توارث" کے ساتھ شائع کیا جاسکے۔

رسالہ "التعامل" عربی زبان میں ہے اسے محقق العصر مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے اپنی پرُمغز تالیف «ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ» کے حاشیہ میں عنوان «بحث العمل المتوارث و کونہ حجۃ» کے تحت نقل کیا

ہے [۱]۔ پھر استاد محترم محمد عبد الحلیم چشتیؒ کے بھائی مولانا محمد عبد العلیم ندویؒ نے اسے ترجمہ کے ساتھ علیحدہ سے سن ۱۴۱۴ھ میں الرحیم اکیڈمی، کراچی سے شائع کروایا۔ یہ ۴۰ صفحات کا مختصر مگر مفید رسالہ ہے چونکہ یہ رسالہ بھی تقریبا کتب خانوں سے مفقود ہے اس لئے افادیت کے پیشِ نظر اسے بطور ضمیمہ "اصولِ توارث" کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

البتہ اس حوالہ سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ "التعامل" ویسے تو مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کی طرف منسوب ہے اور اس نسبت کے معتبر ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ مولانا عبد الرشید نعمانیؒ جیسے محتاط محقق نے اسے مولانا موصوفؒ کی طرف منسوب کیا ہے تاہم "التعامل" نامی رسالہ کا تذکرہ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے بڑے بھائی علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی تالیفات میں بھی آتا ہے۔ سید محمد احمد ٹونکی کے مطابق یہ رسالہ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ نے رمضان میں اعتکاف کے دوران ترتیب دیا تھا اور اس میں تعامل کی شرعی حیثیت کو بیان کیا گیا ہے۔ [۲]

اور دوسری جانب کسی تذکرہ نگار نے مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کی تالیفات میں "التعامل" نامی رسالہ کا ذکر تک نہیں کیا اکثر نے تو مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کے چند رسائل کا تذکرہ کیا ہے جبکہ مولانا عامر صدیق ٹونکی نے مولانا موصوفؒ کے ۲۳ رسائل کا تذکرہ کیا ہے اور اکثر کے نام ذکر کئے ہیں [۳] لیکن ان میں بھی اس رسالہ (التعامل) کا ذکر نہیں ہے۔ الغرض یہ رسالہ (التعامل) جس کی طرف بھی منسوب ہو چونکہ اس کا مضمون نہایت پُرمغز ہے اور یہ متانت،

---

(۱)۔ ملاحظہ ہو: ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (ص ۶۷)۔

(۲)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۶۸)۔

(۳)۔ حیاۃ العلامۃ المحدث حیدر حسن خاں ٹونکی از محمد عامر صدیق ٹونکی (ص ۱۳۶)۔

جامعیت اور افادیت کا حامل ہے اس لئے اسے زیورِ طبع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی اسے نفع بخش بنائے اور یہ راقم کی نجات کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

جواد الہی

مدرس مدرسہ احیاء العلوم و جامعہ دار التقوی، لاہور

.... **** ....

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ۔۔۔۔ عبقری شخصیت

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ پٹھان تھے۔ آپؒ کا تعلق پشتون قوم کے معروف قبیلہ یوسف زئی سے تھا۔ موصوفؒ کے آباء و اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے یاغستان آبسے تھے۔ یاغستان ان دنوں افغانستان کے صوبہ کنٹر سے سوات، دیر، کوہستان، ہزارہ، چمر کند تک کے علاقہ جات پر مشتمل تھا۔ یہ علاقہ برطانوی راج کے مخالف مجاہدین کے زیرِ تسلط رہا ہے۔ یہ خانوادہ یاغستان کے ایک کوہستانی قصبہ «دیبہ شان» میں آباد ہوا۔ علامہ محمود حسن خاں صاحب کے پر دادا مولانا اکبر حسین خاں صاحبؒ جو بہت بڑے فقیہ اور پرہیز گار عالمِ دین تھے اس ہی خاندان کے سر خیل اور روحِ رواں تھے۔[۱]

والی نجیب آباد نواب نجیب الدولہ (متوفی ۱۱۸۴ھ) مولانا اکبر حسین خاں صاحبؒ کے معتقد تھے اس لئے انہوں نے مولانا اکبر حسین خاں صاحبؒ کو درس و تدریس کے لئے نجیب آباد (ضلع بجنور) بلالیا۔ نواب صاحب خود بھی مولانا سے مستفید ہوتے رہے اور ان کی علمی خدمات سے نجیب آباد بھی معمور رہا۔

مولانا اکبر حسین خاںؒ کے صاحبزادے مولانا غلام حسین خاںؒ ہیں۔ یہ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے دادا تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، والد کے جانشیں ہوئے اور تعلیم و تعلم کے فرائض انجام دینے لگے۔ غلام قادر روہیلہ (متوفیٰ ۱۷۸۹ء) کا بھائی اور نواب نجیب الدولہ کا پوتا معین الدین عرف بھمبو خاں مولانا غلام حسین خاں صاحبؒ کا شاگرد تھا یہ ان کا

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۵۸)۔

خوب قدر دان بھی تھا لیکن پھر یہ خانوادہ ریاستِ ٹونک منتقل ہو گیا۔

تاہم نجیب آباد سے ٹونک کیونکر منتقل ہوئے اس میں کیا کیا بنیادی اسباب و عوامل کار فرما تھے؟ تذکرہ نگاروں نے اس کی مختلف وجوہات ذکر کی ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ روہیلوں کے اقتدار کے خاتمہ کی وجہ سے نجیب آباد کا ماحول ساز گار نہ تھا اس لئے یہ حضرات ریاستِ ٹونک(۱) میں منتقل ہو گئے۔(۱) جبکہ بعض کا کہنا ہے

---

(۱)۔ ٹونک دراصل ایک مسلم ریاست تھی۔ اسے نواب امیر الدولہ امیر خاں نے ۱۸۱۷ء میں آباد کیا تھا۔ آزادی کے بعد ریاستِ ٹونک بھی دوسری ریاستوں کی طرح ہندوستان میں شامل ہوگئی اور یہ کل بائیس ریاستوں کی اس یونین میں شامل ہے جسے «راجستان» کہا جاتا ہے۔ بانی ریاست نواب امیر الدولہ امیر خاں (متوفی ۱۸۳۴ء) وہی ہیں جنہوں نے ابتداء میں انگریز کے خلاف جہاد میں سید احمد شہیدؒ کا ساتھ دیا تھا۔ نواب صاحبؒ نے جب ریاست قائم کی تو سید احمد شہیدؒ ان کی فوج میں شامل ہو گئے تھے لیکن جب انہوں نے انگریز سے معاہدہ کر لیا تو سید صاحبؒ اور ان کی راہیں جدا ہو گئیں منقول ہے:

> حضرت سید احمد شہیدؒ غالباً سن ۱۸۱۰ء میں میر خاں کی فوج میں سپاہی کی طرح شامل رہے لیکن انگریزوں سے معاہدہ سے ناراض ہو کر دہلی چلے گئے اور سن ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔

بعد میں اس کی تلافی نواب صاحب کے فرزند وزیر الدولہ نے کی۔ ہوا یوں کہ صاحبزادہ نواب وزیر خاں (متوفی ۱۸۶۴ء) جو ان کے بعد تخت نشین ہوا وہ سید احمد شہیدؒ کا مرید تھا اور سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد اس نے ان کے اہل خانہ کی کفالت کا ذمہ لیا اور انہیں ٹونک بلوا کر آباد کیا۔ چنانچہ منقول ہے:

> نواب وزیر الدولہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید تھے انہوں نے بالاکوٹ میں سید صاحب کی شہادت کے بعد ان کے اہل خاندان اور مریدین و متوسلین کو ٹونک میں آباد کیا۔ اس سے پہلے حادثہ بالاکوٹ سن ۱۸۳۱ء کے بعد مولانا سید احمد شہید بریلویؒ کے خاندان اور رفقاء کو بلا کر ٹونک میں بسا چکے تھے حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے اہل خانہ و رفقاء جس محلے میں آکر بسے تھے وہ آج تک «محلہ قافلہ» کہلاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: حدیقہ راجستان ٹونک۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء۔ تاریخ ٹونک اور اردو شاعری از

کہ ریاستِ ٹونک کے والی نواب امیر الدولہ امیر خاں کی چاہت و درخواست پر انہیں ٹونک بلایا گیا تھا۔ نواب امیر خاں گو خود صاحبِ علم نہ تھے لیکن وہ اہل علم کے دلدادہ و قدردان تھے۔ یہ « دلیر بخت » کا زمانہ تھا « دلیر بخت » مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ کا خطاب ہے۔ موصوفؒ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے والد بزرگوار ہیں۔ آپؒ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور علم و فضل کے علاوہ غیر معمولی انتظامی صلاحیت کے مالک تھے۔

نواب امیر الدولہ امیر خاں بانی ریاستِ ٹونک (متوفی ۱۸۳۴ء) صوبہ خیبر پختونخواہ کے علاقہ بونیر کے باسی تھے۔ یہ علاقہ اس زمانہ میں یاغستان میں واقع تھا اور مفتی احمد حسن خاں عرف « دلیر بخت » بھی یاغستانی تھے (جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا) پھر یہ دونوں پشتون تھے تو ان دونوں کی یہ رفاقت قرینِ قیاس واقع ہوئی تھی لہذا نواب امیر خاں نے اس خانوادہ کو ٹونک بلالیا۔ مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ کی شادی بھی ٹونک منتقل ہونے کے بعد ہوئی۔ نواب امیر الدولہ امیر خاں کو ریاست سپرد ہونے اور اس علمی خانوادہ کو ریاست ٹونک منتقل کرنے کی مختصر روداد یوں ہے:

> "صوبہ سرحد کا علاقہ بنیر سے آئے ہوئے خاندان کے سردار امیر خاں تھے جنہوں نے ہلکر سے مل کر "راجپوتانہ" اور "مالوہ" کے اکثر علاقوں پر قابو پالیا سن ۱۸۰۶ء میں ہلکر نے ٹونک اور دوسرے علاقے میر خاں کے حوالے کر دئے ۱۹ دسمبر سن ۱۸۱۷ء کو انگریز اور میر خاں کے درمیاں باقاعدہ معاہدہ کے تحت ایک چھوٹی سی نئی ریاست ٹونک راج

شیخ مختار احمد۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ۶/۹۷۱)

(۱)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۰)۔

کے نام سے وجود میں آئی اس ریاست کے چھے پرگنے منتشر طور سے تھے۔ دار الریاست ٹونک دریائے باناس کے کنارے "چے پور" سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ معاہدہ کے بعد جب ریاست باقاعدہ وجود میں آگئی اور نواب امیر الدولہ امیر الملک نواب امیر خاں والی ٹونک ہوگئے تو انہیں فکر دامن گیر ہوئی کہ ٹونک میں ہر فن کے اہل کمال لاکر بسائے جائیں تاکہ دار الریاست کی رونق بڑھے اور علم وادب کا چرچہ ہوسکے قدرت نے نواب امیر خاں کو خاصی طویل مدت اس مقصد کی تکمیل کے لئے عطا کردی اور وہ سن ۱۸۷۴ء تک یعنی معاہدہ کے سترہ سال زندہ رہے........ امیر خاں اگرچہ خود صاحب علم آدمی نہ تھے لیکن اہل علم کی قدر کرتے اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ میں دہلی، رامپور، لکھنؤ، مراد آباد وغیرہ سے اہل کمال کو بلا کر ٹونک میں بسایا عمارتیں بنوائیں محلے آباد کئے اچھے اچھے علماء، صلحاء، اطباء، شعراء، خطباء سب ہی کو اپنے گرد جمع کرلیا ان ہی اہل کمال میں مولانا احمد حسن خاں ذکائی دلیر بخت بھی تھے جنہیں بلاکر محلہ امیر گنج ٹونک میں مولوی محمد مفتی کے مکانات کے قریب رہنے کے لئے جگہ دی اور مال گذاری کا دفتر ان کے سپرد کیا[۱]۔"

اس روداد سے اس خانوادہ کی علمی شان وشوکت خوب عیاں ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہ یہ خاندان ابتداء ہی سے علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے جو قدیم زمانہ سے تقسیمِ ہند تک علم وفضل ہی کی طرف منسوب رہا چنانچہ مورخ ٹونک محمد اعجاز خاں فرماتے ہیں:

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۶۰)۔

"آپ کا خاندان مولویوں کا خاندان کہلاتا تھا جس کا ہر فرد عالم ہوتا تھا یہاں تک کہ مستورات بھی عالم ہوتی تھیں مگر تقسیمِ ہندوستان کے وقت اس خاندان کے نوجوان طبقہ نے ہجرت اختیار کی اور ضعیف طبقہ کو یہ دن دیکھنے کو ہی نہ ملا اور یکے بعد دیگرے اس خاندان کے سبھی علماء نے انتقال فرمایا۔(۱)"

البتہ علم و فضل کے علاوہ مختلف اوقات میں بعض انتظامی شعبے ان حضرات کے سپرد رہے لیکن گھریلو دینداری، روایات، زہد و تقوی اور پرہیز گاری ان میں قائم و دائم رہی ۔لہذا یہ کہنا کہ خاص مولانا دلیر بخت (مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ) نے اس خانوادہ کا رخ علم و فضل کی جانب کر دیا تھا اور آپ ہی نے سب سے پہلے سپاہیانہ زندگی کو ترک کر کے علم و فضل کی راہ اختیار کی(۲) قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا ہے اور پھر خود مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ بھی علم و زہد کے باوجود ریاستِ ٹونک کے کئی عہدوں پر سرفراز رہے ہیں چنانچہ منقول ہے:

"دلیر بخت (مفتی احمد حسن خاں) ریاست کے کئی عہدوں پر سرفراز رہے اور بعہد نواب محمد علی خاں آپ کو "پرگنہ پڑادہ" کا ناظم مقرر کیا گیا اور "چھبڑہ گو"، "گورو"، "پرگنہ"، "سرونج" وغیرہ کی نظامت پر بھی مامور رہے اور بعہد ابراہیم علی خاں دوبارہ پڑادہ کے ناظم مقرر ہوئے بعد ازاں آپ کی خدمات صدر میں منتقل ہوئیں اور بعہدہ پنچایت محکمہ دیوانی مال بطور پیش دست صاحبزادہ عبید اللہ خاں کام انجام دیتے رہے لیکن جب صاحبزادہ صاحب موصوف نیابت سے دست کش ہوئی تو خاں صاحب نے بھی اپنی خدمات سے سبکدوشی حاصل کر لی اور

(۱)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۹)۔

(۲)۔ جیسا کہ مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ نے چند تصویر نیکاں (ص ۱۳۱) میں لکھا ہے۔

آپ کی نجی خدمات انجام دینے لگے اور آخر تک متعلق رہے[۱]۔"

تاہم اتنا فرق ضرور تھا کہ یہ عہدے، مال و دولت اور رزق کی فراوانی مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ کو خیرہ نہ کرسکی۔ مفتی صاحبؒ کو نواب صاحب نے ایک بڑی جگہ آلاٹ کی تھی تاکہ انہیں کبھی مالی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن علم وفضل اور زہد وتقوی ہی کا کمال تھا کہ مولانا موصوفؒ نے یہ جاگیر تو واپس کردی لیکن تاریخ میں اپنا نام رقم کروالیا بلکہ یہ جاگیر واپس کرتے ہوئے آپؒ نے جو جملے کہے تھے ہر ماں باپ کو انہیں مشعل راہ بنالینا چاہیے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں، فرمایا:

"جن کو جاگیر دی جاتی ہے ان کی اولاد اکثر علم سے بے بہرہ رہتی ہے اور جاگیر پر بھروسہ کرتے ہوئے علم و لیاقت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتی[۲]۔"

ریاستِ ٹونک اور علمی خانوادہ ٹونک

جب یہ خانوادہ ٹونک منتقل ہوا اس زمانہ میں ٹونک کی فضا اہل علم کے لئے نہایت سازگار تھی ریاست ٹونک میں مسلم اکثریت تھی اور یہاں کے حکمران اسلام پسند تھے اس لئے یہاں دینی ادارے اور شرعی عدالتیں قائم کی گئیں۔ ٹونک کے علمی ماحول سے یہ گھرانہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہا بلکہ یوں کہیے کہ اس خاندان نے ٹونک کی علمی فضا کو بامِ عروج تک پہنچانے میں قلیدی کردار ادا کیا۔ کیونکہ یہ بھی ان خاندانوں میں سے ایک تھا جن کا انتخاب ٹونک کی علمی شان

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۶۰)۔

(۲)۔ حوالہ بالا (ص ۶۰)۔

بڑھانے کے لئے کیا گیا تھا۔

اس خاندان میں علمی سلسلہ کی داغ بیل تو وراثتی تھی جسے علامہ موصوفؒ کے پر دادا مولانا اکبر حسین خاںؒ نے شروع کیا تھا تاہم مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ نے جس طرح تعلیم کی شمع روشن کی وہ بے نظیر و بے مثال ہے۔ موصوفؒ نہ صرف عالم و مفتی تھے بلکہ ریاستِ ٹونک میں افتاء اور عہدہ قضا بھی انہی کے سپرد تھا اور ان کے بعد بھی ایک عرصہ تک یہ اہم علمی و سماجی ذمہ داری انہی کے خاندان کے سپرد رہی۔ ٹونک کی علمی فضا کی ایک جھلک مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے شاگرد رشید مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

"ٹونک اس زمانہ میں علم کا مرکز تھا۔ شاہی خاندان اپنی دینداری اور اہل علم کی قدر دانی میں مشہور تھا....... نواب ابراہیم علی والی ریاست تھے۔ اس زمانہ میں ٹونک میں دو اہم درسگاہیں تھیں۔ ایک کا نام مدرسہ خلیلیہ تھا اور دوسرے کا ناصریہ۔ مدرسہ خلیلیہ کے صدر المدرسین مولانا عبد الحق خیر آبادی کے نامور شاگرد حکیم برکات احمد صاحب تھے اور اس کے سرپرست نواب ابراہیم علی خاں تھے۔ مدرسہ ناصریہ کے سرپرست نواب صاحب کے بھائی صاحبزادہ عبد الرحیم صاحب تھے۔ ٹونک کے امرا میں جتنی دینداری اور خاکساری تھی اس کا یقین کرنا دشوار ہوتا اگر آنکھوں سے اس دور کی جھلک نہ دیکھی ہوتی۔ میں اودھ کے تعلقداروں کے جاہ و جلال کو دیکھ چکا تھا ایک بار جب ٹونک گیا اور وہاں کے جاگیرداروں اور نواب صاحب کے اہل خاندان سے ملنے کا اتفاق ہوا تو ان کے انکسار اور سادگی کو دیکھ کر حیران رہ گیا[۱]۔"

---

(۱)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۷-۳۸)۔

حکیم سید محمد احمد صاحب رقمطراز ہیں:

"ٹونک اس وقت نامور علماء کا اور صلحاء کا مرکز تھا سارے ہندوستان اور بیرونِ ہند کے طلباء تحصیلِ علم کے لئے ٹونک آتے تھے علماء کی کثرت کی وجہ سے عوام میں بھی دینداری نمایاں تھی(۱)۔"

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور اہل وعیال

مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ کے ہاں پانچ صاحبزادے ہوئے۔ ان میں علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے علاوہ مفتی محمد حسن خاں، مولانا حیدر حسن خاں، مولانا مظہر حسن خاں اور حکیم مسعود حسن خاں شامل ہیں۔ مفتی احمد حسن خاں کی چاہت تھی کہ ان کے سبھی صاحبزادے علم وفضل کے شیدا و والہ بنیں۔

آپؒ نے نواب صاحب کی دی ہوئی جاگیر بھی اس لئے ٹھکرادی تھی کہ کہیں یہ جاگیر آپ کی اولاد میں علم و لیاقت سے روری و رکاوٹ کا باعث نہ بن جائے۔ آپؒ کی اس فکر و کڑن سے ان کی آل اولاد میں تائیدِ ایزدی ایسی شاملِ حال ہوئی کہ یہ خاندان علم و فضل کا گہوارہ بن گیا، سبھی صاحبزادے علم و فضل میں ممتاز تھے اور ہر ایک اپنے فن میں خوب نمایاں تھا اسی وجہ سے ایک عرصہ تک ریاستِ ٹونک میں افتاء اور عہدہ قضاء اس ہی خاندان کے سپرد رہا۔ چنانچہ ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"مولانا پانچ بھائی تھے اور ماشاء اللہ پانچوں عالم و فاضل، یہ غالباً ان کے والد کی خوش نیتی، اکل حلال اور علم و علماء کی تعظیم کا ثمرہ تھا کہ پانچوں

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۶۲)۔

صاحبزادے مکمل عالم، متشرع اور سعید و فرمانبردار تھے[۱]۔"

مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ نے ان صاحبزادوں کے چیدہ چیدہ احوال یوں قلم بند کئے ہیں:

"مولانا محمد حسن[۲] کو فقہ میں بڑا کمال تھا وہ ریاست ٹونک کے مفتی مقرر ہوئے۔ مولانا محمود حسن غیر معمولی قابلیت رکھتے تھے .... مولانا مظہر حسن خاں کو زبانوں کی تحقیق سے بڑی دل چسپی تھی، میسور کے کسی کالج میں پروفیسر تھے، انہوں نے ایک بڑی معرکۃ کی کتاب لکھی ہے، جس میں عربی کو ام الالسنہ ثابت کیا ہے۔ سب سے چھوٹے بھائی مسعود حسن خاں صاحب کو طب سے بڑی مناسبت تھی اور بڑے حاذق طبیب تھے۔ وہ دہلی میں باڑہ ہندوراؤ کے قریب رہتے تھے[۳]۔"

ان پانچ میں سب سے نمایاں دو شخصیات ہیں ایک علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور دوسرے ان کے چھوٹے بھائی دار العلوم ندوہ کے شیخ الحدیث، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ ہیں۔ سید سلیمان

(۱)۔ پرانے چراغ (۱/۱۷۵)۔

(۲)۔ یہ سابق مفتی جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی مفتی ولی حسن خاں ٹونکیؒ، کے دادا ہیں، مفتی صاحبؒ کے والد کا نام "مفتی انوار الحسن خاںؒ" تھا۔ مولانا محمد حسن خاں ٹونکیؒ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے آپؒ کی شادی ناظم عدالت شرعی مولوی دوست محمد کی صاحبزادی سے ہوئی تھی آپؒ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے بڑے بھائی اور استاد ہیں۔ ٹونک کی شرعی عدالت میں بطور مفتی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا حسین بن محسن یمانیؒ اور محدثِ دہلی میاں نذیر حسین صاحبؒ معروف ہیں، آپؒ کو مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ (ملاحظہ ہو: سوانح مفتی ولی حسن خاں ٹونکی از شیخ حسین صدیقی۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء از حکیم سید محمد احمد۔)

(۳)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۰)۔

ندویؒ رقمطراز ہیں:

"محدث مرحوم (مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی) اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمود حسن خاں صاحب مصنف معجم المصنفین اس وقت علماء میں ایسے دونامور فرد تھے کہ جن کے وجود پر علم وفضل اور ورع وتقوی کا ناز تھا[۱]۔"

ذیل میں علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے حالات قلم بند کئے جاتے ہیں:

نام ونسب

نام محمود حسن، والد کا نام احمد حسن ہے۔ آباء واجداد کا تعلق افغانستان سے تھا۔ اس لئے بعض تذکرہ نگاروں نے انہیں افغانی لکھا ہے۔ موصوفؒ کی پیدائش ریاستِ ٹونک میں ہوئی اس لئے ٹونکی نسبت سے معروف ہیں اور فقہ حنفی سے وابستگی کی وجہ سے حنفی کہلاتے ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے: محمود حسن بن احمد حسن بن غلام حسین خاں بن اکبر حسین خاں الحنفی الافغانی الطونکی۔[۲]

پیدائش

علامہ محمود حسن خاںؒ کی پیدائش اس زمانہ میں ہوئی جب آپ کے والد مفتی احمد حسن خاں عرف دلیر بخت نجیب آبادؒ سے ٹونک منتقل ہو چکے تھے۔ یہ نواب امیر الدولہ امیر خاں بانی ریاست ٹونک کے فرزند ارجمند وزیر الدولہ نواب محمد وزیر خاں (۱۸۳۴ء- ۱۸۶۴ء) کا عہدِ حکمرانی تھا۔ اس علمی خانوادہ کا مقامِ سکونت محلہ امیر گنج ٹونک تھا۔ علامہ موصوفؒ کی ولادت اسی مقام پے تقریبا سن

---

(۱)۔ یادر فتگاں از سید سلیمان ندویؒ (ص ۲۲۴)۔

(۲)۔ نزہۃ الخواطر (۸/ ۱۳۷۵)۔

۱۸۶۰ء بمطابق ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ [1]

تعلیم وتربیت

جس زمانہ میں علامہ محمود حسن خاں باشعور ہوئے اس وقت تک موصوفؒ کے والد مفتی احمد حسن خاں صاحب علم وفضل کے باغیچہ میں نئے بیج بو چکے تھے اور اب وہ ان کی آبیاری میں مصروف تھے۔ پھر اس سلسلہ فیض کو علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور ان کے بڑے بھائی مفتی محمد حسن خاں ٹونکیؒ نے آگے بڑھایا انہوں نے اس علمی پودے کی اس قدر نزاکت سے نگہداشت کی اور اسے اس قدر سلیقہ سے سینچا کہ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے درخت کی شکل اختیار کرلی۔ یہ درخت اس قدر ہرا بھرا تھا کہ اس کے سایہ تلے علامہ حیدر حسن خاں ٹونکیؒ جیسے صاحبِ فضیلت کی علمی مساعی ہیچ معلوم ہوتی تھیں انہیں ناکافی، ناتمام اور سست رفتار سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ موصوفؒ کے والد مفتی احمد حسن خاں صاحبؒ نے آپؒ کی والدہ سے یوں گلہ کیا:

> مجھے حیدر حسن کے رنگ اچھے نظر نہیں آتے (پھر انہوں نے شہر کے بعض جاہل اور ناکارہ لڑکوں کا ذکر کیا اور کہنے لگے کہ) مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ انہی کی طرح نہ ہو جائے اور اپنے پڑھے لکھے بھائیوں کے درمیان جہالت کی زندگی گزارے۔ [2]

والد مفتی احمد حسن خاں صاحب کے ان جملوں نے مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کی علمی رفتار کو ایسا بڑھایا کہ والد اور بڑے بھائیوں کے لگائے ہوئے باغیچہ نے نہایت سرسبز وشاداب باغ کی شکل اختیار کرلی اور خود مولانا حیدر حسن خاں

(۱)۔ مقدمہ معجم المصنفین جلد دوم (ص ۹)۔

(۲)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۲)۔

صاحب ٹونکیؒ نے تو نہ صرف خاندان کی علمی شہرت بڑھانے میں کردار ادا کیا بلکہ یہ پورے خاندان میں سب سے مشہور و نمایاں علمی شخصیت بن کر ابھرے۔ اس علمی خانوادہ میں جس قدر تفصیل سے ان کے حالات واحوال ملتے ہیں اور جس قدر شہرت انہیں حاصل تھی وہ کسی اور فرد کے حصہ میں نہیں آئی۔[1]

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ نے حفظِ قرآن اور اکثر تعلیمی مراحل اپنے علاقہ ٹونک ہی میں طے کئے۔ ٹونک چونکہ علماء، صلحاء اور مشائخ کا گہوارہ بن چکا تھا اس لئے بنیادی تعلیمی مراحل کے لئے شہر سے باہر جانے کی چنداں حاجت محسوس نہ کی۔ ٹونک میں بڑے بھائی مفتی محمد حسن خاںؒ، مولانا عبدالغفار بنگالی صاحبؒ، قاضی امام الدین خاں کشمیریؒ[2] (۱۳۱۹ھ)، قاضی دوست محمد[3] (۱۳۲۸ھ) اور مولانا محمد حسن خاں جلال آبادیؒ وغیرہ سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ تعلیم کی غرض سے کچھ عرصہ رامپور میں مولانا اکبر علیؒ اور علامہ عبدالعلیؒ کی صحبت میں رہے اور پھر بھوپال روانہ ہوئے۔

ان دنوں ہندوستان میں شیخ قاضی حسین بن محسن الانصاری الیمانیؒ (ت ۱۳۲۰ھ)[4] کا غلغلہ تھا وہ بھوپال میں مرجع خلائق تھے دور دراز سے طلبہ ان کی صحبت سے مشرف ہونے آتے تھے۔ شیخ محمد بن محسن الیمانی شافعی المسلک تھے

(۱)۔ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) پرانے چراغ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (۲) تصویرِ نیکاں از عبدالسلام قدوائی ندویؒ (۳) یادِ رفتگاں از سید سلیمان ندویؒ (۴) حیات علامہ محدث حیدر حسن خاں ٹونکی از محمد عامر الصدیقی ٹونکی (۵) نزہۃ الخواطر از مولانا عبدالحی لکھنویؒ (۶) دید و شنید از رئیس احمد جعفری (۷) ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء از حکیم سید محمد احمد۔

(۲)۔ ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر (۸/ ۹۲)۔

(۳)۔ ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر (۸/ ۴۷۶)۔

(۴)۔ ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر (۸/ ۱۱۱)۔

انہیں نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بڑی خاطر مدارات کے بعد یمن سے یہاں بلایا تھا۔ وہ صرف ایک واسطہ سے علامہ شوکانیؒ صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے۔[۱]

شیخ حسین الیمانیؒ ہی کی وہ صحبتِ اکسیر تھی جس سے اس زرخیز طینت میں باغ و بہار کی نوید سنائی دینے لگی، جس نے علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی زندگی میں نہ صرف علمی انقلاب برپا کر دیا بلکہ ان کی ذہنی سطح کو وہ بلندیاں عطا کیں کہ وہ معجم المصنفین جیسے عالمی شاہکار انجام دینے پر آمادہ ہوئے اور پھر اس ہی مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔

بھوپال میں آپ کا قیام طویل عرصہ کے لئے تھا اس دوران آپؒ نے شب و روز حدیث، علوم حدیث کی تحصیل میں صرف کئے اور اسماء رجال وتراجم کی کتب کو خوب کھنگالا اور پھر شیخ حسین الیمانیؒ کی صحبت اور راہنمائی تو اس پر مستزاد تھی۔ علامہ موصوفؒ کو قاری عبدالرحمن بن محمد پانی پتیؒ (ت ۱۳۱۴ھ) سے بھی اجازت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ لکھنو اور دہلی جانے کا تذکرہ بھی ملتا ہے نیز دیگر مختلف اغراض اور معجم المصنفین کی تکمیل کے سلسلہ میں مصر اور لبنان جانا بھی ہوا لیکن اس کی کچھ تفصیل ہاتھ نہ آئی۔

سفر بیت اللہ

منقول ہے کہ « مولانا نے تین بار سفر حج کیا پہلا سفر سن ۱۳۰۱ھ میں کیا حرمین شریفین میں بڑی مدت قیام کیا وہاں آپ کی ملاقات حاجی امداد اللہ

(۱)۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر از عبدالحی لکھنوی۔ نیل الوطر من تراجم رجال الیمن از محمد بن محمد زبارہ الیمنی الصنعانی۔

صاحب مہاجر مکیؒ متوفی ۱۳۱۷ھ سے ہوئی اور بڑے مخلصانہ تعلقات قائم ہوئے ان کے علاوہ علماء حرم سے علمی مذاکرہ کا سلسلہ قائم رہا»۔[۱]

اس سفر میں علامہ موصوفؒ کے ہمراہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ بھی تھے۔ اکثر تذکرہ نگار نقل کرتے ہیں کہ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ نے اس سفر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی صحبت پر کیف سے مستفیض ہوئے اور پھر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوگئے تھے[۲]۔ تاہم علامہ موصوفؒ کے سلسلہ بیعت پر کسی تذکرہ نگار نے روشنی ڈالی ہو یہ راقم کے علم میں نہیں۔ صرف اتنا ملتا ہے کہ علامہ موصوفؒ بھی حاجی امدار اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور کچھ عرصہ ان کی صحبت بھی حاصل رہی تھی اور بس۔

قیام حید آباد

معجم المصنفین جیسے شاہکار ہی نے علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کو حیدر آباد آنے پر مجبور کیا یہاں آنے کی غرض تالیفی و تصنیفی سرگرمیوں کا تسلسل تھا جس کے لئے ٹونک کے کتب خانے ناکافی تھے۔ اس لئے بعض دوستوں کی چاہت پر علامہؒ نے یہاں کا رخ کیا ریاست حیدرآباد میں آپؒ شعبہ تعلیم علوم شرقیہ سے وابستہ ہوگئے تھے اور یہاں تعلیم و تصنیف کا سلسلہ جاری و ساری رکھا۔[۳]

اس قیام کے دوران آپؒ نے قادیانیوں کے خلاف «تصدیق السنہ» اور «معیار السنہ» نامی دو رسالے تحریر کئے اور کچھ معاونین بھی آپ کے ہاتھ آئے۔ سب سے اہم فائدہ یہ ہوا کہ معجم المصنفین کا ایک جزء شائع ہوگیا۔ سابق صدر

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ٦٦)۔
(۲)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ٧٦)۔
(۳)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۸)۔

امور مذہبی مولانا ابوار اللہ خانصاحب مرحوم سرکار نظام کی کوشش سے حیدر آباد ،دکن میں ایک مجلس اشاعۃ العلوم کے نام سے قائم تھی اس مجلس کو سرکار نظام سے ماہانہ پانچسو روپے امداد ملتی تھی۔ اس کا مقصد مختلف علوم و فنون کی کتابوں کو شائع کرنا تھا۔ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے دور میں اس کی باگ دوڑ نواب صدر یار جنگ اور نواب اختریار جنگ مینائی کے ہاتھوں میں تھی۔ اسی مجلس اشاعۃ العلوم نے عبد اللطیف اختر مینائیؒ کی وساطت سے معجم المصنفین کا ایک جزء شائع کیا تھا۔(۱)

قیام حیدر آباد کی روداد سید محمد احمد صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

ٹونک ایک چھوٹی سی مسلمانوں کی ریاست تھی مولانا نے معجم کے لئے بہت کچھ مواد ٹونک ہی میں تیار کر لیا تھا لیکن کام بڑا وسیع تھا اور مسودات پر نظر ثانی، مبیضہ نویسی اور طباعت کا کام مکمل ہی نہیں ناممکن نظر آرہا تھا مولانا مایوس تھے کہ حیدر آباد دکن سے بعض دوستوں اور قدر دانوں نے باصرار تمام مولانا کو لکھا اور حیدر آباد بلا لیا آپ کے علم و فضل کی شہرت بہت پہلے حیدر آباد پہنچ چکی تھی آپ کے حیدر آباد تشریف لاتے ہی وہاں کے علمی ادارے دائرۃ المعارف، کتب خانہ آصفیہ ، مجلس اشاعت العلوم، مولانا کی طرف متوجہ ہوئے اور حیدر آباد کی علمی صحبتوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لے لیا اور علمی اداروں نے آپ سے بہت استفادہ کیا...... امیر مینائیؒ کے صاحبزادے عبد اللطیف صاحب اختر مینائی مرحوم اور اختریار جنگ بہادر مرحوم محکمہ و امور مذہبی کے معتمد تھے اور مجلس اشاعت علوم ان کے ماتحت ایک ادارہ تھا۔ جناب اختر مرحوم کی وساطت اور مساعی سے بعجلت تمام معجم کی ابتدائی ایک جلد پر نظر ثانی ہوئی اور اس کی ایک جلد چار حصوں میں بیروت سے چھپوائی گئی ان چار حصوں میں مقدمہ اور صرف ابراہیم کے نام کے

(۱)۔ معارف اعظم گڑھ (جلد ۲۴ / نمبر ۲)۔

مصنفین کا تذکرہ ہے ان چار حصوں کو شائع ہوئے چند مہینے گزرے تھے کہ مولانا قدوسی ہاشمی کو مولانا کی تحریک پر عربی مخطوطات پر کام کے لئے طلب کیا گیا اور بہت جلد مولانا مرحوم کی کتاب کے سارے مسودات ان کے حوالے کر دیئے گئے اور تکمیل کا حکم ہوا۔(۱)

تقریبا دس گیارہ برس یہاں قیام رہا اور یہاں سے جانے کے بعد بھی ریاست حیدرآباد کی طرف سے آپؒ کو پینشن ملتی رہی۔(۲) پھر معجم المصنفین کے مسودات کی تکمیل کے بعد سن ۱۹۴۳ء میں آپؒ اپنے علاقہ ٹونک تشریف لے گئے تھے اور وہیں انتقال ہوا۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت　　　رفت و منزل بدیگرے پرداخت

وفات

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی وفات علمی دنیا کا بڑا سانحہ تھا۔ آپؒ کا انتقال ۹۰ برس کی عمر میں سن ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء کو ٹونک میں ہوا اور ٹونک ہی کے علاقہ گورستان موتی باغ کے ایک مدرسہ مولانا خلیل الرحمن رامپوریؒ کے احاطہ میں مدفون ہیں۔(۳)

حلیہ مبارک

علامہ موصوفؒ میانہ قد تھے جسم دبلا پتلا اور رنگ سانولا تھا داڑھی لمبی اور گھنی تھی۔ علامہ موصوفؒ نے بھلانوے کا استعمال کنجد اور مغزیات ملا کر کیا تھا

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۷۰)۔

(۲)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۹)۔

(۳)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۶۵)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۹)۔

اس لئے داڑھی سیاہ رہی اس میں سفید بال بہت کم تھے۔[۱]

اوصافِ حمیدہ

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کا تعلق چونکہ علمی گھرانہ سے تھا، آپؒ کی تربیت علمی ماحول میں ہوئی تھی اس لئے آپؒ بہت سی صفات حمیدہ کے جامع تھے۔ علم وفضل کے باوجود نہایت متواضع اور ملنسار تھے۔ مزاج دھیما تھا لیکن خوب بارعب تھے۔ عبادات کی پابندی اور ذکر و ریاضت کی مشغولیت تو جیسے آپؒ کی گھٹی میں تھی۔ سادہ لباس پہنتے اور رہن سہن میں تکلف نہ فرماتے اور کسی قسم کی امتیاز کی چاہت بھی نہ تھی۔[۲] چنانچہ حکیم سید محمد احمد رقمطراز ہیں:

"مولانا محمود حسن خاں طبعا خوش مزاج بذلہ سنج، نیز منکسر المزاج تھے بڑے عبادت گذار اور ذاکر وشاغل انسان تھے مگر زاہدانہ خشکی انہیں چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ نماز کے فرض ونوافل بڑے طویل ہوتے کبھی نماز نہیں پڑھاتے۔ شرعی کرتہ شرعی پاجامہ اور کپڑے کی گول ٹوپی پہنتے شیروانی وغیرہ پہنے کبھی نہیں دیکھا۔ بہت پابندی سے نماز پنجگانہ ہمارے پاس والی مسجد میں یعنی مولانا کے حقیقی نانا کی مسجد میں جو اب مسجد مولوی عبدالکریم صاحب کے نام سے موسوم ہے اسی میں نماز پڑھتے، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں ہاتھ میں لالٹین لئے ہوئے آتے مسجد میں مولانا قاضی عرفان صاحب قاضی ایوب صاحب بھی نماز میں ہوتے اور رمضان المبارک میں اعتکاف بھی اسی مسجد میں کرتے مولانا نماز کے اوقات سے بہت پہلے مسجد میں تشریف لے آتے اور مختلف فقہی مسائل

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۶۵)۔

(۲)۔ نزہۃ الخواطر (۸/ ۱۳۷۶)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۸)۔

وغیرہ پر گفتگو کرتے[1]۔"

علوم وفنون میں مہارت

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کو مختلف علوم و فنون میں دستگاہ حاصل تھی۔ آپؒ کا حافظہ غضب کا تھا۔ تراجم و فنِ رجال میں تو موصوفؒ یگانہ روزگار واقع ہوئے تھے مولانا کی تبحر علمی مسلم تھی ائمہ و رجال کے احوال اور غیر معمولی حافظہ میں وہ سب سے نمایاں تھے۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے علم و فنون میں مہارت کا اعتراف یوں کیا ہے:

الاعلام للزرکلی میں ہے:

«عالم بالتراجم، من فقهاء الحنفية في الهند»

ترجمہ: موصوفؒ رجال کے حالات سے واقف کار، ہندوستان کے حنفی فقہاء میں سے ہیں۔[2]

صاحب معجم المولفینؒ فرماتے ہیں:

«فقيه، عارف بالرجال، مشارك في العلوم العقلية»

ترجمہ: آپؒ فقیہ، ائمہ کے احوال سے واقف اور عقلی علوم وفنون میں ماہر تھے۔[3]

نزہۃ الخواطر میں آپؒ کا علمی تصلب یوں بیان کیا ہے:

وكان مولانا محمود حسن عالمـًا متضلعـًا من العلوم العقلية والنقلية، متفننـًا في الفضائل العلمية، راسخـًا في علم الأصول، واسع الاطلاع على كتب التاريخ والتراجم، كثير

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۷۳)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۹)۔

(۲)۔ الأعلام للزركلي (١/ ١٦٧) -

(۳)۔ معجم المولفین (۱۲/۱۵۷)۔

القراءة، دائم الاشتغال بالعلم.

ترجمہ: مولانا محمود حسن صاحب علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں میں متصلب، علمی فضائل میں ماہر، علم اصول میں پختہ کار، کتبِ تراجم و تاریخ سے خوب واقف کار، صاحبِ مطالعہ اور ہمہ وقت تعلیم و تعلم کے رسیا تھے۔[۱]

داعی اسلام علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

”مولانا محمود حسن خاں تو ان سب بھائیوں میں واسطۃ العقد اور بیت القصید کا درجہ رکھتے ہیں اور نہ صرف ہندوستان بلکہ اپنے عہد کے اکابر علماء میں شمار ہونے کے قابل ہیں[۲]۔“

علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے انہیں «الشیخ العالم الفاضل الكبير المحقق المدقق الإمام الحبر المحدث الفقيه الأصولی المتكلم اعلم أهل عصره بالرجال» جیسے بے مثال القاب سے نوازا ہے۔[۳]

نند کشور سور نکار (ڈائریکٹر مولانا آزاد عربک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک) کا کہنا ہے:

”صاحب معجم المصنفین حضرت مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونک کی ان عبقری اور عظیم شخصیات میں شامل ہیں جو بعہد حکومت وزیر الدولہ وزیر الملک نواب محمد وزیر خاں صاحب بہادر ٹونک میں پیدا ہوئے اور ابتدائے درس نظامیہ کی تعلیم ٹونک ہی میں حاصل کی۔ بعد ازاں بھوپال، لکھنو، دہلی، رامپور میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ حافظہ بڑا قوی تھا۔ ہزاروں مصنفین کے نام نسبت اور سنین وفات وغیرہ آپ کو زبانی یاد تھے[۴]۔“

(۱)۔ نزہۃ الخواطر (۸/ ۱۳۷۵)۔

(۲)۔ پرانے چراغ (۱/ ۱۷۶)۔

(۳)۔ ما تمس الیہ الحاجہ (ص ۵۶)۔

(۴)۔ مقدمہ معجم المصنفین جلد دوم (ص ۱۰)۔

تالیفات

علامہ محمود حسن خان ٹونکیؒ کی تالیفات میں جن چند کتابوں کا سراغ ملتا ہے ان میں معروف کتاب «معجم المصنفین» ہے اس کے علاوہ بعض چنیدہ موضوعات پر موصوفؒ کے اور رسائل بھی ہیں ان میں «الرسالہ الصیدیہ»(۱)، «الاوائل»(۲)، «تحقیق شعر ابن عباس»(۳)، «معیار السنۃ»(۴)، «تصدیق السنۃ»(۵)، «صبح صادق اور صبح کاذب»(۶) اور «التعامل»(۷) وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے تاہم ان رسائل میں سب سے اہم اور پُر مغز رسالہ «اصولِ توارث» ہے۔

---

(۱)۔اس میں بندوق سے شکار کرنے کا شرعی جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں امام ابن تیمیہؒ اور علامہ شوکانیؒ کا رد ہے۔ یہ رسالہ ۱۱۴ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ بیروت سے شائع ہوا تھا تاہم اس تک راقم کی رسائی نہ ہو سکی۔

(۲)۔یہ رسالہ احادیث مسلسل بالاولیۃ سے متعلق ہے اس میں اولیات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳)۔ان اللہ خلق سبع ارضین۔۔نوح کنوحکم۔علامہ عبدالحی فرنگی محلیؒ نے ایک رسالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں علامہ محمود حسن خاں نے ان کے رد میں یہ رسالہ تحریر کیا ہے۔

(۴)۔یہ مختصر رسالہ قادیانیت کے رد پر لکھا گیا یہ ٦٥ صفحات پر مشتمل ہے اسے سن ۱۳۵۸ھ میں مکتبہ ابراہیمیہ نے حیدر آباد دکن سے شائع کیا تھا۔

(۵)۔اس رسالہ میں بھی ختمِ نبوت کے دلائل مذکور ہیں اس کے ٤٢ صفحات ہیں اسے سن ۱۳٦۰ھ میں حیدر آباد سے شائع کیا گیا تھا۔

(٦)۔اس میں فقہاء کی عبارات کے تناظر میں صبح صادق اور صبح کاذب کی وضاحت و قرائن پیش کئے گئے ہیں یہ اس موضوع پر نہایت جامع تحریر ہے۔

(۷)۔اس رسالہ میں یہ بحث مذکور ہے کہ حنفیہ اور دیگر ائمہ کے ہاں تعامل حجت ہے یا نہیں؟ سید محمد ٹونکیؒ کے مطابق یہ رسالہ موصوفؒ نے رمضان المبارک میں بحالتِ اعتکاف ترتیب دیا تھا۔

کتاب معجم المصنفین.........تعارف و اہمیت

یہ کتاب علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی ایسی نابغہ روزگار تالیف ہے کہ جس نے نہ صرف مولانا موصوفؒ کو اہل علم میں زندہ و جاوید رکھا ہے بلکہ نام کے بنسبت آپؒ کی شہرت «صاحبِ معجم المصنفین» سے زیادہ ہے۔ یہ جہاں آپؒ کے فن رجال و تراجم میں مہارت کی آئینہ دار رہے وہیں اسے اکثر اہل علم و فضل سے سندِ شہادت مل چکی ہے۔ جس نے بھی اس بے مثال و بے نظیر تالیف کا مشاہدہ کیا وہ ششدر رہ گیا اور اس لازوال مساعی جمیلہ پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ کتاب کی اہمیت و تعارف کے لئے انہی صاحبِ ذوق محققین کے چند نمونے ہدیہ ناظرین ہیں:

صاحبِ نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں:

ومنها معجم المصنفين جمع فيه شيئًا كثيراً، واستوعب المصنفين من علماء الإسلام في الشرق والغرب، فأحاط بهم إحاطة، وذكر منهم جمعًا عظيمًا من المتأخرين والمتقدمين، وقد استتب الكتاب في ستين مجلداً، وجاء في عشرين ألفًا من الصفحات، واشتمل على تراجم أربعين ألفًا من المصنفين، ويبلغ عدد من سمى منهم بأحمد إلى الفين، وقد طبعت منه أربعة أجزاء، على نفقة الحكومة الآصفية في حيدر آباد، في بيروت.(۱)

ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

”ان کی کتاب معجم المصنفین ایک تصنیفی کارنامہ بلکہ ایک فرد واحد

---

(۱)۔ نزہۃ الخواطر (۸/ ۱۳۷۷)۔

کی حیثیت سے عالی ہمتی، وسعت نظر اور محنت شاقہ کا ایک شاہکار ہے۔ یہ کتاب ۶۰ جلدوں اور بیس ہزار صفحات پر مشتمل اور چالیس ہزار اشخاص کے تراجم پر حاوی ہے۔ افسوس ہے کہ اس عظیم کتاب کے صرف چار حصے مملکت آصفیہ کی توجہ سے شائع ہو سکے (۱)۔"

مولانا عبد السلام قدوائی ندوی رقمطراز ہیں:

"انہوں نے معجم المصنفین کے نام سے بڑی عظیم الشان کتاب لکھی ہے۔ اس میں اسلام کے ابتدائی دور سے اپنے زمانہ تک کے مسلمان مصنفین کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ اس کی چھ جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد نے شائع کی ہیں، پوری کتاب چالیس جلدوں میں تمام ہو گی۔ یہ کتاب کیا ہے؟ مصنفین اسلام کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے (۲)۔"

نند کشور سور نکار مقدمہ مترجم معجم المصنفین میں رقمطراز ہیں:

"معجم المصنفین مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی رحمہ اللہ کا فن اسماء رجال میں ایک عظیم کارنامہ ہے جو علم و فضل سے متعلق رجال و شخصیات کے حالات و کوائف اور تراجم پر مبنی ایسا قیمتی سرمایہ اور گنج گران مایہ ہے جو ہزاروں علمی و ادبی حضرات کے تراجم کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ فن وہ فن ہے جس کے ذریعہ رواۃ حدیث کی مکمل و مدلل معلومات فراہم ہوتی ہے۔ مقامِ حدیث کی افہام و تفہیم اور اس کی صحت کا یقین کامل ہوتا ہے اور راویان حدیث کے حالاتِ زندگانی کا ہر ایک گوشہ اجاگر ہوتا ہے۔ یہی وہ فن ہے جس کی بدولت راویانِ حدیث کی تحقیق کی

---

(۱)۔ پرانے چراغ (۱/۱۷۵)۔

(۲)۔ چند تصویر نیکاں (ص ۳۰)۔

جاتی ہے۔ یہ ہمارے علم و ادب کا ایک ایسا تاریخی و علمی ذخیرہ ہے جو اسماء رجال اور روایانِ حدیث امتیازی شان و شوکت کو اجاگر ہی نہیں کرتا بلکہ ان کی عظمت و کردار افعال و افکار کی نشاندہی کے ساتھ ان کے علم و فضل کی معلومات بھی فراہم کرتا ہے ....ان کا یہ عظیم سرمایہ فن اسماء رجال میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے جو کام بڑی بڑی اکیڈمیاں اور دانشگاہیں نہیں کر سکیں وہ کام ایک تنہا شخص نے انجام دیا۔ یہ کتاب تقریباساٹھ سے اسی جلدوں پر مشتمل تھی اس عظیم کتاب کی صرف چار جلدیں دولت آصفیہ کی توجہ سے بیروت سے شائع ہوئی تھیں(۱)۔"

تاریخ ٹونک میں ہے:

"یہ کتاب اسماء الرجال اسلامیہ کی انسائیکلوپیڈیا ہے جس کی شہرت مقبولیت ساری اسلامی دنیا میں پھیلی۔ یہ بے مثال کتاب آپ کی بے پایاں قابلیت اور لاثانی علمی تحقیقات کا شاہکار ہے اس کی کئی ضخیم جلدیں ہیں۔ اس میں دنیا کی ہر زبان کے مصنف اور اس کی خدمات کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ اور ناظرین کو اس کے ادبی مقام سے واقف کیا گیا ہے۔ اس کی چند جلدیں سرکار نظام حیدرآباد کی طرف سے طبع کرائی گئی تھیں(۲)۔"

"مولانا عبد الرشید نعمانی صاحبؒ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے شاگرد رشید بھی ہیں اور ایک عرصہ تک علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی خدمت میں رہے ہیں معجم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اس کی ۸۰ / جلدیں قلمی دیکھی ہیں چار جلدیں تو بیروت سے شائع ہو چکی ہیں بقیہ

(۱)۔ مقدمہ معجم المصنفین جلد دوم (ص ۱۰)۔

(۲)۔ تاریخ ٹونک (ص ۱۱۸)۔

جلدیں سر رشتہ تعلیم و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں محفوظ تھیں معلوم نہیں وہ ضائع ہو گئیں یا سرقہ کر دی گئیں(۱)۔"

معارف اعظم گڑھ (جلد ۲۴/نمبر ۲) میں ہے:

"کتاب (معجم المصنفین) کی ترتیب حروف تہجی پر ہے، مصنف کی محنت اور استقصاء کا اندازہ اس سے ہو گا کہ اس کتاب میں "ابراہیم" اور "احمد" نام مسلمان مصنفین کی تعداد ایک ہزار سے کم نہ ہو گی، کیا آج بھی کوئی قوم ایک ہزار جیمیں اور ایک ہزار «ب» ،«ج» نام پیش کر سکتی ہے۔ اس میں حیرت کی دو باتیں ہیں ایک تو اسلام میں مصنفین کی یہ کثرت، دوسرے ان کثیر التعداد مصنفین کے نام و نسب اور حالات کا تاریخِ اسلام میں محفوظ رہ جانا اور تیسری چیز آج کل کے ایک ہندوستانی عالم کا تیس برس کی محنت شاقہ اور جگر کاری کے بعد ان تمام بزرگوں کے سوانح اور حالات کو ان ضخیم مجلدات میں یکجا کر دینا ہے ...... پہلی جلد میں مقدمہ اور تمام عربی علوم و فنون کی تدوین و ترقی کی علحدہ علحدہ تاریخ ہے، اس جلد کی ترتیب میں زیادہ تر کشف الظنون مصنف کے پیشِ نظر رہی ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک بڑا کام یہ کیا ہے کہ تصانیف کے نام اور انتساب میں کشف الظنون میں جو اوہام ہیں معجم المصنفین کے مصنف نے اپنی ذاتی تحقیق سے انکی تصحیح کر دی ہے۔ دوسری جلد ائمہ اربعہ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے سوانح میں ہے۔ مصنف نے نہایت تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا حال لکھا ہے، خصوصا امام اعظم کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اور امام کے تمام شیوخ حدیث

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ۱۷)۔

کے نام بہ ترتیب تہجی یکجا کر دیے ہیں، اسی طرح امام کے تلامذہ اور مستفیدین کی بھی فہرست پیش کی ہے، ان ناموں کی تلاش و تفتیش میں یقینا بڑی دیدہ ریزی کرنی پڑی ہوگی، اسی طرح دوسرے اماموں کے شیوخ و تلامذہ بھی لکھے ہیں، تیسری جلد میں «آدم» نام کے سات اور «ابان» نام کے چھ مصنفین لکھ کر ابراہیم نام شروع کیا ہے جسکی فہرست سات صفحوں میں پھیلی ہے، پھر بھی ناتمام ہے اور آخر چوتھی جلد میں جاکر سات صفحوں میں یہ فہرست تمام ہوئی ہے اور تقریبا یہ دونوں جلدیں صرف ایک «ابراہیم» نام کے مصنفین کے حالات میں ہیں، شاید پانچویں جلد میں «احمد» نام شروع ہو۔ اس تفصیل سے اندازہ ہوگا کہ حقیقت میں یہ کتاب معلومات کا ایک بحر ذخار ہے اور اسکو مسلمان مصنفین کے سوانح وحالات کا دائرۃ المعارف کہنا چاہیے۔"

استاد محترم حضرت ڈاکٹر مولانا محمد عبدالحلیم چشتی صاحبؒ کے والد محترم منشی عبدالرحیم خاطر صاحبؒ چونکہ دفتر معجم المصنفین میں کاتب رہے ہیں اور استاد جیؒ کی زندگی میں علمی انقلاب کا سبب یہی مقام تھا اس لئے آپؒ اکثر اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے چنانچہ ایک مقام پے آپؒ نے اس کا یوں تذکرہ کیا ہے:

"۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۱ء تک میں بھی دفتر معجم المصنفین دار الشفاء اور عثمان شاہی حیدر آباد دکن میں اپنے والد منشی عبدالرحیم خاطر کے ساتھ رہا ہوں، یہاں کے دو سالہ قیام نے مجھے علم کا جویا بنایا، معجم المصنفین مولانا محمود حسن خان ٹونکی ۱۲۷۸ھ - ۱۳۶۲ھ نے جو مفتی ولی حسن ٹونکی کے

دادا[۱] اور مولانا حیدر حسن خان شیخ الحدیث ندوۃ العلماء کے بڑے بھائی تھے عالمِ اسلامی کے پچاس ہزار مصنفوں کا تنہا تذکرہ مرتب کیا تھا، صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمن خان شیروانی کو جب کسی عالم کے تذکرہ کی جستجو ہوئی کہیں نہ ملا ان کے پاس ملا تو انہیں کتاب کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہوا، انہوں نے اس کی اشاعت کے لئے میر عثمان علی خان والی حیدر آباد دکن کو آمادہ کیا، اس پر نظر ثانی اور اضافہ کے لئے جو عملہ رکھا گیا وہ چار فضلاء پر مشتمل تھا، مولانا عبد الرحمن چشتی بہاری، مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، محمد کامل فاضل مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور مولانا سید عبد القدوس ہاشمی نگران تھے۔ مسودہ صاف کرنے کے لئے دو کاتب ان میں ایک میرے والد منشی محمد عبد الرحیم خاطر اور دوسرے رضوان علی کا تقرر ہوا تھا، علی میاں کے والد حکیم سید عبد الحی لکھنوی نے کہا تھا جیسا کہ مولانا نعمانی نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہندوستانی مصنیفین کا تذکرہ

---

(۱)۔ مفتی ولی حسن خاں ٹونکیؒ دراصل مفتی محمد حسن خاں ٹونکیؒ کے پوتے ہیں نہ کہ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے۔ ان کے والد کا نام «انوار الحسن خاں ٹونکیؒ» اور دادا کا نام «مفتی محمد حسن خاں ٹونکیؒ» ہے۔ یہاں شاید کاتب سے نام کی تعیین میں سہو ہو گیا ہے اور حیرت ہے کہ مولانا مرغوب احمد لاجپوری نے بھی مفتی ولی حسن خاں ٹونکیؒ کے دادا کا نام «محمود حسن خاں ٹونکی» نقل کیا ہے (ماہنامہ دار العلوم، شہارنپور، خصوصی اشاعت وفیات نمبر ج ۸۱ شمارہ ۷) حالانکہ یہ درست نہیں چنانچہ مؤرخ اسلام و داعی علی میاں صاحبؒ اپنی کتاب پرانے چراغ (۱/۱۷۴) میں رقم طراز ہیں:

«بڑے بھائی مولانا مفتی محمد حسن خاں تو مفتی ریاست تھے، مفتی ولی حسن خاں مفتی دار العلوم جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی جنہوں نے اپنی فقہی نظر اور فضلیت کی وجہ سے خاص اعتبار اور شہرت حاصل کرلی ہے، انہیں کی پوتے ہیں» ۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سوانح مفتی ولی حسن خاں ٹونکی از شیخ حسین صدیقی۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء از حکیم سید محمد احمد۔)

میں لکھوں گا چنانچہ معجم المصنفین میں ان کا ذکر نہ کریں، انہوں نے ہندوستان کے مصنفین کو معجم المصنفین میں ذکر نہ کیا۔ سید عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ افسوس ہے معجم المصنفین کی ابتدائی چار جلدیں بیروت سے شائع ہو سکیں تھیں، تقسیم ہند سے یہ سلسلہ بند ہو گیا، معلوم نہیں وہ مسودہ بھی محفوظ ہے یا ضائع ہو گیا[۱]۔"

معجم المصنفین کی اہمیت اور اردو خواں طبقہ کی سہولت کے لئے کتاب کی بعض جلدوں کا ترجمہ کروایا اور اسے زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا۔ تین جلدوں (دوم، سوم اور چہارم) کا ترجمہ مولانا محمد عامر خاں ندویؒ نے کیا تھا اور پھر اسے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستان ٹونک سے شائع کیا گیا تھا۔

مقدمہ مترجم معجم المصنفین میں ہے:

"یہ چاروں جلدیں ادارہ ہذا میں بشکل فوٹو اسٹیٹ موجود ہیں۔ چونکہ یہ عربی زبان میں ہیں غیر عربی داں حضرات اس سے مستفیض نہیں ہو سکے اس لئے عام استفادہ کی غرض سے ادارہ ہذا نے اس کا ترجمہ ادارہ کے عربی مترجم محمد عامر خاں ندوی سے کرایا۔ یہ چاروں جلدیں عربی سے اردو زباں میں منتقل ہو گئی ہیں۔ اس اردو ترجمہ کی جلد سوم جس میں آدم نامی سات ابان نامی چھ اور ابراہیم نامی ۱۹۲ علماء کا تفصیلی ذکر ہے۔ ۱۹۹۷ء میں اور جلد چہارم جس میں ابراہیم نامی ۱۸۹ علماء اور ان کے اساتذہ و شاگردوں کے حالات و کوائف کی تفصیل درج ہے۔ ۲۰۰۶ء میں ادارہ ہذا سے طبع ہو چکی ہے[۲]۔"

---

(۱)۔ ہزار سال پہلے (ص ۲۹۱)۔

(۲)۔ مقدمہ معجم المصنفین جلد دوم (ص ۱۰)۔

صاحبِ معجم المصنفین علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور شیخ الحدیث ندوۃ العلماء مفتی حیدر حسن خاں ٹونکیؒ

اسے علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی کم نصیبی کہیں یا کچھ اور؟ کہ علامہ کے قلم سے جس قدر علمی ذخیرہ صادر ہوا اس کا اکثر حصہ حالات کی نذر ہو گیا۔ معجم المصنفین جیسے شاہکار انسائیکلوپیڈیا کا کچھ ہی حصہ منصہ شہود پر رونما ہو سکا حالانکہ علامہ موصوفؒ کی زندگی کا اکثر حصہ اس ہی تالیف اور اس کی ترتیب میں گذرا اور آپؒ کے بعد یہی کتاب علامہ موصوفؒ کی پہچان اور معرفت کا سبب بھی بنی۔ صاحب زادہ شوکت علی خاں رقمطراز ہے:

> ”مولوی محمود حسن خاں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ معجم المصنفین کے ترتیب میں گزارا اس لئے یہاں ٹونک کے اکثر کتب خانے ان کے کنھگالے ہوئے تھے۔ ریاستی کتب خانے بھی ان سے متعلق تھے اس لئے کتابوں کا ذیادہ ذخیرہ ذاتی طور پر انہوں نے جمع نہیں کیا۔ پھر بھی ان کے پاس کافی کتابیں تھیں۔ ان میں سے کچھ کتابیں قاضی عرفان صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہیں(۱)۔“

المیہ یہ ہے کہ علامہ موصوفؒ کے علم و فضل سے جس قدر امت کو فائدہ پہنچنا چاہیے تھا وہ میسر نہ آسکا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرہ نگار آپؒ کی حیات مبارکہ کے اکثر گوشے ذکر کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ بعض نے تو علامہ موصوفؒ کا تذکرہ آپؒ کے چھوٹے بھائی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو مولانا حیدر

(۱)۔ قصر علم ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر (ص ۲۰۹)۔

حسن خاں ٹونکیؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ضمناً کیا ہے دوسری طرف جن حضرات نے علٰحدہ سے علامہ موصوفؒ کے حالات قلم بند کئے ہیں انہوں نے بھی چیدہ چیدہ احوال و واقعات پر اکتفاء کیا ہے۔

اس کے برعکس شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ جو علامہ موصوفؒ کے شاگرد اور بھائی ہیں، کا تذکرہ بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے اور واقعی یہ ان کا حق بھی ہے حالانکہ پُرمغز تالیفات اور فنِ رجال میں علامہ موصوفؒ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ سے فائق معلوم ہوتے ہیں کیونکہ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ قلیل التصنیف تھے(۱) اور علامہ موصوفؒ کا خط بھی مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ سے عمدہ تھا چنانچہ منقول ہے:

"مولانا (حیدر حسن خاں ٹونکیؒ) قلیل التصنیف تھے میرے علم میں تین یا چار رسائل ان کے یادگار ہیں۔ ایک حجاب شرعی پر ان کا رسالہ جو ان کے عزیز شاگرد مولوی رئیس احمد صاحب جعفری نے مطبع قیمہ بمبئی سے چھپوا دیا تھا۔ دوسرے صاع اور مسئلہ رفع یدین پر ان کے منفرد رسائل ہیں جنہوں نے ایک کتاب کی شکل اختیار کر لی.... مولانا کو خود لکھنے کی زیادہ عادت نہ تھی، غالباً مستقلاً خط اور خوش نویسی نہیں سیکھی تھی، مولانا کے والد مولانا احمد حسن خاں صاحب بڑے اچھے خطاط اور کاتب تھے، مولانا فرماتے تھے کہ والد صاحب کی طبیعت اس کوہ کندن اور کاہ بر آوردن سے اچاٹ تھی، فرماتے تھے کہ اس میں میں نے بڑا وقت ضائع کیا لیکن ان کے منجلے صاحبزادے مولانا محمود حسن خاں صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا، ان کے بعض خطوط ہمارے مرقع کی زینت ہیں اور تحریر

(۱)۔ یہ بات مفکر اسلام مولانا ابو الحسن علی ندویؒ نے نقل کی ہے البتہ محمد عامر صدیق ٹونکی نے مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کے ۲۳ رسائل کا تذکرہ کیا اور ان میں اکثر کے نام بھی درج کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو: حیاۃ العلامۃ المحدث حیدر حسن خاں ٹونکی از محمد عامر صدیق ٹونکی (ص ۱۳۶)۔

کا ایک گلدستہ معلوم ہوتے ہیں[1]۔"

تاہم مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کی یہ خوش بختی تھی کہ انہیں ایسے رجال تیار کرنے کا موقع میسر آگیا جنہوں نے پاک و ہند میں ڈوبتی علمی ریاست کو نہ صرف جلا بخشی بلکہ حتی الوسع اس ریاست کی حفاظت و نیک نامی میں برسرِ پیکار رہے اور یہ آج بھی علمی دنیامیں زندہ و جاوید ہیں ان کی علمی و فنی تحقیقات آج بھی سند کا درجہ رکھتی ہیں ان پر مقالے لکھے جاتے ہیں اور انہیں مرجع بنایا جاتا ہے۔

ان نمایاں شخصیات میں علامہ عبد الرشید نعمانیؒ، ابو الحسن علی ندویؒ، استاد رئیس احمد جعفری، مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ، محمد عامر صدیقی ندویؒ اور عمران خان ندویؒ وغیرہ شامل ہیں۔ انہی پاکیزہ نفوس کی یہ قدر دانی تھی انہوں نے اپنے معلم و مربی کی ہر ادا، مزاج، گوناگوں اوصاف، تربیتی و تحقیقی طریقہ ہائے تدریس، اندازِ بیاں، اوصاف حمیدہ، اور مولانا کی نجی، خانگی، بیرونی، علمی اور روحانی زندگی کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ افادہ عام کے لئے آگے بھی منتقل کیا۔ یہ سعادت وخوش بختی علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے حصہ میں نہ آسکی بلکہ ایک آدھ کام کے شاگرد جو ہاتھ آئے تھے وہ بھی مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ کی دین تھے۔ ان میں سر فہرست مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحب کا نام آتا ہے جو صاحبِ فضیلت ولیاقت اور علم و فضل کے حامل ہیں۔ انہیں علامہ موصوفؒ کی درخواست پر مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ نے ان کے پاس بھیج دیا تھا۔

"مجھے (عبد القدوس ہاشمی) اس درمیان میں مولانا حیدر حسن خاں اور سید العلماء سید سلیمان ندویؒ دونوں کے خطوط ملے کہ تمہیں مولانا محمود حسن خاں حیدرآباد دکن طلب فرماتے ہیں چنانچہ وہ حیدرآباد چلے

(۱)۔ پرانے چراغ (۱/۱۷۷)۔

گئے یہ واقعہ سن ۱۹۳۲ء کا ہے اس کے بعد ۱۹۴۳ء تک گیارہ سال مولانا کی خدمت میں رہے مولانا مرحوم اس مدت میں زیادہ تر حیدر آباد ہی میں رہے اور اس مکان میں قیام پذیر تھے جہاں ہاشمی صاحب رہتے تھے آپ کا اکثر وقت مولانا کی خدمت میں گذرتا[۱]۔"

حالانکہ مولانا عبد القدوس ہاشمیؒ علامہ موصوفؒ کے باقاعدہ و رسمی شاگرد نہیں ہیں لیکن انہیں یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ گیارہ برس علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی صحبت میں رہے، آپؒ کی تالیف بے نظیر معجم المصنفین میں مدد و معاون رہے، آپؒ کی گوناگوں صفات و احوال کے گواہ بنے، آپؒ کے سلسلہ فیض کے خوشہ چنیں ہوئے، آپؒ کے علمی سلسلہ کو مزید ترقی دینے میں کوشاں رہے اور علامہ موصوفؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے مسودات و بیاضات کی حوالگی کے اہل قرار پائے۔ چنانچہ حکیم سید محمد احمد فرماتے ہیں:

"آخر میں آپ کی تصنیف معجم المصنفین کے مسودات کی تکمیل کا کام جامعہ عثمانیہ حیدر آباد سے ان کے سپرد ہوا موصوف نے سالہا سال صرف کرکے اسے مکمل کیا فہرستیں تیار کیں اور سن ۱۹۴۳ء میں سر رشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ کے سپرد کیا اور اس کی طباعت شروع نہیں ہوئی تھی کہ مولانا حیدر آباد سے چلے آئے اس کے مسودات کی چار جلدیں بیروت سے شائع ہوئی تھیں اور باقی اٹھائیس کے مسودات سر رشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ میں محفوظ تھے مسودات کی تکمیل کے بعد مولانا ہاشمی نے ایک فہرست مصادر بہ ترتیب حروف تہجی تیار کرکے آخر میں شامل کردی تھی اس فہرست میں عربی، فارسی، اردو، ترکی،

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء (ص ٦٧)۔

فرانسیسی، ڈچ اور جرمن و اسپین کی زبان کے تقریباً ۲۶۷ کتابوں کا ذکر تھا آخر میں مشہور جرمن مستشرق بروکلمان کی تاریخ ادبیات عرب اور اس کے ضمیمہ جات سے پوری کتاب کو مقابلہ کیا گیا[۱]۔"

مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحبؒ نے فاران کراچی میں علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کا بہترین تذکرہ کیا ہے ان کے علاوہ تذکرہ نگاروں میں حکیم سید محمد احمد اور محمد عامر خاں ندوی نمایاں ہیں حالانکہ یہ حضرات بھی علامہ موصوفؒ کے باقاعدہ شاگرد نہیں لیکن ان کے علمی وروحانی خوان سے خوشہ چنیں ضرور ہیں انہوں نے بھی اس بابت جامع و اہم معلومات فراہم کی ہیں تاہم پھر بھی علامہ موصوفؒ کی حیاتِ جاوید کے اکثر پہلو تشنہ تکمیل ہیں اور بہت سے سوالات کے جوابات پردہ خفا میں ہیں۔

اور پھر ہندوستان کی پراگندہ فضا اور غتہ ٹوک تاریکی میں جس ہمت وعزمت سے اس علمی خانوادہ نے علم کی شمع روشن کئے رکھی وہ موجودہ زمانہ کے اہل علم کے لئے مشعلِ راہ ہے اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ اور اس علمی خانوادہ کے جملہ اہل علم اشخاص کے مفصل حالات مستقل کتاب میں قلم بند کئے جائیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس پر آشوب، اندوہ ناک اور تاریک حالات میں کیسے ان عالی ہمت نفوس نے دینی، روحانی، اخلاقی اور خانگی اقدار کی حفاظت کی؟ انہیں کیا کیا مشکلات درپیش رہیں؟ اور ان کے حل کے لئے کیا کیا اقدامات کئے گئے؟ آل اولاد کی تربیت، کردار سازی، علوم وفنون میں مہارت کے لئے کن کن وسائل، اسالیب اور گوناگوں طریقوں کو بروئے کار لایا گیا؟ اور یہ اصلا تو اس خانوادہ کی اہل آل اولاد پر قرض ہے اللہ رب العزت انہیں اس قرض سے

---

(۱)۔ ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء (ص ۶۸)۔

خلاصی کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس مقام پر حضرت الاستاد عبد الحلیم چشتی نور اللہ مرقدہ کا وہ جملہ یاد آگیا کہ ایک مرتبہ کسی طالب علم نے چشتی صاحبؒ کا وسیع و عریض کتب خانہ دیکھ کر کہا تھا، استاد جی ! آپ نے تو خوب علمی ورثہ جمع کررکھا ہے یہ آپؒ کو بعد میں بھی فائدہ پہنچائے گا۔ اس پر حضرت الاستادؒ نے ارشاد فرمایا:

”میاں ! یہ تو بے جان کتابیں ہیں معلوم نہیں ہمارے بعد ان کا کیا ہو گا۔ ہمارا حقیقی ورثاء تو ہمارے شاگرد ہیں مجھے امید ہے وہ ہمیں رسوا نہ کریں گے اس علمی سلسلہ کو جاری وساری رکھیں گے۔“

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱)نزہۃ الخواطر از عبد الحی لکھنویؒ،(۲)الاعلام للزرکلی از خیر الدین زرکلیؒ،(۳) معجم المولفین از عمر رضا کحالہؒ،(۴) تاریخ ٹونک از عمران خان ٹونکیؒ،(۵) ریاست ٹونک کے چند علماء از محمد احمد ٹونکیؒ،(۶) پرانے چراغ از ابو الحسن علی ندویؒ،(۷) چند تصویر نیکاں از عبد السلام قدوائی ندویؒ،(۸) حیات العلامہ المحدث حیدر حسن خاں الطونکی از محمد عامر صدیقی ٹونکیؒ۔(۹) تاریخ ٹونک از محمد اعجاز خاںؒ،(۱۰) معجم المصنفین مترجم از محمد عامر خاں ندویؒ،(۱۱) مولانا محمود حسن خاں ٹونکیؒ از مولانا عبد القدوس ہاشمیؒ رسالہ فاران کراچی۔

جواد الٰہی

.... **** ....

مقدمۃ الکتاب

(اختلافِ مذاہب کی اصولی اقسام)

دنیا میں جس طرح آدم کی صورتیں مختلف ہیں اسی طرح ان کے دماغ، ان کی عقلیں، خیالات اور عقیدے بھی ایک سے نہیں، بلکہ ان میں کم یا زیادہ فرق ضرور پایا جاتا ہے، لیکن غور سے دیکھیے تو لوگوں کے عقائد اور مذاہب کے یہ تمام اختلافات تین بنیادوں پر قائم ہیں، اور اسی اعتبار سے جملہ مذاہب کو اصولاً تین قسموں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

اول: تقلیدی مذاہب

تقلیدی اور آبائی مذہب کہ آدمی جس گھر میں پیدا ہوا، اسی میں اپنے والدین یا پرورش کرنے والوں کے سکھائے ہوئے دین کو بے سوچ سمجھے پابند ہو گیا۔ حدیث شریف میں جو آتا ہے کہ ”ہر بچہ فطرت (صحیح) پر پیدا ہوتا ہے، اور اس کے والدین اسے یہودی اور مجوسی بناتے ہیں“ [1] اسی قسم کے تقلیدی مذہب کی طرف اشارہ ہے۔

---

(۱). صحیح بخاری ، کتاب الجنائز، باب ما قیل في أولاد المشرکین رقم (١٣٨٥)، وصحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ رقم (٢٦٥٨)، سنن الترمذی ، ابواب القدر، باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرۃ رقم (٢٢٧٤) ،سنن أبو داود، کتاب السنة، باب في ذراري المشرکین رقم (٤٧١٤)، موطأ إمام مالك (١/ ٢٤١)، مسند أحمد رقم (٧٤٤٥). صحیح ابن حبان رقم (١٢٩)- مسند البزار رقم (٤٥١٦). شرح مشکل الآثار رقم (١٣٥٦). مصنف عبد الرزاق رقم(١٦٨٢١)-

ثانی: تحقیقی مذاہب

تحقیقی مذہب کہ جب آدمی ہوش سنبھالتا ہے، اور تقلید سے آزاد ہو کر امور فطرت پر خود غور کرتا اور عقل دوڑاتا ہے تو مشاہدات اور تجربات اسے استدلال کا طریقہ سکھاتے ہیں، علت و معلول اور اسباب و نتائج کے سلسلے پر سوچتے اس کی عقل **علت اولیٰ** اور **مبدء حقیقی** تک رسائی پاتی ہے۔ لیکن اس عقلی بنیاد پر طرح طرح کے اور بہت سے مذاہب قائم ہیں۔

ا۔ توحیدِ ابراہیمی

ایک توحید ابراہیمی کا مذہب ہے کہ جب آنحضرت علیہ السلام]حضرت ابراہیم علیہ السلام[کو رات نے آلیا، تو انہوں نے:

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ ٱلَّيۡلُ رَءَا كَوۡكَبٗاۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّيۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ ٱلۡأٓفِلِينَ ۝٧٦ فَلَمَّا رَءَا ٱلۡقَمَرَ بَازِغٗا قَالَ هَٰذَا رَبِّيۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمۡ يَهۡدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلضَّآلِّينَ ۝٧٧ فَلَمَّا رَءَا ٱلشَّمۡسَ بَازِغَةٗ قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَآ أَكۡبَرُۖ فَلَمَّآ أَفَلَتۡ قَالَ يَٰقَوۡمِ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّمَّا تُشۡرِكُونَ ۝٧٨ إِنِّي وَجَّهۡتُ وَجۡهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ حَنِيفٗاۖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ﴾ [الأنعام: ٧٦-٧٩].

ترجمہ: چنانچہ جب ان پر رات چھائی تو انہوں نے ایک ستارا دیکھا۔ کہنے لگے: یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو انہوں نے کہا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ: یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب انہوں نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے یہ زیادہ بڑا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہوا تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں۔ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات

کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسباب فطرۃ کی کمزوری اور محکومی بیان فرمائی اور انہیں چھوڑ کر صرف فاطر اول (سب سے پہلے پیدا کرنے والی ذات) کو رب حقیقی قرار دیا اور اپنے آباء واجداد کے مشرکانہ عقائد سے بیزاری ظاہر کی۔

مشرکین عرب کے مقابلے میں اس قسم کے استدلال اور بھی جابجا قرآن شریف میں آئے ہیں، کہ یہ سب اشیائے حسیّہ جیسے چاند، سورج، تارے، باد وباراں، حیوانات ونباتات وغیرہ خود کوئی قدرت نہیں رکھتے بلکہ نظامِ الٰہی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور دلالت کرتے ہیں کہ ان سب کی پیدا کرنے والی اور کارفرما کوئی ذات صاحبِ قدرت اور واحد ہی ہو سکتی ہے:

وفي كل شيء له آية

تدل على أنه واحد

ترجمہ: ہر ذرہ میں اسی کی نشانی (پنہاں) ہے۔
جو اس ذات کے وحدہ لاشریک لہ ہونے کی دلیل ہے۔(۱)

---

(۱)۔ یہ اشعار مختلف شعراء کی طرف منسوب ہیں ان میں مخضرم تابعی شاعر لبید بن ربیعہ العامریؒ کے علاوہ ابو نواسؒ اور ابو العتاہیہؒ کے نام ملتے ہیں۔ اس کے دیگر اشعار یوں ہیں:

فيا عجبا كيف يعصي الإله — أم كيف يجحده الجاحد

وفي كل شيء له آية — تدل على أنه واحد

و لله في كل تحريكه — و تسكينة أبدا شاهد

(ملاحظہ ہو: محاضرات الادباء للراغب الاصفہانی ۲ / ۴۰۰)

۲۔ مجوسی فرقہ

اسی عقلی اور تحقیقی مذہب کے تحت ایک فرقہ ثنویت پرستی ہے جو نیکی اور بدی کے الگ الگ دو خدا (یزدان و اہریمن) کا معتقد ہے، اس فرقہ نے بھی اپنے اعتقاد کی بنیاد مشاہدہ پر رکھی ہے۔ اور یہ دیکھ کر کہ دنیا میں خیر و شر ہمیشہ سے (باہم) مصروف کشمکش ہیں، اور ایک دوسرے کو بالکل معدوم نہیں کرسکتے، اس فرقہ نے کائنات کے دو کار فرما، خدا قرار دیے ہیں۔[۱]

عقل و تحقیق ہی کی اساس پر حکمائے قدیم وجدید کے اور بے شمار فرقے اور عقیدے مرتب ہوئے ہیں، اور ان کا باہمی اختلاف اور اصولی تبائن وتضاد دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عقلِ انسانی کیسی نامعتبر رہ نما ہے، اور کتنی آسانی سے مختلف راستوں پر پڑ جاتی ہے، ان سب فرقوں کے حالات لکھنے کا یہ محل نہیں اجمالی طور پر بعض مشہور فرقوں کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔[۲]

۳۔ سوفسطائیہ اور لاادریہ

«سوفسطائیہ» اور« لا ادریہ» یہ ارباب عقل و تحقیق کا وہ گروہ ہے جو محسوسات، بدیہات اور مشاہدات کے حقیقی وجود کا انکار کرتا ہے، اس کا قول ہے کہ ہماری ساری معلومات حواس ظاہری کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں اور حواس، اصلیت ظاہر کرنے میں خطا کرتے ہیں، جس کی ایک موٹی مثال یہ ہے کہ سورج اور چاند ہمیں آنکھ سے ایک توے کے برابر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ کہیں بڑے کُرّے (گیند) ہیں، اسی طرح دوسرے حواس کی خطا (غلطی) ثابت ہے۔

(۱)۔ الملل والنحل للشہرستانی (۱/ ۲۲۸)۔ التبصیر فی الدین للاسفرائینی (۱/ ۱۵۰)۔

(۲)۔ فرقوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) الملل والنحل للشہرستانی (۲) الفرق بین الفرق لعبد القاهر البغدادی (۳) الابانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیۃ لابن بطہ۔

پس ہمارے علم کا ذریعہ ہی ناقابل اعتبار ہے، تو کسی شے کی حقیقت تک ہم کیوں کر پہنچ سکتے ہیں!؟ ہماری واقفیت کی بنیاد، علم کی بجائے صرف توہم ہے، اسی توہم پر علوم عقلی کی بناء ہے لہذا اس فرقے کے نزدیک جملہ معقولات، لاعلمی کا مرتبہ رکھتے ہیں، اور تمام عالم محسوسات بے اعتبار ہے۔[۱]

۴۔مادیت پرستی(Materialism)

انسانی تجربے اور عقل کی بناء پر ایک فرقے نے طبیعت پرستی (یا جسے آج کل مادہ پرستی کہتے ہیں) کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ وجود عالم کو اتفاقی چیز سمجھتے ہیں، دنیا میں جو کچھ تغیرات ہو رہے ہیں، وہ سب مادے یا جسم کی طبیعت (فطرت) کا مقتضٰی ہیں، نباتات وحیوانات کا پیدا ہونا، پھلنا پھولنا، سب طبیعت شخصی ونوعی کے اثر سے ہے، اور مشاہدہ مقتضائے طبائع سے زیادہ کچھ ثابت نہیں کرتا، جسم بننے کے ساتھ حیوانات میں روح پیدا ہوتی ہے اور جسم فنا ہوتا ہے، تو روح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نہ اعادہ جسم (جسم کا دوبارہ زندہ ہونا) کسی تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہے، نہ روح کی بقا یا اعادے کا کوئی ثبوت موجود

---

(۱)۔ سوفسطائیہ حکمائے یونان کی ایک جماعت گذری ہے۔ یہ دراصل "سفسطہ" سے بنا ہے "سفسطہ" کا معنی ہے ملمع کی ہوئی حکمت۔ "سوفا" علم وحکمت اور "اسطا" دھوکہ دہی کو کہتے ہیں اور سوفسطائی اس شخص کہا جاتا تھا جو ثابت شدہ حقائق تک رسائی کو ناممکن سمجھتا ہو۔ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سوفسطائیہ کے تین گروہ ہیں: (۱) لاادریہ، ان کے مطابق کسی شی کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں اس لئے اس گروہ کا فرد اشیاء کے اثبات ونفی کا انکار کرتا ہے اور ہر سوال کے جواب میں لاادری (میں نہیں جانتا) کہتا ہے۔ (۲) عنادیہ، یہ گروہ سرے سے حقیقت کا ہی منکر ہے کہ کسی حقیقت کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ (۳) عندیہ، ان کا کہنا ہے کہ حقیقت ہماری رائے کے تابع ہے جو رائے ہم اختیار کریں گے وہی حقیقت ہوگی۔ (ماخوذ از معین الفلسفہ، مفتی سعید احمد پالنپوریؒ)

ہے۔ اسی عقیدہ کے باعث یہ فرقہ تناسخ ارواح کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔[۱]

۵۔عقیدہ تناسخ(Reincarnation)

حکمائے سلف کے ایک فرقے نے **تناسخ** کا عقیدہ نکالا ہے، مگر اس کا کوئی ثبوت جو انسانی مشاہدے اور تجربے میں آسکے موجود نہیں ہے۔[۲]

٦۔مغربی فلاسفہ۔۔ نظریہ ارتقاء(Darwinism)

فرنگی فلاسفہ کا ایک گروہ جو اصولاً طبیعت پرست ہے۔ یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ انسان وحیوان میں کچھ تفاوت (فرق) نہیں۔ حیوان بتدریج ترقی پاکر بصورت انسان کامل ہوا ہے۔ یہ وہم اگرچہ مختلف مشاہدات پر مبنی ہے، لیکن اصل تغیر کا کوئی تجرباتی ثبوت عینی شہادت[۳] بہم نہیں پہنچا سکتا۔

بہر حال یہ سب اور بے شمار مختلف فرقے تحقیقی یا اجتہادی مذہب کے تحت داخل ہیں، اور سب کے بانیوں نے اپنے اپنے عقلی دلائل اور مشاہدات پر اپنے

---

(۱)۔ یہ گروہ قدیم زمانہ سے آج تک کسی نا کسی شکل وصورت میں چلا آرہا ہے۔ موجودہ زمانہ اس کے بامِ عروج کا زمانہ ہے اس کی آماج گاہ دنیا کی نام نہاد ترقی یافتہ قومیں (یورپی اقوام) ہیں۔ اسے یورپ میں سینچا جاتا ہے اور اس کے افکار ونظریات کو نئے وجاذبِ نظر قالب میں ڈھال کر تعلیمی اداروں کے ذریعے پسماندہ ونیم ترقی یافتہ ممالک میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ مادیت پرستی ہماری معاشرتی، سماجی، اخلاقی اور دینی اقدار کے انحطاط کا باعث ہے اس لئے اس کا تدارک ناگزیر ہے۔ اس کی حقیقت اور علاج کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) مادیت کا فتنہ اور علاج از علامہ یوسف بنوریؒ (۲) معرکہ ایمان ومادیت از ابو الحسن علی ندویؒ۔

(۲) - التبصير في الدين (١/ ١٣٦). معالم أصول الدين للفخر الرازي (ص٢١٤). الروح في الكلام لابن قيم الجوزية (١/ ١١٤) . تقرير دلپزير (ص٢٣٣) -

(۳)۔ اصل کتاب میں "عیسی شہادت" مذکور ہے لیکن بظاہر "عینی شہادت" معلوم ہوتا ہے۔

عقائد کی بنیاد رکھی ہے۔

ثالث: تعلیم و تقلیدِ انبیاء علیہم السلام

مذاہب کی تیسری قسم انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تقلید (اتباع) پر مبنی ہے، تمام شریعتیں نوح علیہ السلام سے لے کر عہد ختمِ نبوت تک اسی سنگین (مضبوط) اساس پر قائم ہیں۔

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ كَبُرَ عَلَى ٱلۡمُشۡرِكِينَ مَا تَدۡعُوهُمۡ إِلَيۡهِۚ ٱللَّهُ يَجۡتَبِيٓ إِلَيۡهِ مَن يَشَآءُ وَيَهۡدِيٓ إِلَيۡهِ مَن يُنِيبُ﴾ [الشوری: ۱۳].

ترجمہ: اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (پھر بھی) مشرکین کو وہ بات بہت گراں گذرتی ہے جس کی طرف تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے، چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو کوئی اس سے لو لگاتا ہے، اسے اپنے پاس پہنچا دیتا ہے۔

(سماوی ادیان کے مشترکہ بنیادی عقائد)

ان سب کے (بنیادی) عقائد اصول مشترک ہیں۔ یعنی

۱۔ **توحید باری تعالیٰ سبحانہ** اور اس کی صفات علم، کلام، سمع، بصر وغیرہ۔

۲۔ **قیامت** یعنی نظام کائنات کا ایک روز درہم برہم ہونا اور انسان کا اپنے افعال کی سزا جزا پانا۔ اور

۳۔ **عقیدہ نبوت** یعنی خاص بندوں پر فرشتہ کے ذریعے خدا کے پیام کا آنا اور بندوں کی ہدایت کے لیے امور غیبیہ پر مطلع کرنا وغیر ذلك مما يلازمها (اور

ان کے علاوہ دیگر ضروری امور)۔

(حکمائے نبوت و حکمائے عقول)

انسانی مذاہب کی یہی بنیادیں ہیں، لیکن اگر تقلیدی مذاہب سے قطع نظر کیجیے تو اس میدان کے اصلی حریف دو ہیں: ایک جانب **حکمائے عقول** کے عقائد ہیں، اور دوسری طرف **حکمائے نبوت** کے عقائد۔ امور غیبیہ کے متعلق حکمائے نبوت جو تعلیم دیتے ہیں وہ مشاہدات اور عقل عامہ کی سرحد سے ماوراء ہے، اور ان کے مقابلہ میں حکمائے ظاہر کا دعویٰ ہے کہ ہمارے عقائد کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر ہے اور بے شبہ (بلا شبہ) اس دعوے میں ایسی کشش ہے کہ طبعًا اہل تحقیق اس طرف مائل ہوتے ہیں۔ لیکن تجربہ صرف بعض اشیاء کے خواص اور قوانین طبعی (فطری قوانین) تک اس دعوے کا ساتھ دیتا ہے۔

تجرباتی علوم (یعنی سائنس) کی حد یہ ہے اور اس کے آگے اہل فلسفہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ محض قیاس آرائی اور پریشان خیالی ہے کہ جس نے ان کے عقائد کو تسلیم بھی کیا، کبھی اس کو تشفی نہ ہوئی، اور سالہا سال کی تکلیف و مشقت کے بعد معلوم ہوا کہ جسے وہ منزل مقصود سمجھتا تھا وہ خالی میدان ہے۔

(حکمائے عقول کا بطلان)

حکمائے عقول کے عقائد کے ناقص و باطل ہونے کی ایک دلیل، ان کا اصولی اختلاف اور ان کی ناپائیداری ہے کہ ہمیشہ کسی "طالیس" کے نظامِ عقائد کو "سقراط" اور کسی "سقراط" کی بساط حکمت کو کوئی "ارسطو" درہم برہم کر دیتا ہے، جو بڑا فلسفی اٹھتا ہے وہ حکمائے پیشین (اپنے سے پہلے فلاسفر) کے "ازلی حقائق" کی تردید و تغلیط کرتا اور اپنا جدید نظام عقائد مرتب فرماتا ہے، اور دنیا اس

کے جدید فلسفے کو ماننے یا نہ ماننے، پہلے حکماء کے نتائج سے ضرور منحرف یا بدگمان ہو جاتی ہے۔ جہاں تک تاریخ کی رسائی ہے ہم شروع سے عقل پرستوں کو اسی کشمکش اور زور آزمائی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور آج بھی وہ یہ نہیں کر سکتے کہ کسی ایک نقطے پر متحد اور قائم ہو جائیں۔

حقیقت شناس، فلسفہ کی اس ذاتی کمزوری کا سبب خوب پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حکمائے عقول عالم مشاہدات میں رہ کر عالم غیب کی گتّھیاں سلجھانا چاہتے ہیں جو بالکل دوسرا عالم (جہاں) ہے۔ ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو ساحل پر بیٹھ کر لوگوں کو پاتال (زمین کے سب سے نچلے طبقہ) کی خبر دے، یا اس مینڈک کی جس نے ساری عمر کوئیں میں گذاری اور وسعت دریا کا مضحکہ انگیز تخیل قائم کیا۔

عالمِ مشاہدات (دنیا) بڑا گورکھ دھندا ہے، انسان کی عقل اور علم صدیوں تک ٹکریں مارنے کے بعد اس عالم (جہاں) کے صرف چند قوانین و حقائق تک رسائی پا سکے ہیں۔ پھر عقائد کا عالم (غیب کا جہاں) تو بالکل ہی جداگانہ ہے۔ عالم محسوسات کی کسی دلیل سے عقائد کی تحدید نہیں ہو سکتی۔

پس انبیاء علیہم السلام کے پیرو (متبعین) عقائد حقہ کی بنیاد انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو قرار دیتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ عقائد شہادت (مشاہدہ) کے حِسّی امور نہیں ہیں بلکہ عالمِ غیب «ما غاب عن الحس والحدس» (جو حواس خمسہ و مشاہدہ سے اوجھل ہو) کے علوم ہیں جس طرح عالم مشاہدات کے حکماء اس عالم کے مجربات سے واقف و باخبر ہیں، اسی طرح اس عالم (غیب کے جہاں) کو دیکھنے اور جاننے والا انبیاء علیہم السلام کا گروہ کثیر ہے، اسی باخبر گروہ کے اخبار (بتلانے) سے علوم غیبیہ یعنی عقائد محدود (خاص عقائد) راسخ ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ حکماء جو عالم غیب سے بے خبر ہیں، عالم شہادت کا انکار کرتے ہیں لیکن

ان کا انکار اس باخبر گروہ (علیہم السلام) کی خبروں کی تردید نہیں کر سکتا، جس کا بدیہی نظریہ ہے کہ فطرت کے گہرے راز اور عجیب عجیب حقائق عرصہ دراز تک غور و محنت کرنے کے بعد مشاہدے اور تجربے میں آئے ہیں، نئے انکشافات اور اختراعات (ایجادات) جو عالی دماغ حکماء نے ایجاد کیے ہیں، وہ سب بتدریج اور بڑی بڑی تدبیروں اور طرح طرح کے تجربوں سے حاصل ہوئے ہیں۔

اثنائے ایجاد و تجربہ میں تجربہ کرنے والا حکیم خود بھی متردد رہتا ہے۔ آخر بہت سی منازل طے ہونے کے بعد اس کا تجربہ کامل اور یقین حاصل کرتا ہے۔ پھر بھی عام لوگ جو حکمت اور تجرباتی علوم (سائنس) سے ناواقف ہیں اور اسباب اختراع سے عاری الذہن ہیں، مخترع اشیاء (نئی ایجادات) کو خلاف عقل سمجھتے ہیں اور مشاہدہ ہوئے بغیر (بن دیکھے) حکیم کے علوم و اخبار سے انکار کرتے رہتے ہیں، لیکن ان کا یہ انکار ان علوم کی تردید نہیں کر سکتا، مثلاً آلہ **لاسلکی** یا **فوٹو گراف** کی ایجاد کے عام ہونے سے قبل اگر کہا جاتا کہ بغیر وسائط معمولی کے ہزاروں میل پر خبر معلوم ہو سکتی ہے، یا آدمی کی آواز جو غیر مادی چیز ہے محفوظ رہ سکتی ہے، تو ناواقف عوام قطعی انکار کرتے، لیکن ظاہر ہے کہ ان کا یہ انکار حکیم کے علوم کا بطلان نہیں کر سکتا تھا۔

(علومِ نبوت)

اب **نبوت** کے علوم کو لیجیے جو حسّی تجربات سے ماوراء عالم غیب کے اخبار و مشاہدات ہیں جیسے صفات باری عز اسمہ، وجود عالم ارواح، ملائکہ، جن و شیاطین، کسی وقت میں قیامت کا آنا وغیرہ وغیرہ جو **عقائد و ایمانیات** میں ہیں۔ ان علوم کی تحقیق و تصدیق طبیعیات و سائنس، ہیات و ریاضیات سے ممکن نہیں ہے لیکن اس بناء پر ان عقائد کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ناواقف شخص مخترع حکیم

(سائنس دان) کی ایجاد کا یقین نہیں کرتا۔ ایسے ہی ناواقف منکرین انبیاء علیہم السلام کے علوم واخبار سے انکار کرتے تھے اور:

﴿أَرِنَا ٱللَّهَ جَهۡرَةً﴾ [النساء: ١٥٣].

ترجمہ: (ہمیں دکھادے اللہ تعالی کو آنکھ سے)۔

کہہ کر تجربہ اور (عینی) مشاہدہ چاہتے تھے۔ لیکن جس طرح علوم دنیا کی باریکیوں تک عوام الناس کی نظر نہیں پہنچ سکتی، اسی طرح علوم غیبی کو ہر کس وناکس مشاہد نہیں کر سکتا۔ البتہ اس عالم کا مشاہدہ اور تجربہ کرنے والا انبیاء علیہم السلام کا گروہ کثیر ہے، اور ہر صاحب خرد (عقلمند) کو چاہیے کہ وہ مشاہدہ کرنے والوں کی بات کو تسلیم کرے، اگرچہ ناواقف ماننے سے انکار (کرتا) ہو۔

پھر جس طرح کافی محنت اور چند سال کی تعلیم سے ایک طالب علم سائنس کے علوم ورموز سے شناسائی پیدا کرتا ہے، اسی طرح تزکیہ نفس کی ریاضتوں سے روحانی اور غیبی معارف کا بھی ایک وجدان اور ذوق پیدا ہو سکتا ہے۔ اور کم سے کم **ملائکۃ الارض** یعنی سفلی روحانیات (زمینی فرشتوں) کے ایسے تصرفات انسان پر منکشف ہونے لگتے ہیں، جو اگرچہ کسی حسی برہان سے ثابت نہیں ہو سکتے تاہم کوئی صاحب فراست ان کا منکر نہیں۔ اور سچے دینداروں کو روحانی علوم کا جو ذوق اور وجدانی یقین ہوتا ہے، وہ ایک بدیہی امر ہے۔

(حقیقتِ نبوت)

رہی **نبوت**، سو وہ محض خداداد ملکہ روحانی ہے جن خوش قسمتوں کو یہ قابلیت خاص عطا ہوئی، انہوں نے غیب کی چیزوں کا مشاہدہ کیا اور وہاں کے معارف سے باخبر ہوئے۔ یہ بزرگ علیہم السلام عالم غیب کے حکیم ہیں، جس حکمت کو قرآن

حکیم نے ایک بڑی دولت سے تعبیر فرمایا ہے، وہ یہی غیبی علوم کی واقفیت ہے۔

﴿وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرة: ٢٦٩].

ترجمہ: اور جسے حکمت سے نوازا گیا، اسے یقینا بہت بڑی بھلائی دی گئی۔

ان حکماء کے اخبار کی جانچ کسی حسی برہان (دلیل) سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ عالم غیب کے اخبار ہیں، اور اس عالم کا مشاہدہ اور تجربہ کرنے والے یہی انبیاء علیہم السلام ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى ٱلْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُ﴾ [آل عمران: ١٧٩].

ترجمہ: اور (دوسری طرف) وہ ایسا بھی نہیں کر سکتا کہ تم کو (براہ راست) غیب کی باتیں بتادے۔ہاں! وہ (جتنا بتانا مناسب سمجھتا ہے اس کے لئے) اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

پھر جب کہ یہ اخبار غیبیہ، مسائل طبیعیات وریاضیات نہیں ہیں کہ ان کو سائنس کے طریق استدلال سے ثابت یا باطل کیا جا سکے تو ان کے بارے میں کسی فلسفی یا سائنس دان کا انکار کرنا، ایک بے خبر شخص کے انکار کرنے سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا، اور یہ بات طریق ہوش وخرد (عقل وشعور) کے خلاف ہے کہ ایک مشاہدہ کرنے والے کی خبر کو محض اپنا مشاہدہ نہ ہونے کی بناء پر جھٹلا دیا جائے۔ مثلاً ایک شخص جو عمل مسمریزم (شعبدہ بازی) سے واقف ہے، اس کے نتائج عمل سے غیر واقف شخص کا انکار کرنا معتبر نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ بالا بحث کو اچھی طرح سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کیونکہ مذہب اسلام اور دوسرے عقلی مذاہب میں توحید باری تعالیٰ کے مسئلے میں اصولاً اختلاف صفاتِ الٰہیہ اور اخبار غیبیہ کے متعلق ہے کہ استدلالی موحدین کی غور و

تحقیقات کا میدان صرف عالم شہادت (مشاہدہ) ہے، اور وہ اس عالم کے طریق کے مشاہدہ سے امور غیب کا حال نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ان امور غیبی کی اطلاع فقط اخبار انبیاء علیہم السلام سے ہوتی ہے۔

﴿الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ ۝٢ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ ۝٣ وَٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ وَبِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ﴾ [البقرة: ١-٤].

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لئے جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔

(اہم فائدہ)

اس جگہ یہ وضاحت دلچسپی اور فائدے سے خالی نہ ہو گی کہ بعض فرقوں نے عقلی اور نبوی مذہب کے عقائد کو ملا جلا کر اپنا الگ مخلوط مسلک قائم کیا ہے۔ مثلاً **تناسخ** کے عقیدے کو لیجیے کہ موت کے بعد روح کا زندہ رہنا کسی عقلی دلیل اور تجرباتی علم سے ثابت نہیں ہے، مگر **تناسخ** ماننے والوں نے اس عقیدے کو تو انبیاء کی تعلیمات سے اخذ کر لیا اور قیامت اور حشر اجساد یا دنیا کے خاتمے کو عقل کے خلاف دیکھ کر ارواح باقیہ کے واسطے ایک عجیب وغریب نظام تناسخ اپنے آپ تصنیف (گھڑ) دیا۔ اس طرح یہ ایک مخلوط اور مجنس (مختلف اشیاء سے مل کر) عقیدہ بن گیا، بخلاف اسلامی عقیدے کے کہ اہل اسلام موت کے بعد بقائے

روئے (روح) کے بھی قائل ہیں اور نبوی تعلیم کی رو سے یہ بھی مانتے ہیں کہ قیامت کے دن یہی روح دوبارہ جسم انسانی میں اٹھائی جائے گی، گویہ دونوں مسئلے عقلیات اور تجربات سے ماوراء ہیں۔

مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ **تناسخ** کا ماننے والا گذرا ہے، اور یہ لوگ قرآن حکیم کی آیتوں سے اس عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی طرح معتزلہ وغیرہ بعض اور فرقے گذر چکے ہیں جنہوں نے اپنی عقل اور تجربی علوم کے مطابق اسلامی تعلیمات کی تفسیر کرنا چاہی اور طرح طرح کے مخلوط عقائد اور مجنّس (مختلف اجناس کے) مذاہب مرتب کیے، اور قرون ممدوحہ کے بعد سے تاویل و عقلی اجتہاد کا یہ طریقہ اب تک جاری ہے کہ تاویل کرنے والے اس مسلک پر قناعت نہیں کرتے یا اس کو پوری طرح نہیں جانتے جو مستند اور معتبر طریق سے ہم تک پہنچا ہے، بلکہ اپنی عقل ورائے سے تعلیمات نبوی کے نئے نئے معنٰی نکالتے ہیں۔

(خلاصہ کلام)

خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تقلیدی اور آبائی مذہب سے قطع نظر، دنیا میں ایک گروہ استدلالی موحدین کا ہے جو صرف عالم شہادت (دنیا) پر منحصر رہنا چاہتے ہیں، اور توحید باری تعالیٰ کے سوا **غیب** اور **امور غیب** کے عالم (جہاں) ہی سے منکر ہیں۔ ان کے عقائد اور دلائل کی کمزوری اسلامی متکلمین نے ثابت کی ہے، اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہمیں اس رسالے میں مذکورہ بالا گروہ سے بحث نہیں کرنی ہے۔

دوسرا گروہ اہل تاویل کا وہ ہے جو نبوت کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قرون

ممدوحہ کے بعد سے ان لوگوں نے فلسفے کی تقلید کی، اخبار غیب کو فلسفے سے مخلوط کیا، اور آیات کتاب اللہ کی اپنی عقل ورائے سے تفسیر کی۔ یہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں اور علمائے سنت نے ان گروہوں کے جواب میں قرون ممدوحہ سے توارث کا جو محکم اصول پیش کیا ہے اس رسالے میں اسی اصول کی صراحت کرنی مقصود ہے۔ تاکہ صحت عقائد کا معیار بالکل روشن اور واضح ہو جائے۔

.... **** ....

مسئلہ توارث اور قرآن حکیم

(اتباع انبیاء علیہم السلام)

اخبار غیبیہ اور ضروریات ایمان میں اجتہاد ورائے کا دخل نہیں ہے۔ اس لیے امت اسلامی پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی بلا چوں وچرا تقلید کرے، اور آنحضرت ﷺ کے احکام کو بجا لائے کیونکہ وہ احکام در حقیقت خدائے تعالیٰ سبحانہ کے بھیجے ہوئے احکام ہیں۔ اس کلیہ کی قرآن مجید میں جابجا صراحت فرمائی گئی ہے۔

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ﴾ [النساء: ٨٠].

ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ (جل جلالہ) کی اطاعت کی۔

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾ [الحشر: ٧].

ترجمہ: اور رسول جو کچھ تمہیں دے تو اسے لے لو اور وہ جس (چیز) سے تمہیں روک دے پس اس سے باز رہو۔

(اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین)

اسی طرح عقائد اور اعمال صالح کے معاملے میں صحابہ کی برگزیدہ جماعت کی تقلید گویا حکم خدا کی تقلید اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سچا راستہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پیوست فرمادیا ہے۔

﴿أُوْلَـٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَـٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّـٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ أُوْلَـٰٓئِكَ حِزْبُ ٱللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: ٢٢]

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے اور انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

﴿أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ [الحجرات: ٣].

ترجمہ: یہ وہ حضرات جن کے دلوں کی اللہ تعالیٰ آزمائش فرما چکا ہے۔

اور جن کے ایمان کی صحت و صداقت میں کسی نقصان کی گنجائش نہیں، بعد کے لوگوں کو ان ہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

﴿وَٱلسَّـٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَـٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ﴾[التوبة: ١٠٠].

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق (راستہ)، عقائد و ایمان میں اسلام کا سچا راستہ ہے، اسی کو سچے ایمان کا راستہ یا «سبیل المؤمنین» فرمایا گیا اور جو کوئی اس راستے سے تاویل کر کے یا نادانی سے ہٹ گیا، اس کے واسطے قرآن حکیم میں کھلی ہوئی وعید اور ناراضی ہے۔

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ﴾ [النساء: ١١٥].

ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

قرون ممدوحہ کے بعد کی فرقہ بندیوں کا صحیح حدیثوں میں بھی ذکر آتا ہے اور مسلمانوں کے ہادی اور آقا صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کو تمام بعد کے تاویل کرنے والے اور ناقص العقائد فرقوں میں شرکت کرنے سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

«ما أنا عليه وأصحابي»(١) اور «وأصحابي أمنة لأمتي»(٢).

❖ اس زمانہ میں عقائد اور اخبار غیبیہ کے متعلق اجتہاد ورائے زنی کا طوفان مچا ہوا ہے۔ نئے نئے عقیدے اور فرقے وجود میں آرہے ہیں۔ جو حضرات عقائد میں فرقہ بندی کی تاریخ اور ان کے اصول سے پورے واقف نہیں ہیں، وہ ایمانیات کی تحقیق میں عقلی دلائل اور فلسفی براہین سے متاثر ہو کر اسلام کے

(١) - سنن الترمذی ، أبواب الایمان ، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة ،رقم (٢٦٤١) - المستدرک على الصحيحين رقم (٤٤٤). السنة للمروزي رقم (٥٩). الشريعة للآجري رقم (٢٤). المعجم الكبير للطبراني رقم (٦٢).البدع لابن الوضاح رقم (٢٥٠). المختارة للضياء المقدسي رقم (٢٧٣٣).

(٢) - صحيح مسلم ، كتاب الفضائل ، باب بيان أن بقاء النبي عليه السلام أمان لأصحابه رقم (٢٥٣١) . مسند أحمد رقم (١٩٥٦٦) .صحيح ابن حبان رقم (٧٢٤٩). مسند البزار رقم (٣١٠٢) . مصنف ابن أبي شيبة رقم (٣٣٠٧٣) . السنة لأبي بكر الخلال رقم (٧٧٢) . مسند أبو يعلى الموصلي رقم (٧٢٧٦) . مسند عبد بن الحميد رقم (٥٣٩).

سچے اور مستند راستے کو، جو حضرات صحابہ کا راستہ ہے چھوڑ بیٹھے ہیں اور کسی نئے اور غلط راستے کو اختیار کر لیتے ہیں، ان ہی افسوسناک حالات کو دیکھ کر ضروری معلوم ہوا کہ اظہارِ حق کی غرض سے مسئلہ **توارث** کی کچھ توضیح و تفسیر بیان کر دی جائے، جو فرقہ ناجیہ اصحاب سنت والجماعت کا اصلی اور سب سے بڑا معیارِ حق ہے، اور جس سے درگاہ رسالت کے فیصلے «ما أنا عليه وأصحابي» کے مطابق بحث میں اسلام کا اصلی راستہ اور صحیح تعلیم معلوم ہو جاتی ہے۔ واللہ يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم.

.... **** ....

باب اول:

اسلامی تعلیم ..... منقول و محفوظ

جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو خدا کا سچا پیغمبر مان لیا اور یہ جان لیا کہ انہوں نے جن عقائد کی تعلیم دی ہے، وہ عالم غیب (آخرت) کے امور ہیں، اور ان کی تصدیق ظاہری حواس اور تجربے کے ماتحت نہیں ہے، اور اس لیے ان کو بغیر اپنی رائے اور عقل آرائی کے بجنسہ نبی علیہ السلام کے قول کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا، تو ان لوگوں کو لازم ہو گا کہ اس بات کو تحقیقی اور یقینی طور پر معلوم کریں کہ جو عقائد ان تک پہنچے ہیں وہ فی الواقع نبی علیہ السلام کی تعلیم بھی ہیں یا نہیں؟ مسلمانوں اور دوسرے انبیائی مذہب والوں میں سب سے بڑا ما بہ الامتیاز اور فرق یہی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے میں گو تمام پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اصولاً بالکل وہی تھی جو بانیٔ اسلام محمد ﷺ نے دنیا کو سکھائی، لیکن کسی سابق نبی علیہ السلام کی تعلیم بجنسہ محفوظ نہیں رہی، جیسا کہ مسلمہ طور پر خود تاریخ سے ثابت ہے۔ صرف پیغمبر اسلام ﷺ ہی ایسے بانیٔ مذہب ہیں کہ آپ کی تعلیم تمام و کمال حرف بہ حرف محفوظ اور سلامت ہے۔

(علومِ نقلیہ)

یہ تعلیم علم قرآن، علم حدیث، علم عقائد، علم احکام وغیرہ پر مشتمل ہے، اور چونکہ ان علوم کا مدار سماع و نقل پر تھا، لہذا ان کو **سمعیات و نقلیات یا** ''علوم منقولات'' کہا گیا۔

ان علوم نقلی کا اصلی ماخذ اور منبع صاحب وحی پیغمبر اسلام ﷺ ہیں، دنیا کی ہدایت کے لیے آپ ہی پر خدا کی طرف سے دین اسلام نازل ہوا اور اس کی تبلیغ اور تعلیم فرض ہوئی۔ حکم ہوا کہ:

﴿بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ﴾ [المائدة: ٦٧].

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے پیغام نہیں پہنچایا۔

آپ نے حکمِ الٰہی کی تعلیم میں تین طریق سے تعلیم اور تبلیغ فرمائی۔

(۱) تعلیم بالقول

(۲) تعلیم بالفعل

(۳) اور تعلیم بالتقریر۔

ان تینوں کی تصدیق قرآن حکیم سے ہوتی ہے:

(تعلیم بالقول)

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ٣-٤].

ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

(تعلیم بالفعل)

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾ [الأحزاب: ٢١].

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین

نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یومِ آخرت سے امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

(تعلیم بالتقریر)

﴿يَٰبُنَيَّ أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱنۡهَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ﴾ [لقمان: ١٧].

ترجمہ: اے چھوٹے بیٹے میرے! نماز قائم کر اور بھلائی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کر۔

(عہدِ نبوت اور تو ارث)

یہاں خاص طور پر جو بات بتانی اور یاد رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف لفظی تبلیغ نہیں فرمائی ہے بلکہ خدا کے پیغام کو پوری طرح کھول کھول کر سمجھا دیا اور بلاشبہ نبوت کے فرائض میں یہ تفہیم معانی داخل ہے۔

كما قال عزوجل: ﴿وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ﴾ [النحل: ٤٤].

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں۔

اور صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن شریف کی دس دس آیتوں کا درس فرمایا کرتے تھے کہ وہ ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھ کر ذہن نشین کریں۔

روى الأعمش عن أبي وائل عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: كان الرجل منا إذا تعلم عشر آيات لم يتجاوزه حتى يعرف معانيهن والعمل لهن.

ترجمہ: اعمش نے بواسطہ ابو وائل کے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے دس

آیتوں کا سبق لیتا تھا، توجب تک ان دس آیتوں کے معنی اور طریقہ عمل نہ سمجھ لے آگے نہیں پڑھتا تھا۔ (۱)

روى أبو عبد الرحمن السلمي قال: حدثنا الذين يقروننا أنهم كانوا يستقرؤن من النبي ﷺ وكانوا إذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعلموا بما فيها من العمل جميعًا.

ترجمہ: ابو عبد الرحمن سلمی روایت کرتے ہیں کہ ہم سے صحابہ کی اس جماعت نے بیان کیا جو رسول اللہ ﷺ سے قرآن شریف پڑھتے تھے کہ جب وہ دس آیتوں کا سبق لیتے تھے تو جب تک ان دس آیتوں کی تفسیر اور ان کا طریقہ عمل نہ سمجھ لیں آگے نہ پڑھتے تھے۔ (۲)

(توارثِ علوم ومعانی)

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سبق ہی کی یادگار ہے کہ قرآن شریف کی دس دس آیتوں کے بعد **عشر** (رکوع) کی علامت (ع) اب تک بنی ہوئی ہوتی ہے (۳)۔

(۱)- تفسير طبري (۱/ ۸۰) . تفسير ابن كثير (۱/ ۸).

(۲) . مسند احمد رقم (۲۳۴۸۲). مصنف ابن أبي شيبة (۱۰/ ۳۲۱). شرح مشكل الآثار للطحاوي رقم (۱٤٥۱). العلل لدار قطني (۳/ ٦۰). الطبقات لابن سعد (٦/ ۱۷۰). تفسير طبري (۱/ ۸۰).تفسير ابن كثير (۱/ ۸).

(۳)- صحابہ کرام قرآن حکیم کو تدریجاً فہم و تدبر کے ساتھ پڑھتے تھے یہ بات درست ہے اور قرآن حکیم میں آیاتِ مبارکہ کو علاماتِ رکوع (ع) کے ذریعے جس موزوں انداز میں تقسیم کیا گیا ہے یہ قابلِ تحسین ونہایت مفید ہے لیکن کیا علاماتِ رکوع کا اہتمام رسول اللہ ﷺ یا خلفاء راشدین کے عہد میں ہوا تھا؟ یا انہیں صحابہ کرام نے اس لئے متعین کیا تھا تاکہ وہ قرآن مجید کو فہم و تدبر سے پڑھ سکیں؟ یہ بات دلیل و حوالہ کی محتاج ہے راقم کو کسی مستند مآخذ میں اس کی تفصیل نہ مل سکی اور بظاہر یہ محلِ نظر بات ہے کیونکہ رکوع کی علامات کی تعیین اور اس کی تفصیلات سے مصادرِ کتب اسلامی عاری ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ علامات حضرت عثمان کے زمانہ میں لگائی گئی تھیں (تاریخ القرآن از عبد الصمد صارم

غرض اس طریق سے علم نبوی منقول ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچ گیا۔ قرآن حکیم کی زبان میں اس نقل کا نام وراثت ہے۔

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا ٱلْكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ [فاطر: ٣٢].

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا۔

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَٰنُ دَاوُۥدَ وَقَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ ٱلطَّيْرِ﴾ [النمل: ١٦].

ترجمہ: اور سلیمان علیہ السلام کو داود کی وراثت ملی اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سیکھائی گئی ہے۔

احادیث میں بھی اس "وراثتِ علم" کا ذکر جابجا آتا ہے:

عن أنس رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: «العلماء ورثة الأنبياء». (الجامع السيوطي).

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے علماء انبیاء

ص۹۴) جبکہ مشائخِ بخارہ سے منقول ہے کہ قرآن مجید کو ۵۴۰ رکوع پر اس لئے تقسیم کیا گیا تھا کہ تراویح میں ختمِ قرآن ستائیسویں شب کو ہو جائے۔ چنانچہ المبسوط للسرخی (۲/۱۴۶) میں ہے: «وحكى عن القاضي الإمام عماد الدين رحمه الله تعالى أن مشايخ بخارى جعلوا القرآن خمسمائة وأربعين ركوعا وعلموا الختم بها ليقع الختم في الليلة السابعة والعشرين رجاء أن ينالوا فضيلة ليلة القدر إذ الأخبار قد كثرت بأنها ليلة السابع والعشرين من رمضان وفي غير هذه البلدة المصاحف معلمة بالآيات، وإنما سموه ركوعا على تقدير أنها تقرأ في كل ركعة». والله اعلم بالصواب (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مناہل العرفان از محمد عبد العظیم زرقانی (۱/۴۰۳)۔ الاتقان فی علوم القرآن از سیوطیؒ (۱/۲۰۴)۔ علوم القرآن از مفتی تقی عثمانی (ص۱۸۹)۔)

علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔[1]

(درسگاہِ نبوت کے اولین طلبہ کرام)

امت اسلامی میں علم دین کو سب سے پہلی سیکھنے اور سکھانی والی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے معرفت الٰہی اور علوم نبوی کو اس طرح حاصل کیا جو حاصل کرنے کا حق تھا، اور تائید روحانی کی بدولت ان کے ایمانی علوم وعقائد خطا سے پاک رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُوْلَـٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ ۝٢٠ كَتَبَ ٱللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِىٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ قَوِىٌّ عَزِيزٌ ۝٢١﴾ ﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَـٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ حِزْبُ ٱللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: ٢٠-٢٢] .

بیشک جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہیں۔ اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے۔ یہ لوگ

(۱) - سنن أبي داود كتاب العلم، باب في فضل العلم رقم (٣٦٤٢) . وسنن الترمذي كتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، رقم(٢٦٨٢) وسنن ابن ماجه باب فضل العلم والحث على طلب العلم، رقم(٢٢٣) وسنن الدارمي رقم(٣٥٤)، وصحيح ابن حبان رقم(٨٨).

ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے اور انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

(افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

بسیط زمین (پوری دنیا) پر نور اسلام سے منور ہونے کے لیے اس جماعت سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا۔ روزِ اول سے ایمان واسلام کی اہلیت و استعداد ان کو مرحمت ہو چکی تھی۔ کلمۂ ہدایت ان پر چسپاں فرما دیا گیا تھا۔

﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ ٱلتَّقْوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾ [الفتح: ٢٦].

ترجمہ: اور ان پر تقویٰ کا کلمہ چسپاں کر دیا اور وہ اس کے بہت حقدار اور لائق تھے۔

ان کے تقوے اور ہدایت کے کارنامے آیات کے مصداق بنے۔ علم و عمل کی تعلیم قبول کرنے کی اس جماعت نے انتہاء کر دی جس پر ان کو ان کے ایمان واسلام کی داد مرحمت ہوئی۔

﴿أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّاۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [الأنفال: ٧٤].

ترجمہ: وہ سب صحیح معنی میں مومن ہیں۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

ان کے قلوب اور نفوس اس امتحان ہدایت میں سند یافتہ ہوئے۔

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ [الحجرات: ٣].

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقوی کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

ان کے تقرب الی اللہ کی مسند پر رضائے خداوندی کی مہر ثبت ہوئی۔ کیونکہ ان ہی نے میدانِ احسان و تقرب میں ڈوب کر سبقت حاصل کی تھی۔

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ﴾[التوبة: ١٠٠].

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

اس مقبولہ جماعت میں سے جو لوگ مشکوٰۃ نبوت کی ظل حمایت میں (زیرِ حفاظت) تھے انوارِ وحی کے پرتو (عکس) سے ان کا نور فراست روز افزوں (بڑھ رہا) تھا۔ وہ صاحب وحی ﷺ کے زیرِ تربیت تھے اور ازل سے انہیں فہمِ دین اور تفقہ کی بہترین قابلیت عطا ہوئی تھی۔

عن النبي ﷺ: «الناس معادن الذهب والفضة، فخيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام إذا فقهوا». رواه مسلم

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ بنی آدم سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں (یعنی مختلف طبیعت) پس بہتر ان کے جو جاہلیت کے زمانہ میں بہتر ہوئے ہیں وہ اسلام میں بھی بہتر ہوتے ہیں جبکہ وہ تفقہ (اجتہادی مرتبہ) اور علم حاصل کر لیں۔(۱)

(۱). صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب قول الله تعالى ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ﴾ [الحجرات: ١٣]، رقم (٣٤٩٦). صحيح مسلم كتاب البر والصلة والآداب، باب الأرواح جنود مجندة، رقم (٢٦٣٨). مسند احمد رقم (٧٤٩٦). صحيح ابن حبان رقم (٩٢). شرح مشكل الآثار للطحاوي رقم (٣٣٥١). مسند البزار رقم (٩٣٧٤).

عن أبي هريرة رضي الله عنه وعن معاوية رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين». متفق عليه

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ مرحمت فرماتا ہے (یعنی اجتہادی مرتبہ)۔(۱)

اس جماعت کو فطری سعادت واجتہاد واستنباط کی سند حاصل ہے۔

قال سبحانه: ﴿لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ﴾ [النساء: ۸۳].

ترجمہ: تو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے ہیں۔

﴿وَمَا يَعۡقِلُهَآ إِلَّا ٱلۡعَٰلِمُونَ﴾ [العنكبوت: ٤٣].

ترجمہ: اور انہیں سمجھتے وہی ہیں جو علم والے ہیں۔

(درسگاہِ نبوت کے اولین اساتذہ عظام)

اس جماعت کو منصب طالب العلمی نصیب ہوا تھا اور دنیا کو تعلیم دینے کی خدمت مفوض (سپرد) ہوئی تھی۔

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ

(۱) - صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرًا يفقه في الدين رقم(۷۱). وصحيح مسلم كتاب الزكاة، باب النهي عن المسائلة رقم(۱۰۳۷). وسنن الترمذي أبواب العلم، باب إذا اراد الله بعبد خيرًا رقم(۲۵٦۹). وسنن كبرى للنسائي، كتاب العلم، باب فضل العلم رقم(۵۸۳۹). وسنن ابن ماجه، أبواب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم،رقم(۲۱٦) من طرق متعددة، والحديث روي من سبعة الصحابة رضوان الله تعالى عليهم أجمعين على الأقل.

وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ﴾ [آل عمران: ١٠٤].

ترجمہ: اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ﴾ [التوبة: ١٢٢].

ترجمہ: اور مسلمانوں کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑتے ہوں، لہذا ایسا نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے) نکلا کرے تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) اس کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «طلب العلم فريضة على كل مسلم». (فرض کفایہ)

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔[1]

(تفقہ صحابہ کرام اور توارث)

مہاجرین و انصار کے جم غفیر نے حکم الٰہی کی تعمیل میں مدرسہ نبویہ سے درسًا

---

(۱) - سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم، رقم (٢٢٤). المعجم الأوسط للطبراني رقم (٢٠٠٨) واللفظ له. شعب الايمان للبيهقي رقم (١٦٦٣). مسند البزار رقم (٦٧٤٦). مسند ابو يعلى رقم (٢٨٣٧). الفوائد لتمام رقم (٥٦). تاريخ بغداد (٤/ ١٥٦).الكامل لابن عدي (٦/ ٢٠٩١). جامع بيان العلم (١٧). المقاصد الحسنة (ص٢٧٥) عن جمع من الصحابة رضوان الله عليهم .

درساً سبقاً سبقاً علوم حاصل کیے۔ معانی وحی اور اسرار اسلام کو پوری طرح سمجھا، اور فقہائے اصحاب کہلائے۔ یوں تو احادیث نبویہ و نصوص شرعیہ سے کم و بیش ہر صحابی نے حصہ لیا ہے، اور کتاب و سنت کا قلیلاً یا کثیراً حامل ہوا ہے لیکن جو اصحاب، تفقہ میں سر آمد (نمایاں) ہوئے اور جن سے ضرورت کے وقت فتویٰ لیا جاتا تھا ان کے اسماء گرامی کتب تاریخِ صحابہ رضی اللہ عنہم و علم اصول میں مشہور ہیں جیسے: خلفائے اربعہ، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عباس، ابی بن کعب، ابو موسیٰ اشعری، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمن بن عوف، سعید بن ابی وقاص، سعید بن زید، حذیفہ بن الیمان، ابو ذر الغفاری، ابو ایوب الانصاری، عَوِیم بن ساعدہ، اسید بن حضِیر، ابو الدرداء، رفاعہ بن رافع وغیرہم رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔[1]

یہ نفوس زکیہ آیت: ﴿طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ﴾ [التوبة: ۱۲۲].

ترجمہ: تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں۔

کے مصداق بنے، ممارست کتاب و سنت اور نبی کریم ﷺ کی ملازمت، مصاحبت اور مشاہدات وحی سے ان کو رسوخ فی العلم، استنباط اور اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہوا۔ ان حضرات پر ﴿وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ﴾ [آل عمران: ۷] (ترجمہ: جو لوگ علم میں پختہ ہیں) کی تعریف صادق آئی۔

(۱)۔ فقہاء صحابہ کرام کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) طبقات الفقہاء للشیرازی (۱/۶۷) (۲) اعلام الموقعین لابن قیم الجوزیہ (۱/۲۴) (۳) عہد نبوی میں صحابہ کی فقہی تربیت از محقق العصر ڈاکٹر مولانا محمد عبد الحلیم چشتیؒ۔

(تکمیلِ توارث اور سندِ فراغت)

جب عہد نبوت اختتام پذیر ہوا اور درس نبوی کی ساعت ختم ہونے کو آئی اور شاگردوں کے سینے کتاب و سنت کے معانی سے منور ہوئے، متعلمین نے نصاب علم و عمل کو ازبر کر لیا اور وراثت نبوت کی پوری قابلیت ان میں پیدا ہو گئی تو جماعت مقبولہ کو سند فراغت عطا ہوئی۔

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًاۚ﴾ [المائدة: ٣]. نزل في حجة الوداع

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دیں مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کر لیا۔

اسی روز تین مرتبہ ارشاد ہوا ہے کہ:

ألا هل بلغت، ألا هل بلغت، ألا هل بلغت. (رواه البخاري ومسلم).

ترجمہ: خبر دار! میں نے الٰہی پیام پہنچا دیا۔

اسی روز فارغ التحصیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنے والی جماعت تابعین کی تعلیم کے لیے معلم قرار دیا اور:

فليبلغ الشاهد الغائب.

ترجمہ: جو لوگ موجود ہیں وہ انہیں پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔[1]

ارشاد ہوا:

---

(١) . صحيح بخاري، باب الخطبة أيام منى رقم (١٧٤١) وباب حجة الوداع رقم (٤٤٠٦). صحيح مسلم، باب تغليظ تحريم الدماء و الأعراض و الأموال رقم (٦٦) و رقم (١٦٧٩). السنن الكبرى للنسائي رقم (٤٠٩٣). مسند احمد رقم (٢٠٣٦). و غيرواحد من كتب الأحاديث.

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «إن الناس لكم تبع، وإن رجالًا يأتونكم من أقطار الأرض يتفقهون، فاستوصوا بهم خيرًا». (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آئندہ لوگ تمہاری پیروی کریں گے اور اطراف وجوانب سے لوگ تم سے علم سیکھنے کو آئیں گے۔ پس تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔[1]

وقال ﷺ: «تعلموا العلم وعلموه الناس، تعلموا الفرائض وعلموها الناس؛ فإني مقبوض والعلم سيقبض». (حدیث سنن)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اس لیے کہ میں تم سے جدا ہونے والا ہوں اور تعلیم بند ہونے والی ہے۔[2]

(عہدِ صحابہ وتابعین اور توارث)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا نصاب علم کتاب وسنت تھا۔ جس طرح آن حضرت

(۱) . سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في الاستيصاء بمن يطلب العلم (رقم الحديث ٢٦٥٠). سنن ابن ماجه، أبواب السنة، باب الوصاة بطلبة العلم (رقم الحديث ٢٤٩). الفوائد لابي القاسم التمام (رقم الحديث ١٤٣). مسند الشاميين للطبراني (١/ ٢٢٦). الكامل لابن عدي (٥/ ١٤٥٢). الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع (ص٤١٥).

(۲) . سنن الدارمي، باب الاقتداء بالعلماء رقم (٢٢٧). مسند ابو يعلى رقم (٥٠٠٢). المستدرك على الصحيحين رقم (٧٩٥٠).السنن الكبرى للنسائي رقم (٦٢٧٢).ا لسنن الكبرى للبيهقي رقم (١٢١٧٣).شعب الايمان للبيهقي رقم (١٦٦٨). سنن دارقطني رقم (٤١٠٣).جامع بيان العلم رقم (٥٥٥) و اللفظ له.

نے مشاہدۂ وحی سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سمجھی، اسی طرح علماء تابعین کو تعلیم دی اور سمجھایا۔ باب عقائد میں جو تعلیم ان کے سینوں میں محفوظ تھی وہ بجنسہ تابعین کو تلقین فرمادی۔ انہوں نے جو فعلِ رسول دیکھا تھا اور بحکم اسوۂ حسنۃ اس فعل کی اقتداء کی تھی اسی طرح تابعین نے باب تعبد (عبادات) میں جو صحابہ کا فعل دیکھا تھا، اس کو دین سمجھا اور اس کی اقتداء کی۔ حجۃ الوداع کی صحیح حدیث "مسلم" وغیرہ میں ہے۔

انزعو بني عبد المطلب فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم. (مسلم)

ترجمہ: اے بنی عبد المطلب تم خود ڈول لے کر کوئیں سے پانی نکالو، میں بھی تمہارے ساتھ نکالتا اگر مجھ سے خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر ہجوم کر کے غلبہ کریں گے۔ (یعنی میری اقتداء سے)۔[1]

چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سنتِ رسول کی اقتداء کے عاشق تھے بحکم:

﴿إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي﴾ [آل عمران: ۳۱]

(ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔)

اس وجہ سے آپ زمزم پر تشریف لائے اور دست مبارک ڈول کو نہ لگایا۔ اسی سنت پر تابعین کا عمل جاری رہا تھا، ورنہ اگر آپ بہ نفس نفیس خود ﷺ ڈول

---

(۱) - صحيح مسلم، كتاب الحج ،باب حجة النبي صلى الله عليه و سلم رقم (۱۲۱۸) و رقم (۱٤۷). سنن ابو داود،كتاب المناسك ، باب صفة حجة النبي عليه السلام رقم (۱۹۰۵). سنن ابن ماجه، ابواب المناسك ، باب حجة رسول الله عليه السلام رقم (۲۹٦٦). السنن الكبرى للنسائي رقم (۱۵۸۸) . مسند عبد بن حميد رقم (۱۱۳۵). صحيح ابن حبان رقم (۳۹٤٤). صحيح ابن خزيمة رقم (۲۹٤٤). مصنف ابن ابي شيبة رقم (۳/ ۵۷۵). شرح مشكل الآثار رقم (۵۷۹۱).

سے پانی نکال کر تناول فرماتے اور لوگ اس کی اتباع کرتے تو لاکھوں آدمیوں کی تعداد کا موقع ہوتا ہے اور کشمکش زیادہ ہوتی تو ہرج لازم آتا۔

عن ابن جريج قال: قال عطاء: دعاه عبد الله بن عباس رضي الله عنه يوم عرفة إلى طعام، فقال: إني صائم، فقال عبد الله: لا تصم؛ فإن الناس مستنون بكم. (مسلم)

ترجمہ: ابن جریجؒ سے روایت ہے کہ عطاء نے اس سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفہ کے دن ان کو کھانے کی دعوت دی، اس پر عطاء نے جواب دیا کہ میرا روزہ ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روزہ نہ رکھو اس لیے کہ پھر لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔(۱)

ان نظیروں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابِ رسول اللہ ﷺ کے فعل کی تابعین کی نظر میں کیا وقعت تھی، اور کس طرح ان کے ہر فعل کو بجا طور پر فعلِ رسول ﷺ سمجھا جاتا تھا۔ اسی اعتماد اور اطمینان کا نتیجہ تھا کہ صحابہ اور صدر تابعین کے زمانے میں تبلیغ و تعلیم میں سند کا التزام نہ تھا۔

(فتاوی صحابہ کرام اور مرسل روایات)

صحابہ اکثر بغیر مشاہدہ واقعہ کے حدیث بیان فرماتے تھے، اس لیے کتب حدیث میں **مراسیل** صحابہ مدون ہیں جن میں اصل راوی کا نام نہیں، کبھی جو حدیث صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے سنی تھی بیان فرمائی اور «سمعتُ» نہ کہا، اس لیے ایسی موقوف احادیث کو جن کو بغیر سماع بیان کرنا صریحًا ناممکن ہے

(۱) . مسند احمد رقم (٣٤٧٦). السنن الكبرى للنسائي رقم (٢٨٣٥). تفسير الطبري (١/ ٣٤٧). المعجم الأوسط و الكبير للطبراني رقم (٩١٨٦) ورقم (٦٩٣). مصنف عبد الرزاق رقم (٧٨١٧). مسند أبو يعلى الموصلي رقم (٢٧٤٤). الأحاديث المختارة (١١/ ١٩٧).

حدیث **مرفوع** قرار دیا گیا ہے۔ کبھی مستفتی کو مسئلہ بتا دیا حدیث ذکر نہ کی «قال رسول اللہ ﷺ» نہ کہا، اس لیے ہر باب میں اقوالِ صحابہ مروی ہیں، کہیں احادیث بھی اس باب میں مروی ہیں۔ تبلیغ و تعلیم کا یہی طریقہ تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں جاری رہا۔ "صحیح مسلم" وغیرہ میں روایت ہے:

عن ابن سيرين قال: لم يكونوا يسئلون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم. (مسلم)

ترجمہ: ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہمارے ابتدائی عہدِ تعلیم میں حدیث کی سند کا کوئی سوال نہیں کرتا تھا (یعنی جس شخص نے قال رسول اللہ ﷺ کہا، باور کر لیا کرتے تھے) جب حدیث کے بیان کرنے میں فتنہ واقع ہوا تو علماء نے حدیث کی سند کا سوال کیا کہ اہل سنت کی حدیث مقبول کرتے، اہل بدعت کی حدیث کو باور نہ کرتے۔[1]

اس لیے کتب احادیث میں ہزارہا مراسیل ومنقطعات (مرسل اور منقطع روایات) تابعین سے مروی ہیں۔[2] یہ طریقۂ تعلیم و تبلیغ اس بناء پر تھا کہ ان

---

(۱) - صحيح مسلم، باب في أن الإسناد من الدين رقم (۲۸) - العلل الصغير للترمذي (۲/ ۲۱٤). الجرح و التعديل لابن أبي حاتم (۱/ ۳٤). المحدث الفاصل للرامهرمزي (ص ۲۱۰).

(۲)۔ حافظ ابن حجرؒ کے مطابق "مرسل" اس روایت کو کہتے ہیں جس میں تابعی براہ راست رسول اللہ ﷺ کی جانب نسبت کر کے روایت بیان کرے جبکہ "منقطع" اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں کوئی راوی ساقط ہو۔ (اقسامِ حدیث کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) نزھۃ النظر از حافظ ابن حجرؒ (۲) فوائد جامعہ از محقق العصر محمد عبدالحلیم چشتیؒ (۳) آثار الحدیث از علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ (۴) حدیث و فہمِ حدیث از عبداللہ معروفیؒ (۵) تیسیر مصطلح الحدیث از محمود طحانؒ (۶) خیر الاصول از جالندھریؒ۔)

قرون(زمانوں) کے «عباد الله مأمون وأمين في الدين» (اللہ کے بندے امانتدار اور دیانت پسند) تھے۔ ان کی صداقت مسلم اور ان کا خالص ایمان و تقویٰ آفتاب کی طرح روشن تھا، وہ بغیر ضرورت کے سندِ حدیث کو آخر تک بیان کرنا لازم نہیں جانتے تھے۔ مثلاً بخاری کی کتاب اللباس میں ہے:

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا عبد العزيز بن صهيب قال: سمعت أنس بن مالك قال شعبة: فقلت: أعن النبي ﷺ، فقال: شديدًا عن النبي ﷺ: من لبس الحرير ... الحديث.

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے آدم عسقلانی نے حدیث بیان کی ان سے شعبہ نے اور ان سے عبد العزیز بن صہیب نے کہا سنا میں نے انس بن مالک سے « من لبس الحرير ... الحديث» شعبہ نے عبد العزیز سے دریافت کیا: یہ حدیث حضرت انس کا قول ہے یا رسول اللہ کی حدیث ہے؟ تو عبد العزیز نے سختی سے جواب دیا کہ عن النبی ﷺ (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے بلکہ حدیثِ مرفوع ہے)۔(۱)

اگر شعبہ نہ ٹوکتے تو سند میں انقطاع رہتا۔ صحیحین میں ہے:

عن ابن شهاب أن عمر بن عبد العزيز أخر الصلاة يومًا، فدخل عليه عروة بن الزبير، فأخبره أن المغيرة بن شعبة أخر

(۱) - صحيح بخاری، كتاب اللباس ، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال رقم (۵۸۳۲) واللفظ له وتمامه: «**مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الآخِرَةِ**». صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة رقم (۲۰۷۳). صحيح ابن حبان رقم (۵۴۲۹). مسند ابو يعلى رقم (۳۹۳۰). مسند أحمد رقم (۱۲۰۰۴). شرح معاني الآثارللطحاوي (۲۴۷/۴). السنن الكبرى للبيهقي رقم (۴۲۰۴) و في السنن للنسائي ، باب التشديد في لبس الحرير رقم (۵۳۴۸) من طريق حماد عن ثابت عن ابن الزبير .

الصلاة يومًا وهو بالكوفة، فدخل عليه أبو مسعود الأنصاري، فقال: ما هذا يا مغيرة! أليس قد علمت أن جبريل نزل ... الحديث، فقال عمر لعروة: ما تحدث يا عروة، فقال: كذلك كان بشير بن أبي مسعود يحدث عن أبيه.

ترجمہ: ابن شہاب سے روایت ہے کہ ایک روز عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بعد نماز پڑھنے میں تاخیر کی۔ اتفاق سے عروہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ایک روزہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنے میں تاخیر کی تھی، جبکہ وہ کوفہ میں تھے، اتفاق سے ان کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری آئے اور یہ کہا کہ کیا کیا تم نے اے مغیرہ! کیا تم کو یہ علم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے (الحدیث) (یعنی تعلیم اوقات کی حدیث بیان کی) اس پر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا: تم کیسے حدیث بیان کرتے ہو، عروہ (یعنی تم حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملے نہیں ہو، حدیث کیسے بیان کرتے ہو) اس کے جواب میں عروہ نے کہا کہ بشیر بن ابن مسعود نے اپنے باپ سے یہ روایت مجھ سے بیان کی ہے۔[1]

اگر عروہ کو نہ ٹوکتے تو سند منقطع رہتی۔

(قرنِ اول اور تعلیمِ توارث)

ایک صدی تک تعلیم کا یہی دستور رہا۔ علم لسانی و عمل اسلامی نصاب تبلیغ

---

(۱) - صحيح بخاري ، كتاب مواقيت الصلاة، باب مواقيت الصلاة و فضلها رقم (٥٢١). صحيح مسلم ،كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس رقم (١٦٧). موطا الإمام مالك ، باب وقوت الصلاة رقم (١). مسند أحمد رقم (٢٢٤٠٧). سنن الدارمي رقم (١١٨٥). السنن الكبرى للنسائي رقم (١٤٩٤). مصنف عبد الرزاق رقم (٢٠٤٤). صحيح ابن حبان رقم (١٤٥٠). السنن الكبرى للبيهقي رقم (١٦٩٩). المعجم الكبير للطبراني رقم (٧١١).

وتعلیم تھا۔ کوئی کتاب سوائے کتاب اللہ کے مدون نہ تھی۔ کتاب اللہ، احادیث رسول، تفسیر القرآن، شرح الاحادیث اس صدی کے علمائے ربانین کے صدور میں محفوظ تھے۔ یہ بزرگ اور برگزیدہ معلم اسی مستند ذخیرے اور ماخذ سے دوسروں کو تعلیم فرماتے تھے، یہ **تعلیم توارث** ہے۔

اسی توارث پر عقائدِ اسلام واعمال واحکام مبنی ہیں۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس صدی کی مدح فرمائی ہے، اس عہد کے علماء، خیر العلماء، اس عہد کا علم، خیر العلوم ہے۔ "صحیح مسلم" میں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها: خير الناس قرني، ثم الثاني، ثم الثالث.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے "مسند"[2] میں، امام ترمذیؒ نے "جامع"[3] میں روایت کی ہے:

عن ابن مسعود رفعه: خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يجيء أقوام تَسبق شهادتُهم أيمانَهم، وأيمانهم شهادتَهم. الحديث.

---

(۱). صحيح مسلم ،كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، رقم (۲۱۲).

(۲) . مسند أحمد رقم (۳۵۹٤) ، رقم (۳۹٦۳) ، رقم (٤۱۳۰)، رقم (٤۲۷۱) من طريق إبراهيم عن عبيدة عن ابن مسعود . و رقم (۱۸۳٤۸) ، رقم (۱۸٤۲۸) من طريق عاصم عن خيثمة و الشعبي عن النعمان بن بشير . و رقم (۱۹۸۲۰) من طريق هلال بن يساف عن عمران بن الحصين .

(۳) . سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب ماجاء في فضل من راي النبي عليه السلام و صحبه، رقم (۳۸۵۹) و بلفظ آخر رقم (۲۲۲۱)، رقم (۲۳۰۲) ، رقم (۲۳۰۳).

ترجمہ: ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئیں گے (تابعین)، پھر جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ایسی قومیں آئیں گی کہ خواہ مخواہ گواہی دینے کو پیش قدمی کریں گے (یعنی جھوٹے لوگ)۔

روایت طبرانی کے یہ الفاظ ہیں:

خير الناس قرني، ثم الثاني، ثم الثالث، ثم يجيء أقوام لا خير فيهم.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد کے، پھر ان کے بعد کے، پھر ظاہر ہوں گی ایسی قومیں جن میں کچھ خیر وبھلائی نہ ہوگی۔[1]

یہ احادیث مرفوعًا مروی ہیں۔ (اور یہ مذکورہ صحابہ کے علاوہ) حضرت عمران بن حصین وحضرت جعدہ[2] رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ ان میں سے چوتھے قرن (چوتھی صدی) کی بالاتفاق مذمت وارد ہے، اور چوتھے قرن کے واقعات شاہد ہیں کہ یہ قرن اسی مذمت کا مستحق تھا۔

روى ابن ماجه وغيره عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «أمتي على خمس طبقات، فأربعون سنة: أهل بر وتقوى، ثم الذين يلونهم إلى عشرين ومائة سنة أهل تراحم وتواصل، ثم الذين يلونهم إلى ستين ومائة أهل تدابر وتقاطع، ثم الهرج الهرج النجا النجا»

ترجمہ: ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے پانچ طبقے ہیں، چالیس

(۱) . المعجم الأوسط للطبراني رقم (٣٣٣٦) .

(۲) . المعجم الكبير للطبراني رقم (٢١٨٧) ، رقم (٢١٨٨) .

برس کے طبقہ میں اہل تقویٰ ہیں، پھر ان کے بعد ایک سو بیس برس تک رحم دل اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے، پھر اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس تک باہمی مخالفت کے لوگ پیدا ہوں گے، پھر اس کے بعد مجادلہ مقاتلہ (ہو گا پھر خدا کی پناہ)۔

وفي رواية: «كل طبقة أربعون عامًا، فأما طبقتي وطبقة أصحابي فأهل علم وإيمان، والثانية إلى الثمانين أهل برّ وتقوى، ثم أهل تراحم وتواصل».

دوسری روایت میں ہے کہ ہر طبقہ چالیس برس کا ہو گا میرا اور میرے اصحاب کا طبقہ ہے اس طبقہ میں اہل علم وایمان ہیں، دوسرے طبقہ میں اسی (۸۰) برس تک بھلائی والے اور پرہیز گار لوگ ہوں گے، پھر ان کے بعد باہمی محبت وصلہ رحمی کرنے والے لوگ ہوں گے۔(۱)

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ آغازِ اسلام سے ایک صدی تک صحابہؓ کا دور رہا۔ یہ صدی اہل علم وایمان وارباب تقویٰ پر مشتمل ہے۔ اس صدی میں کبار تابعینؒ وتبع تابعینؒ پیدا ہو چکے تھے۔ تابعینؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دین اسلام حاصل کر لیا تھا، اور تبع تابعینؒ کو تلقین کر دیا تھا، اور **طبقات ثلاثہ (صحابہ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) (طبقہ) ممدوحہ** کے مصداق ہو چکے تھے۔

جب دوسری صدی شروع ہوئی، مامون وغیرہ خلفاء کے عہد میں علوم فلاسفہ: **رومی، یونانی، عبرانی، سریانی، فارسی** وغیرہ سے عربی میں ترجمہ ہو کر اہلِ اسلام میں شائع ہوئے، (تو) ان علوم پر **طبقہ رابعہ** کے علماء کی نظر پڑی۔ یہ علماء

---

(۱) - سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الآيات رقم (٤٠٥٨). المجروحين لابن حبان (٢/ ١٧٠). الموضوعات لابن الجوزي (٣/ ١٩٦).

فلاسفہ کے ہم لہجہ تھے تو آیات و احادیثِ مبارکہ میں غور وخوض شروع ہوا۔(تب)فلسفہ کی ریشہ دوانی سے عقائد میں رخنہ پڑنے لگا۔

.... **** ....

باب دوم:

تصانیف طبقۂ ممدوحہ

(صحابہ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ)

(قرآن اور توارث)

عقائدِ اسلام ضروریہ وغیر ضروریہ کا ماخذ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے۔ اس ماخذ کا ثبوت محض سلف کے توارث پر ہے، اس واسطے کہ کتاب اللہ نزول کے وقت علیحدہ علیحدہ اوراق میں قلم بند ہوتی رہی، تکمیل نزول قرآن کے بعد اگرچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے چھ اشخاص حضرات کامل قرآن کے حافظ ہوئے[1]۔ تاہم جملہ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن کریم کا علم باختلاف قراءت سبعہ «أنزل على سبعة أحرف» (شائع ہوا) پھر اسی ابتدائی زمانے میں ایک قراءت میں مکتوب ہو کر امتِ اسلام میں شائع ہو گیا[2]، جو نقلاً بعد نقل آج

(۱)۔ عہدِ نبوی میں پورے قرآن کے حفاظ صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟ اس متعلق مختلف اقوال مروی ہیں بعض میں چار، چھ، پندرہ اور بعض میں زیادہ کا بھی ذکر ہے البتہ مشہور حفاظ صحابہ کرام میں خلفاء اربعہ حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت زید بن ثابت، حضرت سالم، حضرت حذیفہ، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) معرفۃ القراء الکبار از علامہ ذھبی (۲) غایۃ النہایۃ في طبقات القراء از ابو الخیر ابن جزری (۳) الاتقان للسیوطی (۴) تہذیب الاسماء واللغات للنووی (۵) فتح الباری (۹/ ۵۲)۔ (۶) مناہل العرفان (۱/ ۲۲۳)۔)

(۲)۔ اس سے مراد بظاہر رسمِ عثمانی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن کی مختلف

تک منقول و متوارث ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کو تمام و کمال حفظ کرنے کا طریقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر اب تک نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں چلا رہا ہے۔

(سنت اور توارث)

یہ تو توارث قرآن کا حال تھا۔ اب سنت رسول اللہ ﷺ کے توارث کو لیجیے، تاریخ علم حدیث سے ثابت ہے کہ پہلی صدی ہجری میں حدیث کی کوئی کتاب مدون نہ تھی، تبلیغ لسانی (زبانی) بسند متصل و غیر متصل، نیز بے سند مروج تھی، دوسری صدی سے انتظامِ تصنیف شروع ہوا، **کتب تفاسیر القرآن** متضمن باحادیث مرفوعہ (۱) و موقوفہ (۲) و مرسلہ (۳) و اقوال تابعین، و کذلک (اسی طرح)

قراءات کی وجہ سے اختلاف بڑھتا جارہا تھا تو اسے ختم کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کا ایک ایسا معتمد نسخہ تیار کروایا جس میں صرف متواتر، مشہور و ثابت شدہ قراءات پڑھنے کی گنجائش تھی۔ پھر اس متعمد نسخہ کے مطابق آپ نے سات نسخے تیار کروائے تاکہ ان کے مطابق قرآن مجید کی صرف ثابت شدہ معروف قراءات کو رائج کیا جاسکے اور پھر انہی متعمد نسخوں کو پوری امت مسلمہ میں شائع کروایا گیا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: البرہان فی علوم القرآن از زرکشیؒ (۱/ ۲۳۶)۔ الاتقان فی علوم القرآن از سیوطیؒ (۱/ ۲۰۴)۔ علوم القرآن از مفتی تقی عثمانی (ص ۱۸۹)۔

(۱)۔ وہ روایات جن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو وہ "مرفوع" کہلاتی ہیں۔

(۲)۔ وہ روایات جن کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو وہ "موقوف" کہلاتی ہے اور جن روایات کی نسبت کسی تابعی کی طرف ہو اسے "مقطوع" کہا جاتا ہے۔

(۳)۔ "مرسل" اس روایت کو کہتے ہیں جس میں تابعیؒ صحابیؓ کے واسطہ کو حذف کردے اور روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کردے۔ (اقسامِ حدیث کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) نزھۃ النظر از حافظ ابن حجرؒ (۲) تیسیر مصطلح الحدیث از محمود طحانؒ (۳) خیر الاصول از جالندھری۔)

مصنفات[۱] ومسانید[۲] وموطات[۳] وجوامع [۴] مدون ہوئیں، اور علماء امت میں شائع ہوئیں۔ تیسری صدی میں اصول وامہاتِ حدیث نبویہ کی تکمیل ہوئی ہے۔ کالصحیحین والسنن الأربعة وغیرھا، جن پر عقائد اسلام و شرائع وشعائر اللہ مبنی ہیں۔ اس کے بعد بھی تصنیف و تخریج احادیث مسندہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور چوتھی پانچویں صدی میں ختم ہوا۔

جس طرح سے قرآن کریم امتِ مسلمہ میں متوارث ہے اسی طرح کتب احادیث علمائے اسلام میں متوارث ہیں کہ ہر ایک کتاب عہد مصنف میں مشتہر ہو کر نسلاً بعد نسل، ونقلاً عن نقل، وتعلیمًا عن تعلیم علماء امت میں باقی ہے۔ کتاب اللہ اور کتبِ حدیث کی متصل سند روایت نہ کی گئی ہو تو بھی ان کے

---

(۱)۔ وہ کتابیں جن میں مختلف مضامین سے متعلق روایات، آثار اور خیر القرون کے فتاوی مذکور ہوں انہیں "مصنف" کہا جاتا ہے جیسے مصنف ابن ابی شیبہ اور المصنف عبد الرزاق۔

(۲)۔ "مسند" کتاب کا اطلاق مختلف معانی میں ہوتا ہے۔(۱) حدیث کی وہ کتابیں جن میں صحابہ کرام کی روایات کو صحابہ کرام کی ترتیبِ رتبی یا ترتیبِ حروف ہجایا مقدم و موخر اسلام لانے کے لحاظ سے جمع کیا گیا ہو۔ جیسے مسند احمد (۲) ایسی کتابیں جن میں ان احادیث کو سند کے ساتھ نقل کیا جائے جنہیں پہلے بغیر سند کے نقل کیا گیا تھا جیسے مسند فردوس للدیلمی، مسند الشہاب للقضاعی (۳) وہ کتابیں جن میں اکثر احادیث کی اسانید متصل ہوں جیسے مسند امام اعظم، مسند دارمی (جو سنن دارمی سے معروف ہے)۔

(۳)۔ "موطا" بھی مصنف کی طرح وہ کتاب ہے جس میں مختلف مضامین سے متعلق مرفوع، موقوف اور مقطوع روایات جمع کی گئی ہوں البتہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحبؒ کے مطابق "موطا" حدیث کی وہ کتاب ہے جسے مؤلف نے اپنے زمانہ کے علماء کو پیش کیا ہو اور انہوں نے اس کی مدح سرائی کی ہو۔ جیسے موطا ابن ابی ذئب، موطا امام مالک اور موطا امام محمد۔ (ملاحظہ ہو: آثار الحدیث (۲/ ۱۷۴)۔ حدیث اور فہم حدیث (ص ۱۱۱)۔)

(۴)۔ "جامع" حدیث کی وہ کتاب جس میں مختلف آٹھ مضامین یعنی عقائد، تفسیر، سیر، احکام، مناقب، فتن، آداب اور علاماتِ قیامت سے متعلق روایات موجود ہوں جیسے صحیح بخاری، سنن الترمذی اور سنن دارمی۔

قطعی ثبوت ہونے کے لیے **توارث** کافی ہے کیونکہ توارث قطعًا سند متصل ہے۔

کتاب و سنت کے توارث میں صرف اس قدر امتیاز ہے کہ کتاب اللہ شارع سے متوارث ہے، اور کتبِ حدیث مصنفین و مخرجین سے متوارث ہے۔

(کتبِ احادیث، کتب اسماء رجال اور توارث)

تصانیفِ احادیث میں حدیث، غیر حدیث، صحیح، غیر صحیح مخلوط تھیں[1]، امتیاز کے لیے علماء سلف نے سندًا احادیثِ رجال سے تعرض کیا، اور ہر ایک راوی کا حال عدل و غیر عدل وغیرہ معلوم کر کے کتب میں ضبط فرمایا۔ یہ کتب اسماء الرجال ہیں، جو نقلًا بعد نقل عہدِ تصنیف سے اب تک متوارث ہیں۔

جس طریق سے کتاب اللہ و کتبِ احادیث متوارث ہوئی ہیں اسی طریق نقل سے جملہ علوم کی تصانیف: تفسیر، فقہ، لغت، عقائد وغیرہ ذلک ان کے مصنفین سے اب تک متوارث ہیں۔

توارثِ کتب کی صورتیں

(معتبر کتبِ توارث)

کتب متوارثہ کا توارث دو طریق سے ہے۔ ایک طریق توارث نفس کتاب کا ہے یعنی بذریعہ تحریر کسی کتاب کا نقل در نقل ہوتے چلے آنا۔ مثلاً ”موطا امام مالک“ دوسری صدی کی تصنیف ہے، بذریعہ نقل کتابت اب تک متوارث ہے، ”تفسیر ابن جریر الحافظ“ تیسری صدی کی تصنیف ہے، یہ بھی تحریرًا متوارث

(۱)۔ تفصیل کے لئے فوائد جامعہ، حدیث و فہم حدیث اور آثار الحدیث وغیرہ ملاحظہ ہو۔

ہوئی، وکذلک الکتب الستۃ (اور اسی طرح صحاح ستہ ہیں جو تیسری صدی کی تصانیف ہیں)۔

(غیر معتبر کتبِ توارث)

(پہلی صورت)

لیکن بعض تصانیف ملحق بالتوارث کی گئی ہیں کہ کسی مشہور مصنف کے عہد کے بعد غیر مصنف نے کتاب تالیف کر کے مشہور مصنف کے نام سے شائع کر دی ہے۔ ایسی الحاقی تصنیف کے توارث کا سلسلہ آگے چل کر مصنف تک نہیں پہنچتا۔ تاریخ المصنفین اور طبقات المصنفات سے اس کا انقطاع ثابت ہوتا ہے، ماہرین علم طبقات المؤلفین پر اس کے نظائر مخفی نہیں۔

(دوسری صورت)

دوسرا توارث کتب کا طریق یہ ہے کہ ایک کتاب قرون سابقہ میں متوارث رہی اور گو بعد کے زمانے میں شائع نہیں ہوئی لیکن اس کتاب کی احادیث یا عبارات ہر پہلے اور پچھلے زمانے کے علمائے مصنفین میں متوارث ہیں، اس توارث میں بھی الحاق نادر ہوا ہے، بعض علماء باوصف کبیر الشان ہونے کے غلط قیاس کر گئے ہیں، سلسلہ روایت کے ایسے انقطاع کو اس طبقہ کے علمائے مورخین نے ثابت کر دیا ہے۔

(توارث اور سندِ اعتبار)

علم اسماء رجال المصنفین اس قسم کی ہر لغزش کو چھان کر الگ بتا دیتا ہے، صحیح اور معتبر توارث کی نظیر حدیث کی سند متصل ہے کہ اس کے سلسلہ توارث وتناقل کا انقطاع کسی طبقہ میں واقع نہیں ہوتا ہے، جس طرح روایتِ متصل کا

انقطاع کسی درجہ میں نہیں ہوتا ہے۔

مابہ الامتیاز صرف یہ ہے کہ سندِ روایت کے حامل **احاد** (خبر واحد) ہیں (جس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے)، اور توارث کے گواہ ہر طبقے اور زمانے کے کثیر التعداد افراد ہوتے ہیں (جو علمِ قطعی کا سبب ہے) اور جس طرح سندِ حدیث کا اتصال تاریخِ رجال سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح **توارث** مسلم کا اتصال تاریخ العلم **وطبقات العلماء** سے ثابت ہوتا ہے۔

(علوم آلیہ اور توارث)

اسی توارث کے سبب سے مسائلِ علم لغت، صرف و نحو، اصول وغیرہ قطعی الثبوت ہیں کہ واضعین سے ہم تک بجنسہ متوارث ہوئے، اور ہر علم کے مسائل الحاقیہ تاریخ العلم سے علیحدہ اور نمایاں کر دیے گئے، خاص کر وہ مسائل جو کتب درس میں ہیں، یا کتب کثیر المزاولة بين العلماء (وہ کتابیں جو بکثرت علماء کے استعمال میں رہتی ہیں) میں ہیں۔

اسی طرح علوم عربیہ: **تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد** وغیر ذلک کے مورث سے متوارث ہونے میں شک نہیں، اگر ان میں کوئی مسئلہ الحاقی ہے تو اسے کثرت شروح وحواشی اور تنقید علمائے سلف نے جو طبقہ بعد طبقہ ہوتی رہی چھان کر الگ کر دیا۔

اگر توارث کا یہ سلسلہ تصانیف علوم میں قائم نہ رہتا تو کسی دینی یا دنیاوی علم کا کوئی مسئلہ ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ مثلاً مذہب حنفی کے مسائل فقہیہ اگرچہ بارہویں صدی عیسوی میں تصنیف ہوئے، لیکن اس کے مسائل ہر قرن (صدی) کی تصنیف میں پائے جاتے ہیں، (ان میں) اقوال امام علیحدہ، فتاویٰ فقہاء جدا (ہیں)، یہاں تک کہ دوسری صدی کی تصانیف "جامع صغیر"، "مبسوط" وغیرہ اس

تفصیل کی شاہد ہیں۔ علی ہذا القیاس (اس طرح) مسائل فقہیہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اسی سند متصل متوارث سے ثابت ہیں۔

اور اگر ان تصانیف سے کسی تصنیف میں سہوًا یا مجازفۃً (اٹکل سے) کوئی مسئلہ ملحق (نوپید) ہے تو قرون سالفہ وخالفہ (متاخرین ومتقدمین) کی تصنیفات اس کا الحاق صاف کر دیتی ہیں۔ علی ہذا القیاس مسائل عقائد اسی معتبر توارث کی متصل سند سے ثابت ہیں۔

.... **** ....

تصانیف طبقۂ رابعہ

(قرن ثانی وثالث اور توارث)

اول صدی عہدِ صحابہؓ وتابعینؒ ہے، اس صدی میں اگرچہ اختلاف عقائد کے بعض بنیادی اسباب مثلاً خلافت، مشاجرات فیما بین الصحابۃ وغیرہما پیدا ہو گئے تھے لیکن عقائدِ اسلام میں کوئی امتیاز خود رائیوں (عقلی احتمالات) سے پیدا نہیں ہوا تھا، وہ فرقہ بندی جس پر عقائد کی طوائف المذہبی (مذہبی گروہ بندی) صادق آتی، واقع نہیں ہوئی تھی، بلکہ عہدِ طوائف المذہبی (مذہبی گروہ بندی) دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے، اور اسی زمانہ میں بحکم خبر صادق:

«إعجاب كل ذي رأي برأيه».

ترجمہ (ہر صاحبِ رائے اپنی رائے میں مگن ہو گا)[1]۔

---

(۱) - سنن أبو داود كتاب الملاحم ، باب الأمر و النهي رقم (٤٣٤١) و سنن الترمذي أبواب تفسير القرآن ، باب : ومن سورة المائدة رقم (٣٠٥٨) و سنن ابن ماجه ،

فتنۃ الآراء (مختلف نظریات کا فتنہ) حادث (رونما) ہوا، یعنی لوگوں نے معانی کتاب اللہ اور عقائد کے متعلق تعلیم نبوی کو جو طبقات ثلاثہ سے متوارث چلی آئی تھی مسلّم (مستند) نہ سمجھا بلکہ ان کے معانی میں غیر متوارث تاویل و تحریف کی گئی۔

جعد بن درہم(۱) نے کلام الٰہی کا انکار کیا، یعنی صفاتِ باری عز شانہ کا انکار شروع ہوا:

- اور ایک فرقہ جملہ صفاتِ الٰہی کا جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں انکار کرنے لگا۔
- کسی نے قضاء وقدر کا انکار کیا۔

أبواب الفتن ، باب قوله : يأيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم رقم (٤٠١٤) . وصحيح ابن حبان رقم (٣٨٥) و شعب الإيمان للبيهقي رقم (٧١٤٧) . و المعجم الكبير للطبراني رقم (٥٨٧) و تمامه عند أبي داود :حدَّثني أبو أميَّة الشَّعبانيُّ، قال: سألتُ أبا ثعلبة الخُشنيَّ فقلت: يا أبا ثعلبة، كيف تقول في هذه الآية: {عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ}؟ قال: أما والله لقد سألت عنها خبيراً، سألت عنها رسول الله – صلَّى الله عليه وسلم – فقال: «بل ائتَمِروا بالمعروف، وتناهَوْا عن المنكَر، حتى إذا رأيتَ شُحّاً مُطاعاً، وهوىً متبعاً، ودنيا مُؤْثَرَةً ، وإعجابَ كلِّ ذي رأي برأيه، فعليكَ -يعني بنفسك- وَدع عنك العَوامَّ ، فإنَّ من ورائِكم أيامَ الصبر، الصبرُ فيه مثلُ قبضٍ على الجَمْر ، للعامل فيهم مثلُ أجر خمسينَ رجلاً يعملون مثلَ عمله» وزادني غيره: قال: يا رسول الله: أجرُ خمسين منهم؟ قال: «أجرُ خمسين منكم»

(۱)۔ جعد بن درھم (۴۶ھ–۱۲۴ھ) پہلا وہ شخص جس نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کیا تھا یہ "عقیدہ خلق قرآن" کا بانی ہے۔ یہ خراسان میں پیدا ہوا پھر کوفہ چلا گیا تھا۔ جہم بن صفوان فرقہ جہمیہ کا بانی اسی کا شاگرد تھا، اموی خلیفہ جس کا تذکرہ تاریخ میں مروان الحمار اور مروان الجعدی کی نسبت سے مذکور ہے وہ اسی "جعد بن درھم" کی طرف منسوب ہے۔ اس کے اس عقیدہ کی وجہ سے گورنر خالد القسری نے اسے عید الاضحی کے دن قتل کروا دیا تھا۔(تفصیل کے ملاحظہ ہو: تاریخ دمشق (۲۶/۳۲۱)۔ البدء والتاریخ للمقدسی (۳/۱۲۳)۔ الاعلام للزرکلی (۲/۱۲۰)۔)

- ❖ کوئی آخرت میں رؤیت باری عزشانہ کا منکر ہوا۔
- ❖ کسی نے جنّ و ملائکہ کا انکار کیا کہ قوائے طبعیہ اور ملکاتِ فطری ملائکہ و جن ہیں۔
- ❖ ایک فرقہ عرش و کرسی کے وجود کا منکر ہوا کہ (ایسی) کوئی چیز نہیں، (یہ سب) سطحاتِ افلاک (آسمان کی سطح) ہیں۔
- ❖ کسی نے خوارق انبیاء (معجزات) کا انکار کیا، معجزات عیسیٰ علیہ السلام خلقِ طیر، احیاءِ موتیٰ (مردوں کو زندہ کرنا)، ولادت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے تسلیم نہ کیے، وغیر ذلک ممافی المفصلات المذاہب۔ (اور ان کے علاوہ دیگر مذاہب جو تفصیلی کتب میں مذکور ہیں)۔

(اختلاف کے اسباب)

اس افتراق و اختلاف کی بنیاد مسلمات عقلیہ فلسفیہ ہیں، چونکہ ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق مذہبی اصول کو مرتب کرنا چاہا، اس لیے ان فرقوں میں باہم بھی اختلاف شدید ہے۔ ہر ایک فرقہ نے اپنی خراط عقل (ذہنی و عقلی آوارگی) پر عقائدِ اسلام کو مخروط کیا، اور اپنی تاویل کو اسلام و ایمان سمجھا، اور باقی فرقوں کے معانی کو غلط اور گمراہی جانا، ایسے ہر ایک عالم کے بعض عوام پیرو ہو گئے، اور فرقہ بندی ہوتی رہی۔ حدیث «ستفترق أمتي» (میری امت کے فرقے ہوں گے) کا مصداق ظاہر ہوا۔

یہ جدید فرقے: **معتزلہ، خوارج، مرجیہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ، مشبہ، معطلہ** وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں[1]۔ ان کے پیشواؤں نے اسی دوسری صدی میں

---

(۱)۔ مذکورہ فرقوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) الملل والنحل (۲) الفرق بین الفرق (۳) التبصیر في

تصانیف کا سلسلہ شروع کر دیا، اور وقتاً فوقتاً اپنے اپنے عقائد میں کتابیں لکھتے رہے، چنانچہ ہر ایک فرقہ کی تاویل ان کی تصانیف میں درج ہے، اور ان کی جملہ تاویلات قرآن وحدیث کے متوارث معانی کے خلاف ہیں۔

(حفاظتِ عقائد اور توارث)

حضرات تبع و تابعینؒ کے ابتدائے عہد طوائف المذہبی میں بعض علمائے ممدوحین و محمودین بحکم «لا يزال من أمتي» (الحديث) موجود تھے۔ ان کو جس تعلیمی سلسلہ سے کتاب و سنت کے الفاظ متوارث پہنچے تھے اسی سلسلہ تعلیم کے ذریعے ان الفاظ کے معانی پہنچے تھے، اور ان ہی محفوظ اور متوارث معانی کو انہوں نے نئے اور من گھڑت معنٰی نکالنے والوں کے سامنے پیش کیا اور نئے فرقوں کی تنقید و تردید کی، اور ان کے جواب میں خود کتابیں تصنیف کیں اور قرآن کے ان معانی اور اسلامی عقائد کو مدون فرمایا جو بزرگانِ سلف سے ان کو پہنچے تھے۔ یہی تصنیفات مسلمانوں کے عقائد صحیحہ کا ماخذ ہیں۔ اور انہی مدونات کی اشاعت سے **ملتِ متوارثہ** اب تک محفوظ ہے۔

مقاتل بن سلیمان، فضیل بن عیاض، عبد الرزاق حمیری، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، وکیع بن جراح، شعبہ بن حجاج، یزید بن ہارون، آدم عسقلانی، اسحاق بن راہویہ وغیرہم رحمہم اللہ ائمہ محدثین حجاز وعراق و شام ویمن وخراسان کی تصانیف اسی عہد میں شائع ہوئی ہیں، ان تصانیف میں عقائدِ اسلام صحابہ و تابعینؒ کے سمجھنے کے مطابق مرتب کیے گئے ہیں، نصوص (آیات واحادیث) کو **فرقِ حادثہ** (نوپید فرقوں) کے جواب میں معانی متوارثہ کے ساتھ

الدین وتمیز الفرقۃ الناجیۃ عن الفرق الهالکین از ابو المظفر الاسفرایینی (۴) الفصل في الملل والاهواء والنحل از ابن حزم اندلسیؒ (۵) الابانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیۃ ومجانبۃ الفرق المذمومۃ از ابن بطہ حنبلیؒ۔

بیان کیا گیا ہے۔

ان میں **بعض** معانی بروایت مرفوعہ بیان کیے گئے ہیں، اور **بعض** ان اقوال صحابہ وتابعینؒ (سے بیان کیے گئے) جن کی سند مرفوع متصل نہ تھی کیونکہ اول صدی میں اتصال سند کا التزام نہ تھا، البتہ معانی کتاب وسنت متوارث تھے، اور اس کی سند اسی طرح سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھی جس طرح بسند متصل صدرًا عن صدر الفاظ نصوص بلاکم وکاست (بغیر رد وبدل) متوارث ہوئے تھے پس جس طرح نظمِ القرآن توقیفی ہے، بتوارث ہم کو پہنچا، اسی طرح معانی قرآن توقیفی ہیں، بتوارث ہم کو پہنچے ہیں۔

اہل سنت کے ہاں ان معانی متوارثہ کا شاہد **عند اہل السنۃ** خود جم غفیر **طبقہ رابعہ**، یعنی دوسری صدی وتیسری صدی کے علمائے اعتزال وجہمیہ وارجاء وغیرہم ہے، جنہوں نے اپنی اپنی تصانیف میں معانی متوارثہ اہل سنت کو **علماء السنۃ** کی طرف منسوب کیا ہے، اور اقوالِ تابعینؒ وصحابہؓ کو جسے اہلِ سنت سند (دلیل) میں لاتے (ہیں)، وقتاً فوقتاً رد کیا ہے، اور اپنی آراء کی تائید میں صرف قرآن کے لفظی معنیٰ پیش کیے ہیں۔

(باطل فرقوں کی بنیاد)

ان کی اور بعد کے ان علماء کی رائیں جنہوں نے نئے نئے عقیدے اور فرقے نکالے، فلسفے پر مبنی ہیں، ان ہی فلسفی اور عقلی دلیلوں کے زور سے ان حضرات نے اپنے جدید عقائد منوانے چاہے، اور جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا تیسری صدی ہجری میں اپنے اپنے مذہبوں کے متعلق مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

اس کے مقابلہ میں علمائے سنت نے **علمِ کلام** کے اصول مرتب کیے، جس

کے ذریعہ اصلی عقائد سنت کو محکم دلیلوں سے ثابت کیا اور اسی کے ساتھ فلسفۂ حکماء کا بھی تارو پود (دھجیاں) بکھیر دیا، جس کا فرش و لحاف (اوڑھنا و بچھونا) دہریت ہے۔

(علمِ کلام اور توارث)

یہ علمِ کلام بھی متوارث عن المتکلمین ہے۔ واضح رہے کہ **موجدین** علمِ کلام نے علمِ کلام کے اصول سے تصدیق نبوت حاصل نہیں کی ہے، اس لیے یہ تصدیق ان کو بغیر ان اصولوں کے بھی حاصل تھی، بلکہ اصحابِ طبیعیات و سائنس و اعتزال نے اخبار غیبیہ متوارثہ کے خلاف جو دلیلیں قائم کی تھیں **علمِ کلام** سے ان کی تردید کی گئی ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے غیبی اخبار کا امکان ثابت کیا ہے، وذلک مبسوط فی الکلام (یہ تفصیل علم کلام کی کتابوں میں موجود ہے)۔

اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے عقائد اصلی کا ایک مستقل نظام تیار ہو گیا، یہ عقائد قرآن اور اقوال رسول ﷺ سے ماخوذ ہیں۔ فرق اس قدر ہے کہ ماخذ مذکور میں یہ عقائد بہ ترتیب مدون نہ تھے، بلکہ تفاسیر میں بہ ترتیب قرآنی اور احادیث میں بہ ترتیب کتبِ حدیث مرتب تھے، اور کتبِ عقائد میں (انہیں) علیحدہ ترتیب کے ساتھ مرتب کر دیا گیا۔

(عقائد کی اقسام)

ان عقائد سنت کی ترتیب دو باب میں کی گئی ہے:

عقائد ضروریہ و غیر ضروریہ۔

۱۔ **عقائد ضروریہ:** مسائل ذات وصفات سبحانہ، نبوت، رسالت، احوالِ

قیامت، دوزخ، جنت، وما والاھا (وغیرہ).

۲۔ عقائد غیر ضروریہ: جن مسائل کا علم اسلام میں ضروری و (ان کا) اعتقاد لازم نہیں ہے، ان مسائل کو مصنفین نے کتبِ عقائد میں اس وجہ سے درج کیا ہے کہ جدید فرقے والوں نے ان کو غیر مستند طریقوں سے بیان کیا تھا۔

جماعتِ مصنفین مذکورین جن کی مصنفات **ماخذ عقائد السنۃ** ہیں یہ (مجددین کی پہلی جماعت) اول طائفہ ہے، جو دوسری صدی اسلام میں پیدا ہوئی ہے جس کی خبر شارع نے متعدد روایات میں فرمائی ہے۔

لا يزال طائفة من أمتي قوامة على أمر الله. رواه البخاري وغيره.

ترجمہ: ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے مستقیم اللہ کے حکم پر۔[۱] اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے:

«يحمل هذه العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين» .

ترجمہ: اسلام کے علم کو عادل لوگ ہر پچھلے طبقہ میں سے سیکھ لیں گے، جس سے گمراہوں کی تحریف کو دور کریں اور باطل مذہبوں کو اور جاہلوں کی تردید کردیں۔[۲] (مشکوٰۃ)

---

(۱)- سنن ابن ماجه رقم (٧). مسند أحمد رقم (٨٢٧٤). صحيح ابن حبان رقم (٦٨٣٥). المعرفة و التاريخ للفسوي (٢/ ٢٩٦). حلية الأولياء (٩/ ٣٠٥). مسند الشاميين للطبراني رقم (١٥٦٣). و رواه البخاري رقم (٣٦٤١) بلفظ «**لاَ يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ، لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ**»، ومسلم رقم (١٩٢٠) وهو حديث معروف يرويه غير واحد من الصحابة.

(۲) . مسند الشاميين للطبراني رقم (٥٩٩) و اللفظ له .السنن الكبرى للبيهقي رقم (٢٠٩١١). البدع لابن وضاح رقم (٢) . مسند البزار (الرقم ١٤٣). الكامل لابن عدي

کسی روایت میں «من یجدد لها دینًا» **علوم سنت کی اسی وارث جماعت نے** سب سے پہلے تصانیف **علم کتاب و سنت سے افتراق کلمہ اسلام** (گروہ بندی) کے مقابلہ میں **احیاءِ سنت** فرمایا ہے، جس سے **معانی کتاب و سنت کا تحفظ** ہوا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ﴾ [الحجر: ۹].

ترجمہ: یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہی وہ معانی تھے جو صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی تعلیم سے متوارث ہوئے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بمصداق آیت:

﴿كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: ۲۲]

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے۔

شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے مدح وارد ہے، ان کے ایمانات وعقائد کی سند

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ٤٤]

ترجمہ: تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کردو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں۔

تک متصل ہے اگرچہ اس توارث میں بظاہر «حدثنا» و«أخبرنا» **کا سلسلہ شارع تک متصل نہیں، لیکن بسلسلۂ توارث بحکم** «لا تزال طائفة» **وبحکم** «يحمل من كل خلف عدوله» **کے انہی بزرگوں کی بدولت اسلام کی سیدھی راہ علیحدہ کرکے دکھادی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا:**

(۱/ ۱۵۳). مقدمة الجرح والتعديل (۱/ ۱/ ۷۱). الضعفاء للعقيلي (۱/ ۲۰). شرف أصحاب الحديث للخطيب (ص۲۹).

﴿قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ﴾ [البقرة: ٢٥٦]

(ترجمہ: ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا۔)

اور ہمیشہ کے واسطے ایک طریقہ مقرر ہو گیا۔

.... **** ....

عقائدِ اہل سنت کا معیار

کتب عقائد میں جس مسئلہ کا سلسلہ دوسری صدی کی تصنیفات تک متصل ہو وہی اہل سنت کا صحیح عقیدہ ہے، کیونکہ وہ عقائدِ سنت کے اصلی ماخذ سے مستنبط ہے، اور جس کا سلسلہ ماخذ مذکور تک مسلسل نہ ہو وہ مسئلہ الحاقی (اسے بعد میں شامل کیا گیا) ہے، عقائدِ سنت کی بڑی کسوٹی یہی ہے۔

ہر صدی میں امتِ اسلام سے فتنۂ فساد الرائے ظاہر ہوا ہے، اور جملہ مجددین نے سلف ممدوحہ و خیر القرون کے مفاہیم سے احیاء سنت فرمایاہے کہ وہی مقام «ما أنا عليه وأصحابي» کے مصداق ہیں، **کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ** محض لفظ کا نام نہیں بلکہ کتاب و سنت سے بامعنٰی الفاظ مراد ہیں، اور معانی کتاب ماوشما (ہمارے تمہارے) کہنے یا سمجھنے سے معلوم نہیں ہوئے ہیں بلکہ منتخب صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تعلیم سے ہم پر ظاہر ہوئے ہیں جو انہیں رسول مقبول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پہنچی تھی۔ کتاب اللہ أم الملة وأم العقائد ہے، سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گویااس کی تفسیر ہے۔

(تفسیر اہل سنت)

اہل سنت والجماعت کی تفسیر کے دو مسلک ہیں۔

(تفسیر بالمرویات)

ایک مسلک تفسیر بالمرویات ہے، یعنی مرفوعات احادیث وآثار صحابہ و تابعین رحمہم اللہ سے تفسیر کی گئی ہے، اس مسلک سے ما توارث (معانی متوارثہ) کا تحفظ کیا

گیا ہے، جس سے مذہب اہل سنت جو سینہ بہ سینہ تھا، قلم بند ہو کر بذریعہ تعلیم و تعلم آج تک باقی ہے، یہ مسلک **ایمان العجائز** (عمر رسید شخصیات کے ایمان) کے طریقے پر ہے جو امت امیہ اربابِ دین العجائز (اس امی امت میں عمر رسید دیندار حضرات) سے مروی ہے۔ **متاخرین** مصنفین نے اسی مسلک میں اختصار کا طریقہ اختیار کیا ہے، اور بغیر حوالۂ روایات آیات کے معانی تفاسیر میں بیان کر دیے ہیں۔

(تفسیر متکلمین)

دوسرا مسلک متکلمین کے طریقے کا ہے، جس میں فلاسفہ و متبعین فلاسفہ کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں، اور علمِ کلام کے اصول پر تفسیر کی گئی ہے۔

- ❖ اول مسلک کی تفسیر کا رواج دوسری تیسری صدی میں رہا، اس وقت کی (جملہ) تفاسیر کا بہترین مجموعہ ''تفسیر ابن کثیر'' ہے۔[1]
- ❖ دوسرے مسلک کا بحر ذخار ''تفسیر کبیر'' ہے[2]، قدمائے مفسرین میں جس

(۱)۔ "تفسیر ابن کثیر" حافظ عماد الدین ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل بن عمر الشافعی القرشی البصری الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) کی تالیف ہے۔ یہ ویسے تو آٹھویں صدی کی تالیف ہے لیکن اس میں خیر القرون کی جملہ ماثور تفاسیر کو جمع کر دیا گیا ہے اس لئے یہ، تفسیر بالماثور میں سب سے معتمد و نمایاں تفسیر ہے۔ اس کے مآخذ میں تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن مردویہ، تفسیر بغوی اور تفسیر ابن عطیہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تفسیر متعدد مکتبوں (دار طیبہ، دار ابن حزم، مکتبہ اولاد الشیخ، دار ابن الجوزی اور الرسالہ العالمیہ وغیرہ) سے مختلف محققین (سامی سلامہ، ابو اسحاق الحوینی، ڈاکٹر البنا اور شعیب الارناؤوط) کی تحقیق سے کئی مرتبہ شائع کی جا چکی ہے۔ اس کا بہترین طبعہ ۲۰۱۹ء میں مکتبہ الرسالہ العالمیہ، بیروت سے شعیب الارناؤوط اور محمد انس مصطفی الخن کی تحقیق سے شائع کیا گیا۔ نیز "تفسیر ابن کثیر" کا اردو ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی صاحب نے کیا ہے جسے مکتبہ اسلامیہ لاہور نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا تھا۔

(۲)۔ تفسیر کا نام "مفاتیح الغیب" ہے یہ "تفسیر کبیر" اور "تفسیر رازی" کے نام سے معروف ہے۔ متکلم اسلام امام فخر الدین رازی ابو عبد اللہ محمد بن عمر الاشعری الشافعی التیمی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) اس کے مولف ہیں

نے طریقہ متکلمین کو اختیار کیا وہ مقاتل بن سلیمان[1] ہیں کہ انہوں نے فرقۂ جہمیہ کے طریقہ کا عقلی ادلہ اور فلسفی مسلمات سے بھی جواب دیا ہے، گویا اسی طریقہ سے طریق تکلم (علمِ کلام) میں سب سے پہلے انہوں نے قلم اٹھایا ہے۔

(تفسیر صوفیہ)

❖ ایک تیسرا مسلک تفسیر صوفیہ کا ہے یعنی اسرار القرآن (اور اسی طرح احادیث نبوی کے معانی بھی)۔ اکثر صوفیہ کرام مثل شیخ اکبر ابن عربیؒ[2] و

۔اس میں متکلمین کے طرز پر معتزلہ، خوارج وغیرہ دیگر فرقوں کے عقائد و مسائل کو عقلی و نقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے۔ اسے اہل علم کے ہاں تفسیر بالرائے میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ یہ تفسیر مکمل نہ کر سکے تھے اس لئے بعد میں اسے قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی (متوفی ۶۳۹ھ) یا ایک قول کے مطابق شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی (متوفی ۷۷۷ھ) نے اسے مکمل کیا تھا۔ یہ تفسیر بھی متعدد مکتبوں (دار الکتب العلمیہ بیروت، دار الحدیث القاہرہ، احیاء التراث العربی اور المکتبہ التوقیفیہ مصر وغیرہ)سے بارہا شائع کی جاچکی ہے تاہم اس کا بہترین طبعہ راقم کو معلوم نہیں۔ "تفسیر کبیر" کا اردو ترجمہ مفتی محمد خان قادری نے کیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نامکمل ترجموں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: یتیمۃ البیان از علامہ یوسف بنوری۔ التفسیر والمفسرون از محمد حسین ذھبی)

(۱)۔ ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی (۱۵۰ھ-۷۶۷ء) بلخ کے رہنے والے تھے پھر بصرہ چلے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ یہ محدثین کے ہاں ضعیف ہیں ان سے بہت سی تفسیری روایات مروی ہیں اور "تفسیر مقاتل" کے نام سے ان کی ایک تفسیر بھی ہے جو موسسۃ التاریخ العربی بیروت سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: المنتظم فی التاریخ (۶/ ۱۲۶)۔ تلقیح فھوم الاثر (۱/ ۴۱۲)۔ الکامل فی التاریخ (۳/ ۱۶۵)۔ تاریخ الاسلام (۵/ ۳۲۴)۔ المجروحین (۳/ ۱۴)۔ طبقات المفسرین (۲/ ۳۳۰)۔ الاعلام للزرکلی (۷/ ۲۸۱))

(۲)۔ یہ تفسیر "تفسیر ابن عربی" کے نام سے معروف ہے۔ شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی الحاتمی الاندلسیؒ (۵۶۰ھ-۶۲۰ھ) کا شمار تصوف کے اکابر ائمہ میں ہوتا ہے۔ موصوفؒ نے عام مفسرین کی روش سے

شیخ العرفان کاشانی[۱] نے اس مسلک پر تفسیر لکھی ہے۔

(تفسیر اور توارث)

قرآن کریم جوامع الکلم ہے، اس کی جامعیت کی وجہ سے نفوس ذکیہ (پاک نفوس) پر اسرار کا توارد (روحانی برکات و مخفی اسرار کا نزول) لا نہایت (بے انتہاء) ہوا ہے، اور یہی غیر متناہی سلسلہ قیامت تک رہے گا لیکن کیونکہ کلام الٰہی جامع بین الظاھر والباطن (ظاہری معنیٰ اور اسرار ورموز دونوں کا حامل) ہے (لہذا) جو ظاہری معنیٰ بیان کیے جائیں، ان کا معتبر ہونا ضروری ہے، تکالیف شرعیہ (شرعی فرائض و واجبات) معانی ظاہریہ پر مرتب ہیں۔ زان بعد مرئیہ (ظاہری نصوص و اعمال کے بعد روحانی تزیین) مثلاً باطنی علوم یا نفس کشی کے طریقے اسرار (مخفی) ہے، جس پر تکلیف شرعی (شرعی مؤاخذہ) مرتب نہیں۔

احکام شریعت کے باب میں اجتہاد کا دخل ہے، اور متعدد طریقوں کا درست ہونا ممکن ہے کیونکہ شارع ﷺ نے عملِ حج میں قربانی کرنے والے اور

ہٹ کر اسرار و رموز کے زاویوں سے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ یہ تفسیر موسوعہ الاعلمی للمطبوعات سے ۲۰۱۸ء میں اور دار الکتب العلمیۃ بیروت سے ۲۰۲۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ "تفسیر ابن عربی" کا اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی نے کیا ہے جو سب سے پہلے ۱۹۹۲ء میں کتب خانہ چشتی فیصل آباد سے شائع کیا گیا تھا اور اب تک اس کے تین ایڈیشن شائع کئے جا چکے ہیں۔

[۱]۔ تفسیر کا نام "الصافی فی تفسیر کلام اللہ الوافی" ہے جو "تفسیر صافی" کے نام سے معروف ہے۔ اس کے مولف ملا فیض کاشانی ہیں جن کا مکمل نام ملا محمد محسن بن مرتضی بن محمود کاشانی شیعی (۱۰۰۷ھ – ۱۰۹۱ھ) ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلام للزرکلی (۵/ ۲۹۰)۔ معجم المولفین (۸/ ۱۷۸)۔ ایضاح المکنون (۱/ ۱۸۳)۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ از آغا بزرگ طھرانی ۔ روضات الجنات فی احوال العلماء و السادات از محمد باقر موسوی خوانساری ۔ مستدرکات اعیان الشیعۃ از حسن الامین (۲/ ۳۰۵)۔)

سر منڈانے والے دونوں کے حق میں «أحسنت» (درست ہے) فرمایا ہے (معروف عند العلماء)، بخلاف باب عقائد کے جس کا دروازہ نہایت تنگ ہے۔ اجتہاد و رائے کو اس میں دخل نہیں، اور اخبار غیب میں عقل و رائے پر تکیہ (اعتماد) نہیں کیا جاسکتا، پس باب عقائد میں جو اسرار و معانی ہماری متوارث تعلیم کے معارض ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک معتبر نہیں بلکہ توارث کے معیار سے ان کو رد کر دیا گیا ہے۔(نیز) جو اسرار شریعت کے معارض نہیں، شریعت ان سے ساکت ہے۔ غرض **عقائد** اہل سنت میں ثابت ہے کہ:

والنصوص تحمل على ظواهرها والعدول عنها إلى معان يدعيها أهل الباطن إلحاد.

ترجمہ: آیات و احادیث کے ظاہری معنیٰ اسلام میں مراد ہیں، اس سے تجاوز کر کے باطنی معنیٰ پیدا کرنا جیسے باطنی گمراہ فرقہ نے کیا ہے، الحاد ہے۔[1]

.... **** ....

(۱)- شرح العقائد النسفية للتفتازاني (ص ١٠٥).

(نصوص اور صوفیانہ تفسیر و معانی)

مثلاً ایمان باللہ، صلوٰۃ (نماز)، صوم (روزہ)، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے ایک تو معانی متوارثہ ہیں جن کی تفصیل کتب شریعت میں مفصل ہے، ان معانی کے اعتبار سے عباد اللہ پر شرعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں، اور شرعاً اسی اعتبار سے فرق بین الإیمان والکفر (ایمان و کفر کا فرق واضح) قرار دیا گیا ہے، صوفیہ کرامؒ نے ان معانی ظاہریہ کے علاوہ انہی الفاظ **ایمان، صلوٰۃ** (نماز) وغیرہ کے جداگانہ معانی کتبِ تفسیر و تصوف میں بیان کیے ہیں مگر ان معانی کے اعتبار سے عباد اللہ مکلف نہیں اور ان پر عمل نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(عقائد اور الحادی وزندیقی مفاہیم)

بزرگان صوفیہؒ کے علاوہ ایک گروہ ان فلاسفہ کا ہے جنہوں نے قرآن و حدیث کے معانی میں تاویل کر کے عجیب عجیب مطالب پیدا کر دیے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جملہ شرائع و ادیان سماویہ کی بناء تین چیزوں پر ہے، اور انہی پر شریعت کے احکام مرتب ہیں۔

ایک وجود سبحانہ تعالیٰ بصفاتہ: السمع والبصر والحکمۃ وغیرھا من صفاتہ الکاملۃ۔

دوسرا حدوثِ عالمِ دنیا۔

تیسرا آئندہ وجود قیامت یعنی فنائے عالم دنیا کے بعد عالم جزا و سزا اور حرکات و سکنات دنیا کا پھر واقع ہونا کما بینہ الشریعۃ (جیسا کہ شریعت نے بیان کیا ہے)۔

ان تین چیزوں پر شریعتوں کے احکام مرتب ہیں، عقلی ادلہ سے ان میں ہر ایک کا (تفصیلی) علم حاصل ہونا محال ہے، کیونکہ محسوسات بلکہ معقولات اولیٰ و معقولات ثانیہ کی بھی وہاں تک رسائی نہیں ہے، حکمائے پیشین (سلف) نے ہر قسم کے اختلاف کے بعد اگر معلوم کیا ہے تو وہ بھی صرف **علتِ واحدہ** جو کہ **علۃ العلل** ہے وہ بھی:

«لا يصدر عنها إلا الواحد تعالى شأنه علوًا كبيرًا».

(اس (مبدأ اول / علت اولیٰ) سے صرف ایک ہی کو وجود مل سکتا ہے۔)

ایسا ہی قیامت کا وجود ہے، تعلیم نبوت نے جس تفصیل کے ساتھ ان دو چیزوں کو بیان کیا (یہ) معلومات مقدورِ فلاسفہ (فلاسفہ کی سکت) سے باہر ہیں۔

حکمائے طبعین (مادہ پرست طبقہ) ان دو چیز (وجودِ باری تعالی اور قیامت) کے وجود سے قطعِ نظر کیے ہوئے ہیں، اس لیے کسی شریعت کے پابند نہیں۔

ان میں سے ایک فرقہ کی رائے عقل و نقل کے ازدواج (ملاپ) سے مجنّس (مخلوط) ہوئی ہے۔ انہوں نے جملہ نصوص مشروع کو تاویل کے قالب میں ڈھالا ہے، مثلاً **وجود سبحانہ تعالی شانہ** کو دہریت و فطرت سے تعبیر کیا۔ اس استدلال سے کہ «وما يهلكنا إلا الدهر» نص صریح ہے، اور حدیث صحیح:

«لا تسبوا الدهر؛ فإن الله هو الدهر».

ایک روایت میں:

«إني أنا الدهر، أقلب الليل والنهار».

اور صفات سبحانہ وتعالیٰ کو استعارات وتشبیہات پر محمول کیا ہے۔

نصوص قیامت کو تشبیہات ومجازات قرار دیا ہے:

﴿وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي ٱلْقُبُورِ﴾ [الحج: ۷]

ترجمہ: اور اس لئے کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس لئے کہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

یعنی آئندہ زمانے میں کرۂ زمین پر عنصری و طبعی مصائب ایسے آنے والے ہیں جن سے عیشِ حیوانات (زندگی) یکسر ناممکن ہو کر نظامِ عنصری اس ہیئت میں باقی نہ رہے گا۔ باقی رہا آسمان کا شق ہونا، احوال چاند، سورج وغیر ذلک من اخبار القیامۃ (وغیرہ احوالِ قیامت) ان کو شدتِ مصائب (پریشانیوں) کا استعارہ قرار دیا ہے، مثلاً:

﴿تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ ٱلْأَرْضُ وَتَخِرُّ ٱلْجِبَالُ هَدًّا﴾ [مريم: ۹۰].

ترجمہ: کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔

اس کے معنیٰ ان لوگوں نے یہ بیان کیے ہیں کہ اس آیت میں فطور آسمان (آسمان کا پھٹنا) و شق زمین (زمین چاک ہونا) و خر جبال (پہاڑ کا پارہ پارہ ہونا) حقیقتاً مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دنیا میں سخت فتنہ و فساد اور ہل چل پڑ جائے گی۔

(احکام شریعت اور الحادی مفاہیم)

اسی طرح امرِ ثالث یعنی شریعت کے احکام کی تاویل کی ہے کہ جملہ امور معاش و معاد (دنیا و آخرت) میں تزکیہ نفس سے فلاح و نجات حاصل ہوتی ہے، نص صریح ہے:

﴿قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا﴾ [الشمس: ۹].

ترجمہ: فلاح اسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے۔

یہی تزکیہ طریقہ ہدایت اور اصل مقصود ہے، جس کے لیے کسی خاص قسم کی عبادت وغیرہ وغیرہ ضروری نہیں، اور یہ سب تاویلات، ملحدانہ، اور اسلامی معیار سے ناقص وغلط ہیں۔[1]

.... **** ....

[1] - العرش للذهبي (۱/ ۱۳۲) - اعتقادات فرق المسلمین و المشرکین لفخر الدین الرازی (۱/ ۷٤)- الفرق بین الفرق (ص۲٦٦) - التفسیر الکبیر (۱۲/ ۱۲۳) - نسیم الریاض للخفاجی (٤/ ٥۲۳) - اغاثة اللهفان في مصاید الشیطان لابن القیم الجوزیہ (۲/ ٤۲٥) - مصرع التصوف للبقاعی (۱/ ۱٦۸) -

باب سوم:

ما به الامتياز بين أهل السنة وبين سائر الفرق الحادثة والفرق في تفسيرها

(اہلِ سنت اور دیگر نوپید فرقے)

اہل سنت و جملہ فرق حادثہ کا تمسک (استدلال) قرآن و حدیث سے ہے، ہر دو فریق کا امتیاز مسائل اعمال و احکام کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اختلاف عقائد پر مبنی ہے۔ باب عقائد میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے، اخبار غیب پر ایمان لانا ہے، اس لیے اس باب میں اجتہاد و رائے کو دخل نہیں ہے۔

(اہل سنت اور قرآنی و حدیثی مفاہیم)

کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ **محض الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ لفظ بالمعنیٰ المراد سے عبارت ہے** (جیسا کہ پہلے بیان ہوا)، اسلام کے عقائد ضروریہ کا مدار ثبوت قطعیت پر ہے کیونکہ ایسے قطعی ثبوت کے بغیر **اسلام** اور **کفر** میں کوئی حدِّ فاصل قائم نہیں کی جاسکتی۔ پھر جس طرح آیات قرآن اور احادیث صحیح (متواتر) کے الفاظ تو ارث کے ذریعے قطعی الثبوت ہیں، اگر اسی طرح ان کے معنیٰ قطعی الثبوت نہ ہوں تو **اسلام** اور **کفر** کے درمیان فرق کرنے والی کوئی چیز باقی نہ رہے گی، اور نہ (محض) الفاظ کی بناء پر کوئی قطعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر یہ آیت:

﴿إِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ ٱلۡمَوۡتَىٰ﴾ [النمل: ٨٠].

(ترجمہ: یادرکھو کہ تم مردوں تو اپنی بات نہیں سنا سکتے۔)

عدم سماع موتیٰ پر قطعًا دال نہیں مانی گئی۔

وقولہ سبحانہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلۡقُرۡءَانُ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥ وَأَنصِتُواْ﴾ [الأعراف: ٢٠٤]

(ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔)

عدم قراءۃ فاتحہ خلف الامام پر قطعًا دال نہیں۔

رب تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

(ترجمہ: تین مرتبہ ماہواری (حیض / طہر))

معنی طہر پر قطعًا دال نہیں۔ عقائد ضروریہ جن سے تفریق بین الاسلام والکفر کی جائے **اخبار آحاد** غیر مشہورہ سے ثابت نہیں ہوتے۔ عقائد اسلام بلکہ احکام اسلام کا ثبوت بھی کسی ایک آیت یا ایک حدیث کے مفہوم و مدلول پر موقوف نہیں ہے، بلکہ متعدد آیات و مجامیع احادیث سے حاصل ہوتا ہے۔

اس بناء پر ائمہ اہل سنت والجماعت نے باب عقائد میں تفسیر جملہ آیات و شرح جملہ احادیث کے طریق (ذریعے) استنباط و اجتہاد سے قطع نظر کر کے صرف سلف صحابہ و تابعین کے معنٰی پر مدار رکھا ہے جو متوارث ہیں، اور (توارث ثابت ہونے کے بعد) تفسیر کے لیے یا شرح حدیث کے لیے حدیثِ مرفوع کا پایا جانا شرط نہیں ہے، کیوں کہ پہلے دور کی تعلیم و تبلیغ میں سند کا التزام نہ تھا، اس لیے اہل سنت اگر کسی آیت یا کسی حدیث کے ظاہری مفہوم و مدلول کو **عقائد متوارثہ** کے خلاف مانتے ہیں تو اصل توارث کی بناء پر اس کی تفسیر کرتے ہیں، جس کی

تفصیل آگے آتی ہے۔

(باطل فرقے اور قرآنی وحدیثی معانی و مفاہیم)

بخلاف باقی فرق حادثہ معتزلہ وغیرہ کہ انہوں نے عقائد اسلام کو فلسفہ کی خراط (بساط) پر مخروط (گھڑ لیا) کیا ہے۔ پھر جس آیت کے ظاہری مفہوم و مدلول کو ان من گھڑت عقائد کے موافق سمجھا اس سے استدلال کیا۔ اور باقی آیات و احادیث کو جو اس بارے میں آئی ہیں اور فرقہ اہل سنت کے متوارث طریق کو ثابت کرتی ہیں، ان کی تاویل کر دی۔ اس لیے یہ فرقے **تفسیر القرآن و شرح احادیث** میں مفاہیم صحابہ و تابعین و ما توارث عن السلف کی اتباع لازم نہیں جانتے ہیں۔

ان کے ہاں **تفسیر** کا مدار محض لغات عربیہ و اصول ادبیہ و محاورات و استعارات پر ہے، اگرچہ وہ طریق متوارث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ پس اہل سنت اور ان فرقوں میں یہی اصولی فرق ہے۔ اس امتیاز اور فرق کی توضیح و تشریح کی غرض سے ایک تقریر کے بعد مناسب ہو گا کہ اس کی نظیریں اور مثالیں پیش کر دی جائیں۔ اور ان مثالوں سے بصراحت ثابت ہو جائے گا کہ توارث کے خلاف کرنا اور معانی کتاب اللہ کا مدار محض لغات و محاورات پر قرار دینا «إعجاب كل ذي رأي برأيه» (ترجمہ: ہر صاحبِ رائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے) ہے۔

اور یہ (اس) صحیح حدیث کا مصداق ہے۔

«من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار».[1]

---

(۱) - سنن أبو داود، باب تكرير الحديث رقم (٣٦٥٢). سنن النسائی، فضائل القرآن رقم

ترجمہ: جس نے قرآن میں رائے زنی کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

.... **** ....

(۱۱۰)- سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن ، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برايه رقم (۲۹۵۱) واللفظ له - مسند احمد رقم (۲۰٦۹) - مسند أبو يعلى رقم (۲۷۲۱). المعجم الكبير للطبرانى رقم (۱۲۳۹۲)- شرح مشكل الآثار للطحاوى (۱/ ۱٦۷)- مصنف ابن أبي شيبة (۱۰/ ۵۱۰) . الفقه و المتفقه (۱/ ۵۷).

التقریر

(قرآن و سنت اور مرادی یا لغوی معانی و مفاہیم)

کسی کلام کے مدلول لغوی (معنیٰ) سے مخاطب نے جو کچھ سمجھا ہے وہ مفہوم کلام ہے، مثلاً کسی نے کہا کہ ''میں نے شیر مارا ہے''، مخاطب نے اس سے حیوان درندہ سمجھا، تو یہ مفہوم ہوا، اور کلام کا مدلول یہی ہے۔ لیکن اگر کسی قرینہ سے (یا) متکلم کی کسی تصریح سے ثابت ہوا کہ متکلم کی مراد لفظ ''شیر'' سے بہادر شخص ہے تو یہ **معنیٰ مراد کلام** ہے، پس کلام کی شرح کے لیے معنیٰ (مرادی معنیٰ) کا اعتبار ہوگا نہ کہ مدلولات لغوی یا ظاہری مفہوم کا کیونکہ گو ظاہری مفہوم اور حقیقی مراد دونوں الفاظ کے مدلول ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ متکلم کا اصلی مطلب ظاہری مفہوم ہی ہو۔

❖ قرآن و حدیث عربی زبان ہے، اور بہت سے عربی الفاظ بھی دوسری زبانوں کے الفاظ کی طرح کئی کئی معنیٰ اور مفہوم رکھتے ہیں۔ مثلاً لفظ ''قرء''

﴿ثَلٰثَةَ قُرُوٓءٍ﴾ [البقرۃ:۲۲۸]

(ترجمہ: تین مرتبہ ماہواری (حیض / طہر))

بین الحیض والطہر (ماہواری اور زمانہ پاکی میں) مشترک ہے یہ اشتراک مادہ ہے، اور کبھی اشتراک فی اللغۃ والاستعمال ہوتا ہے، مثلاً لفظ ''موت'':

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

(ترجمہ: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔)

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ [الزمر: ٣٠]

(ترجمہ: (اے پیغمبر!) موت تمہیں بھی آنی ہے اور موت انہیں بھی آنی ہے۔)

﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ [النحل: ٢١]

(ترجمہ: وہ بے جان ہیں، ان میں زندگی نہیں۔)

﴿يُخْرِجُ ٱلْحَيَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ﴾ [الأنعام: ٩٥]

(ترجمہ: وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے۔)

﴿وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ [البقرة: ١٥٤]

(ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔)

ومثلاً لفظ "وفات"

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِٱلنَّهَارِ﴾ [الأنعام: ٦٠]

(ترجمہ: اور وہی ہے جو رات کے وقت (نیند میں) تمہاری روح (ایک حد تک) قبض کرلیتا ہے اور دن بھر میں تم نے جو کچھ کیا ہوتا ہے اسے خوب جانتا ہے۔)

﴿ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا﴾ [الزمر: ٤٢]

(ترجمہ: اللہ تمام روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے اور جن کو ابھی موت نہیں آئی ہوتی، ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں (قبض کرلیتا ہے))۔

ومثلاً لفظ "صلاۃ"

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ﴾ [البقرة: ٤٣]

(ترجمہ: اور نماز قائم کرو۔)

﴿إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ [التوبة: ١٠٣]

(یقیناً تمہاری دعا ان کے لئے سراپا تسکین ہے۔)

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم﴾ [التوبة: ٨٤]

(ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے تو تم اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھنا)

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

(ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔)

کہ ان تینوں مثالوں میں یہ تینوں لفظ الگ الگ معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں۔

❖ کبھی (لفظ میں) مادہ کے علاوہ صیغہ بھی مشترک ہوتا ہے، مثلاً صیغۂ امر کہ فرضیت اور صرف اباحت دونوں موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا۟ بِٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ﴾ [الحج: ٢٩]

(ترجمہ: اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں۔)

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَٱصْطَادُوا۟﴾ [المائدة: ٢]

(اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرسکتے ہو۔)

❖ کبھی مورد (سیاق و سباق) معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی مضمون متعین نہیں ہوسکتا۔ مثلاً

﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَٱدَّٰرَٰٔتُمْ فِيهَا ۖ وَٱللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝٧ فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِ ٱللَّهُ ٱلْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ ءَايَٰتِهِۦ﴾ [البقرة: ٧٢-٧٣]

(ترجمہ: اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کردیا تھا اور اس کے بعد اس کا الزام ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے اور اللہ کو وہ راز نکال باہر کرنا تھا جو

تم چھپائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم نے کہا کہ اس (مقتول) کو اس (گائے) کے ایک حصے سے مارو۔ اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں (اپنی قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔)

یا حدیث «الماء من الماء» اگر اس آیت و حدیث کا مورد معلوم نہ ہو تو ایک چیستان (پہیلی) ہے۔

❖ کبھی کلام اجمال (مختصر) ہوتا ہے اور تعین مراد کے لیے تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ﴾ .... إلى قوله: ﴿وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ﴾ [البقرة: ٦٢]

(ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے اور ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔)

کہ یہ محض اجمالی بیان ہے (اس کی تفصیل آگے آتی ہے)۔

❖ کبھی کلام واحد سے متعدد مضامین پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جس طرح لغاتِ مفردہ بوجہ اشتراک کے متعدد معانی رکھتے ہیں اسی طرح کلام (بھی) مدعا و مراد کے اختلاف کی وجہ سے متعدد و مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے۔

❖ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لغات و محاورات عربیہ کے مدلولات پر اعتبارات شرعیہ زائد ہوتے ہیں، اور معانی مراد (مرادی معانی) کے لیے شرعی تصرف ہوتا ہے، مثلاً ایمان باللہ، صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، نبوت، رسالت، ساعت، یوم آخر، نزول وانزال، ایسی جگہ میں شارع علیہ السلام کے اصلی

مفہوم ظاہر اور متعین کرنے کے لیے لغات و محاورات عرب کافی نہیں، اس لیے سلف نے لغات القرآن والحدیث جداگانہ تصنیف فرمایا ہے، جو «لغات الغریبین» کے ساتھ نامزد ہے۔

ان وجوہ متذکرۃ الصدر کی بناء پر **تفسیر القرآن و شرح الحدیث میں** (سیما باب العقائد یعنی بالخصوص عقائد میں) جب کہ مختلف فرقے اپنی اپنی راگنی الگ گاتے ہوں، صحیح مفہوم کا تعین کرنے کی غرض سے اصل اصول یہی ہے کہ حسب ارشاد «ما أنا عليه وأصحابي» ہم اس تفسیر کو اختیار کریں جو صحابہ اور منتخب تابعین رحمہ اللہ سے بہ طریق توارث ہمیں پہنچی ہے۔

(تفسیر متوارثہ کی صورتیں)

(۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن)

اس تفسیر متوارثہ کی ایک صورت تو **تفسیر القرآن بالقرآن** ہے، اور اسی لیے یہ اصول مسلم ہوا ہے کہ «كتاب الله يفسر بعضه بعضًا» (کہ کتاب اللہ کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے)

(۲۔ تفسیر القرآن بالحدیث المرفوع)

اور دوسری صورت **تفسیر القرآن بالحدیث المرفوع** ہے (قرآن کی تفسیر رسول ﷺ کی حدیث سے ہوتی ہے)

(۳۔ تفسیر صحابہ و تابعین)

ایک صورت جب کہ یہ دونوں صورتیں نہ ہوں، یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے جو کچھ معنیٰ سمجھے اور بیان کیے ان کو اختیار کیا جائے۔

اس متوارث اسلامی تعلیم کے دو باب ہیں:

(۱) باب اعمال و احکام۔۔۔(۲) و باب عقائد۔

(باب اعمال)

باب اعمال باب واسع ہے اور اس میں اجتہاد کا بھی دخل ہے، اس لیے قرون ممدوحہ (عہدِ صحابہ، تابعین و تبع تابعین) کے باہمی عمل میں اختلاف بھی مروی ہے۔ مثلاً تفسیر:

﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلۡقُرۡءَانُ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥ وَأَنصِتُواْ﴾ [الأعراف: ٢٠٤]

(ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔)

و تفسیر ﴿ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖۚ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

(ترجمہ: تین مرتبہ ماہواری (حیض / طہر))۔

لیکن واضح رہے کہ اس گنجائش کے باوجود اختلاف کا دائرہ محدود ہے۔

اور اگر ان بزرگانِ سلف کے مختلف اعمال کے علاوہ کوئی نیا عمل (بہ خلاف توارث) اختیار کیا جائے تو اسے بھی جمہور سلف کے خلاف سمجھا جائے گا، اور وہ

﴿وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ﴾ [النساء: ١١٥]

(ترجمہ: اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔)

الآیہ کا مصداق ہو گا کیونکہ **مؤمنین** کا فرد کامل سلف ہے۔

(مثال: مسئلہ فاتحہ خلف الامام)

مثال کے طور پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں جو اختلاف مروی ہے، اسے لیجیے کہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ خلف امام (امام کے پیچھے)

پڑھی جائے، اور ایک یہ ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ لیکن اب اگر کوئی شخص:

«لا صلاة إلا بطهور»

(طہارت کے بغیر کوئی نماز نہیں۔[۱])

کو دلیل میں پیش کر کے (حدیث):

«لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب»

(سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی ہے۔[۲])

کے یہ معنیٰ قرار دے کہ وضو کی طرح سورۂ فاتحہ کو بھی نماز سے پہلے ہی پڑھ لینا چاہیے، تو یہ معنیٰ جمہور سلف کے خلاف ہوں گے، اور لا محالہ ﴿غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ پر محمول کیے جائیں گے۔

(باب احکام)

(مثال: مساوات مرد وزن)

اسی طرح مثلاً باب احکام میں:

---

(۱) - صحيح مسلم كتاب الطهارة باب وجوب الطهارة للصلاة رقم(٢٢٤). سنن الترمذي كتاب الطهارة ، باب ماجاء لاتقبل صلاة بغير طهور رقم (١). سنن ابن ماجه،كتاب الطهارة و سننها ، باب لايقبل الله صلاة بغيرطهور رقم (٢٧٣).مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٨). مستخرج أبي عوانة رقم (٦٣٩). مسند أبو يعلى رقم (٤٢٥١). تاريخ بغداد (٤/ ٣٢٠) و هو في غير ذلك من كتب الأحاديث.

(۲) - صحيح البخاري رقم (٧٥٦). صحيح مسلم رقم (٣٩٤).سنن الترمذي ، كتاب الصلاة ، باب ماجاء أنه لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب رقم (٢٤٧). سنن أبي داود ، باب من ترك القراءة في صلاته رقم (٨٢٢) . سنن النسائي رقم (٩١١).سنن ابن ماجه رقم (٨٣٧).سنن دارمي رقم (١٢٧٨).مسند الإمام أبي حنيفة (١/ ١٣٦) و اللفظ له و هو في غير ذلك من كتب الأحاديث.

﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ﴾ [النساء: ٣٤]

(ترجمہ: مرد عورتوں کے نگراں ہیں) ہے، وفیہ التوسیع (اس میں توسع ہے)، اور اس میں اختلاف کی بھی گنجائش پائی گئی ہے۔ لیکن اگر عورتوں کو لفظ «قوامون» کی بناء پر مجبور (جو اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا) رکھا جائے کہ بحکم نص صحیح «ناقصات العقل» کے ان کے اموال میں مردوں کا تصرف کرنا جائز ہے، تو یہ اجتہاد توارث کے خلاف اورآیت ﴿غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ (مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے) میں داخل ہے۔

علی ہذا «قوامون» کے استدلال سے بغیر استرضائے ثیّبہ (شادی شدہ عورت کی رضامندی کے بغیر) اس کا نکاح کر دینا ناجائز ہو گا۔ کیونکہ توارث نے «قوامون» کی حد کو اس قدر وسیع نہیں رکھا ہے، اگرچہ ان کے نکاح میں مرد کی ولایت تسلیم کی گئی ہے۔

(باب العقائد)

اور اگر کوئی مسئلہ سلف سے متوارث اور اختلاف سے خالی ہے (جیسا کہ عقائد اور ضروریات دین کے سب مسائل ہیں اور بعض اعمال کے بھی ہیں) تو اس صورت میں سلف صالحین کا متفقہ مسلک قطعی طور پر قرآن کی صحیح تفسیر اور حدیث کی مستند شرح مانا جائے گا۔ اور اس توارث کے خلاف جملہ مفاہیم اور لغات عرب اور محاورات ادب کی بناء پر بعد کے لوگوں کے ظاہری معنیٰ غیر معتبر ہوں گے۔

اور کسی آیت یا خاص حدیث کے ظاہری مفہوم و مدلول سے استدلال کرنا بخلاف متوارث سلف و مفاہیم قرون ممدوحہ کے آیت ﴿غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾

(مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے) میں داخل ہو گا جیسا کہ نئے فرقے نکالنے والے کیا کرتے ہیں۔ جبکہ کلام عرب میں لغات عربیہ بکثرت مختلف الاستعمال ہیں، اور عربی کلام سے مختلف اور متضاد معانی نکل سکتے ہیں، اور سابق (پہلے) بیان سے ثابت ہوا ہے کہ جس طرح نظم القرآن والفاظ الحدیث **بتوقیف** سلف متقدمین سے ثابت شدہ محض **توقیفی** ہیں بتوارث (سلسلہ وار) ہم کو معلوم ہوئے، اسی طرح جو معانی قرآن وحدیث بتوقیف سلف (سلف سے ثابت شدہ) بطریق توارث (سلسلہ وار) بذریعہ توارث ہم تک پہنچے ہیں (یہ بھی) توقیفی ہیں۔

اگر اس توقیفی معانی کو اساس تفسیر و شرح حدیث نہ بنایا جائے تو کثرت استعمال و محاورات عربیہ سے اسلام کی بنیاد منہدم ہو جائے گی اور ہمارے محکم قانون کا استحکام قائم نہ رہے گا۔

اہلِ سنت نے ایمان و اخبار و احکام کے ابواب میں امام شریعت (شریعت کی بنیاد) ما توارث عن السلف الممدوحین (سلف صالحین سے بطریق توارث منقول شدہ معانی) کو قرار دیا ہے۔ **تفسیر القرآن وشرح الاحادیث** میں توارث کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، اور توارث کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ توارث میں اختلاف کی صورت میں بھی الفاظ کے ظاہری مفہوم کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ مختلف عنوانوں کے تحت اس کی بعض مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

.... **** ....

(ایمانیات اور مختلف فرقے)

(نظریہ وحدتِ ادیان اور معانی کتاب وسنت)

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ [البقرة: ٤٣]

(ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو)

وغیر ذلک من الأحکام (نماز وزکوۃ وغیرہ احکام میں)۔

(وحدتِ ادیان کے قائلین)

اب جو فرقہ (اسلام کے علاوہ دیگر) ادیان کے منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہے، وہ صلوٰۃ (نماز) وزکوٰۃ کی تفسیر میں عمومیت (توسع) جائز رکھتا ہے، یعنی باعتبار لغت جملہ شریعتوں کی بدنی اور مالی عبادت پر صلوٰۃ وزکوٰۃ کا لفظ صادق آتا ہے کیونکہ کتاب اللہ میں ان الفاظ کے ساتھ «المشروعة في الشريعة المحمدية» (کوئی ایسی تخصیص جس سے معلوم ہو کہ یہ عبادات صرف امت محمدیہ میں مشروع ہیں) وارد نہیں ہے، بلکہ کتاب اللہ میں:

﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُۥ وَتَسْبِيحَهُۥ﴾ [النور: ٤١] وارد ہے۔

(ترجمہ: ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے)

(توارث سے معارض استدلال)

عدم نسخ ادیان سابقہ پر اس فرقہ کا استدلال ہے کہ اسلام کے دو معنیٰ ہیں۔

ایک **ملتِ توحید**، اس معنیٰ سے جملہ شریعتیں اسلام میں شامل ہیں۔

اللہ سبحانہ تعالی کا ارشاد:

﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ۗ وَمَا ٱخْتَلَفَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ﴾ [آل عمران: ١٩]

(ترجمہ: بیشک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بلکہ علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا۔)

یہاں دین توحید ہی مراد ہے اور انبیائے سابقین اور ان کی امت پر اسی معنیٰ سے اسلام کا اطلاق ہوا ہے:

﴿وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ [البقرة: ١٢٨].

(ترجمہ: اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابع دار ہو۔)

﴿يَٰبَنِيَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ [البقرة: ١٣٢].

(ترجمہ: اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دین تمہارے لئے منتخب فرمالیا ہے لہذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلم ہو۔)

اسلام کے دوسرے اصطلاحی معنیٰ خاص **ملتِ محمدیہ** ہیں جو کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بمقابلہ میں اس امت والوں کو مسلم کہا جاتا ہے۔ لیکن دین توحید جس کی شارع اسلام ﷺ نے تعلیم دی وہ شریعت محمدی سے مخصوص نہیں ہے، ذات وصفاتِ الٰہی، نبوت، رسالت، قیامت، تعبد کی اخبار (عبادات سے متعلقہ نصوص)، اور کسی دین کے عقائد غیب کے عقائد ہوں یا احکام کے منسوخ نہیں

ہوئے ہیں۔[1]

اور طریق عبادت کی تعلیم ہمیشہ سے ہر قوم، ہر ملت، ہر ملک میں جدا جدا ہوئی ہے، کوئی دین الٰہی کسی دین کا ناسخ نہیں ہوا، ہر ایک دیندار اپنی شریعت کا پابند رہاہے۔ قرآن کریم سے کسی دین کے طریق عبادت کا نسخ ثابت نہیں ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:

«من قال: لا إله إلا الله دخل الجنة».[2]

ترجمہ: جس کسی نے لا الہ الا اللہ (کلمہ) پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

البتہ قرآن پاک نے مشرکین پر، اور ان اہل کتاب پر جنہوں نے **عزیر ابن اللہ** (حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں) و **مسیح ابن اللہ** (حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں) و **تثلیث** (اللہ تعالی، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ تینوں خدا ہیں) کے عقائد سے اپنے حق دین کو دین شرک بنالیا تھا عتاب فرمایا ہے۔

(معنی ایمان اور توارث)

اسی طرح ایمان کے معنیٰ باستعمال عرب "باور کرنا" ہیں، پس ایمان باللہ ہر موحد کی معرفت پر صادق ہے، ہر شریعت میں جملہ انبیاء پر ایمان اور ان کی

---

(۱)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقالات حکیم الامت، توحید الحق (۳/۲۲۸)۔

(۲) . صحيح البخاري رقم (٥٨٢٨) بلفظ « ما من عبد قال: لا إله إلا الله، ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة». صحيح مسلم رقم (٩٤). سنن أبو داود، باب في التلقين رقم (٣١١٦). سنن الترمذي، باب ماجاء فيمن يموت وهو يشهد تحت رقم (٢٦٣٨). مسند أحمد رقم (٢٧٤٩٩١). مسند أبو داود الطيالسي رقم (٤٤٥). المستدرك على الصحيحين رقم (١٣٣٩).شرح مشكل الآثار رقم (٤٠٠٣).المعجم الأوسط للطبراني رقم (٧٧٨). صحيح ابن حبان رقم (١٦٩). صحيح ابن خزيمة رقم (٢١٣١) و اللفظ له فالحديث يرويه غير واحد من الصحابة و ألفاظه متنوعة .

شریعت کی تصدیق فرض رہی ہے۔ لیکن تمام ادیان کے احکام کا پابند ہونا فرض نہیں ہوا، عیسیٰ بدین خود (حضرت عیسیٰؑ اپنے دین کے ساتھ مبعوث ہوئے)، موسیٰ بدین خود (حضرت موسیٰؑ اپنے دین کے ساتھ مبعوث رہے) بلکہ صرف ایک شریعت کی پابندی کافی رہی۔ ملت محمدیہ میں بھی انبیائے سابقین اور ان کے شرائع پر ایمان لانا فرض ہے۔ مگر ان سب کے شرعی احکام پر چلنا فرض نہیں ہے:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦۚ﴾ [البقرة: ٢٨٥].

(ترجمہ: (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے)

﴿وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلُ﴾ [المائدة: ٥٩].

(ترجمہ: ہم اللہ پر اور جو کلام ہم پر اتارا گیا اس پر اور جو پہلے اتارا گیا تھا اس پر ایمان لے آئے ہیں۔)

اسی طرح دوسری امتوں پر جو توحید کی قائل ہیں محمد ﷺ کی نبوت کو ماننا اور قرآن کی تصدیق کرنا فرض ہے۔ لیکن شریعت محمدی کی پابندی لازم نہیں۔

اس فرقہ نے ان احادیث میں جن سے اہل سنت کے نزدیک پہلی شریعتوں کا منسوخ ہونا بتواتر ثابت ہے، تاویلات کی ہیں، اور نسخ تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ اس فرقہ کے ایمانیات واصول عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ باب اعمال واحکام میں بھی گو وہ ایک ہی شریعت میں ہو امر اللہ کا منسوخ ہونا ناممکن ہے کیونکہ جو احکام خدائے تعالیٰ نے نافذ فرمائے وہ منسوخ نہیں ہو سکتے۔[1]

(اہل سنت اور نسخِ ادیان)

أما أهل السنة والجماعة (اہل سنت کی بات کریں) تو وہ تو ارث کے

(۱)۔ مقالات حکیم الامت (۳/۲۲۸)۔

مقلد ہیں۔ ان کے مسلمات کی رو سے لغت عرب تفسیر کے لیے ناکافی ہے، پس ہر شخص جو توحید کا قائل ہو، وہ اگرچہ لغت کی رو سے "مؤمن" ہو، لیکن ملتِ محمدیہ میں مؤمن و مسلم کا مصداق صرف اس وقت ہو سکتا ہے، جبکہ خاتم النبیین کی نبوت اور آپ کی ساری تعلیمات کی تصدیق کرے، اور «أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله (ﷺ)» کا قائل ہو۔

پھر **ملتِ محمدیہ** میں اس کی تصدیق کی شرط یہ ہے کہ اسی شریعت کی پابندی کو تسلیم کرے۔ اگرچہ یہ تفصیل قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن تو ارث اور **تعامل سلف ممدوح** سے ثابت ہے کہ جب تک شریعت محمدی کے احکام کو تسلیم نہیں کیا ایمان واسلام کسی کا قبول نہ ہو گا۔

(اہل سنت اور ثبوتِ نسخ)

یہ **احکام مسئلہ نسخ** کی ایک شاخ ہیں اور در باب احکام و اعمال (احکام و اعمال میں) اوامر و نواہی الٰہیہ کا نسخ ایک ہی شریعت میں یا ایک شریعت کی اوامر و نواہی کا منسوخ ہونا دوسری شریعت کے اوامر و نواہی سے ثابت ہے۔

﴿مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا﴾ [البقرة: ١٠٦] الآية.

ترجمہ: ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی (آیت) لے آتے ہیں۔

﴿وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِى حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [آل عمران: ٥٠].

ترجمہ: اور تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اب تمہارے لئے حلال کر دوں۔

اسی جواز کی بناء پر ہماری ملت میں نسخ ثابت ہے۔

(آیت وصیت اور نسخ)

ابتدائے شریعت میں آیت وصیت فرضیت کے حکم میں تھی۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ٱلْوَصِيَّةُ﴾ [البقرة: ۱۸۰].

ترجمہ: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے۔

یہ آیت میراث سے منسوخ ہے:

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَـٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۚ﴾ [النساء: ۱۱] الآية.

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

اب وصیت فرض نہیں رہی۔ اس نسخ کی تفسیر میں حدیث صحیح بھی وارد ہے:

«لا وصية لوارث»۔

(وارث کے واسطے وصیت نہیں) وغیر ذلک من المنسوخات۔

ملت محمدیہ جملہ ادیان سابقہ سماویہ کی ناسخ ہے (یہ بات) اس مسئلہ توارث کی بنیاد پر بتوارث ثابت ہے۔ اگرچہ آیت:

﴿مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ﴾ [البقرة: ۱۰۶].

(ترجمہ: ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی (آیت) لے آتے ہیں۔)

سے منسوخیت جملہ ادیان ثابت نہیں ہے کیونکہ «ما ننسخ من دين أو

أديان» نہیں ہے، بعض احکام کے نسخ سے نسخ ادیان کلھا (تمام ادیان کے نسخ) کا محض امکان و احتمال ثابت ہے۔ لیکن تو ارث نے نسخ ادیان سابقہ (سابقہ ادیان کا نسخ) ثابت کیا ہے۔

ان امور متوارثہ کی بناء پر اہل سنت کے نزدیک **آیاتِ قرآنیہ:** «آمنوا باللہ، آمنوا بالرسول» میں مذکورہ بالا شرطیں مقدر (ملحوظ) و مفروض ہیں۔

❖ اسی طرح آیات:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ [البقرة: ٤٣].

(ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

وغیرہ میں شریعت محمدی کے مطابق صلوٰۃ و زکوٰۃ مراد ہے، اگرچہ شارع سے بالخصوص ان آیات کی تفسیر میں یہ مقدر (مخفی) معنیٰ وارد نہیں۔

(اہل توحید ملحد اور وحدتِ ادیان پر استدلال)

قال الله سبحانه: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة: ٦٢].

ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے اور ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔

وقال سبحانه: ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ﴾ [الشورى: ١٣].

(ترجمہ: اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم ہم نے

ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (پھر بھی) مشرکین کو وہ بات بہت گراں گذرتی ہے جس کی طرف تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے، چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو کوئی اس سے لو لگاتا ہے، اسے اپنے پاس پہنچا دیتا ہے۔)

﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ ٱلْإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴿٤٧﴾ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَلَـٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِى مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۖ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ [المائدة: ٤٧-٤٨].

ترجمہ: انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے لہذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن (الگ شریعتیں اس لئے دیں) تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے لہذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

عن معاذ رضي الله عنه (في حديثه): قال: « يا معاذ! هل تدري ما حق الله على العباد، وما حق العباد على الله»، قلت: الله ورسوله أعلم، قال: «فإن حق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئًا، وحق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئًا» فقلت: يا رسول الله! أفلا أبشر به الناس؟ فقال: «لا تبشرهم فيتكلوا». رواه البخاري

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے معاذ! کیا تو جانتا ہے اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے، اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ عذاب نہ دے اس شخص کو جس نے اس کا کسی چیز کو شریک نہ کیا، میں نے عرض کیا: کیا میں لوگوں کو خوشخبری سنادوں، فرمایا کہ نہیں، پھر اسی پر بھروسہ کریں گے۔[1] (یہ حدیث بخاری میں ہے)۔

عن عثمان رضي الله عنه مرفوعًا: من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة. رواه مسلم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کی موت اس اعتقاد پر ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کوئی معبود نہیں، وہ

(۱) - صحيح بخارى ،كتاب الرقاق ، باب من جاهد نفسه في طاعة الله رقم (٢٨٥٦) . صحيح مسلم رقم (٣٠). سنن أبي داود رقم (٢٥٥٩). المعجم الكبير للطبراني رقم (٢٥٥). الايمان لابن منده رقم (١٠٧). السنن الكبرى للنسائي رقم (٥٨٧٧). صحيح ابن حبان رقم (٢١٠). مسند الطيالسي رقم (٥٦٥). و الحديث معروف يروى من غير وجه من طرق متعددة .

جنت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔(۱)

بعض موحدین ملاحدہ نے ان ہدایات و احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ جملہ ملل توحید سماویہ کو دین اسلام کہہ سکتے ہیں:

﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ﴾ [آل عمران: ۱۹]

(ترجمہ: بیشک (معتبر) دین تو اللہ نے نزدیک اسلام ہی ہے۔)

یہی دین توحید نوح علیہ السلام سے انبیائے سابقین ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ وغیرہم علیہم السلام سے حضرت خاتم النبیین ﷺ تک مشروع رہا، اور آیت:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ﴾ [البقرة: ٦٢].

(ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے)

بعد بعثت محمدیہ نازل ہوئی جس سے جملہ ادیان سابقہ ولاحقہ مقبول ٹھہرے اور ایمان باللہ وبالیوم الآخر اور اعمال صالحہ کو سبب نجات قرار دیا گیا۔ شرک باللہ سبب ہلاکت اور موجب عذاب ہے۔ مناظرہ مشرکین ہی سے رہا، ورنہ اہل کتاب کو بھی دین توحید ہی کی جانب دعوت دی گئی تھی عزیر ابن اللہ، وعیسیٰ ابن اللہ کے عقیدے سے باز رہیں:

﴿قُلۡ يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ أَلَّا

(١) - صحيح مسلم كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا رقم (٢٦). الإيمان لابن منده رقم (٣٣). مستخرج ابو عوانة (١/ ٧). مسند أحمد رقم (٤٦٤). مصنف ابن أبي شيبة (٣/ ٢٣٨). صحيح ابن حبان رقم (٢٠١). المستدرك على الصحيحين رقم (٢٤٢). مسند عبد بن حميد رقم (٥٥). مسند البزار رقم (٤١٥). التوحيد لابن خزيمة رقم (٦١). و له شواهد.

نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [آل عمران: ٦٤] الآية.

ترجمہ: (مسلمانو! یہود و نصاریٰ سے) کہہ دو کہ: اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔

نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو سچا ماننے کی صورت میں بھی شریعت محمدی کی پابندی لازم نہیں آتی۔ اور احادیث میں جو درباب اہل کتاب وارد ہوا ہے۔

فإن هم أطاعوا بذلك فأعلمهم أن الله افترض عليهم خمس صلوات... الحديث.

ترجمہ: اگر وہ تیری پیروی کریں تو ان کو تعلیم کر دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی (آخرِ حدیث تک)۔[1]

یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ **شریعتِ محمدیہ** منظور کریں تو ان کو اس شریعت کے احکام تعلیم کرو۔ کیونکہ آیات و احادیث مذکورہ میں باعث نجات

---

(۱) - صحيح بخاری كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة رقم (١٣٩٥). صحيح مسلم، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام رقم (٢٩) ، (٣١). سنن أبي داود رقم (١٥٨٤). سنن الترمذي باب ماجاء في كراهية أخذ خيار المال في الصدقة رقم (٦٢٥). السنن الكبرى للنسائي رقم (٢٣١٣). سنن ابن ماجه، أبواب الزكاة، باب فرض الزكاة رقم (١٧٨٣). مسند أحمد رقم (٢٠٧١). صحيح ابن حبان رقم (١٥٦). الإيمان لابن منده رقم (١١٧). فاللفظ للبخاري و تمامه : «عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى اليَمَنِ، فَقَالَ: «ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ».

ایمان باللہ وبالیوم الآخر واعمال صالحہ اور شرک سے بچنا قرار دیا ہے، خواہ کسی شریعت کے ذریعے ہو شریعتِ محمدیہ یا ملت یہودیہ یا نصرانیہ یا صابیہ یا ان کے سوا کوئی دوسری ملت توحید کے اختیار کرنے سے ہو۔ غرض ملل سابقہ منسوخ نہیں جیسا کہ آیت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس آیت کی کوئی دوسری آیت کتاب اللہ میں ناسخ نہیں ہے، جس سے اس آیت کا حکم منسوخ قرار دیا جائے۔

یہ **فرقہ** (موحدین ملاحدہ) بھی فرقہ اولیٰ (جو نسخِ ادیان کا قائل نہیں) کا ہمزلف ہے، مسئلہ نسخہ ادیان و احکام میں اول فرقہ کے ہم قدم ہے، اس قدر فرق ہے کہ یہ ملتِ ابراہیمیہ میں بعض احکام کے منسوخ ہونے کا قائل ہے اور بس، اور کہتا ہے کہ باقی انبیاء جن کے حق میں وارد ہے:

﴿وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ [غافر: ۷۸]

(ترجمہ: اور کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں نہیں بتائے۔)

ان کی شرائع میں نسخ ثابت نہیں۔ البتہ

﴿وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [آل عمران: ۵۰]

(ترجمہ: اور تا کہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اب تمہارے لئے حلال کر دوں۔)

سے بعض احکام کا نسخ ثابت ہوتا ہے۔ پس ملتِ ابراہیمیہ میں نسخ ثابت ہوا۔ ملتِ محمدیہ سے ملتِ ابراہیمیہ کی تکمیل ہوئی ہے۔ پس خاتم النبیین کے یہ معنیٰ ہیں ملتِ ابراہیمیہ میں کوئی ناسخ رسول نہیں آئے گا لیکن اس ختم نبوت سے باقی انبیائے غیر مذکورین کے سلسلہ کا ختم لازم نہیں آتا ہے۔ یہ عقیدہ اس فرقہ کا ہے جو بعض احکام کا نسخ تسلیم کرتا ہے اور کسی شریعت کا کلی نسخ اس کو تسلیم نہیں، خاص کر دین نصرانیہ کا جن کا (اس کے مطابق) قیامت تک جاری رہنا قرآن

کریم سے تصریحاً ظاہر ہوتا ہے۔

﴿إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ﴾ [آل عمران: ٥٥] الآية.

(ترجمہ: جب اللہ نے کہا تھا کہ: اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان (کی ایذا) سے تمہیں پاک کردوں گا اور جن لوگوں نے تمہاری اتباع کی ہے ان کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تمہاراانکار کیا ہے۔)

(چھٹا پارہ) «لا يحب الله» میں ہے:

﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ ٱلْإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ﴾ [المائدة: ٤٧] إلى قوله: ﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [المائدة: ٤٨] .... ﴿فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ﴾ [المائدة: ٤٨] .... ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدة: ٤٨].

(ترجمہ: انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے لہذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن

(الگ شریعتیں اس لئے دیں) تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے لہذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔)

یہ آیت اس امر پر صریح دلیل ہے کہ عیسویت و محمدیت علیحدہ علیحدہ مشروع من اللہ (شریعتیں و مذاہب) ہیں۔ عیسیٰ بدین خود (حضرت عیسیٰؑ کی اپنی شریعت ہے)، موسیٰ بدین خود (حضرت موسیٰؑ کی اپنی شریعت ہے)، پس نسخ عیسویت کجا (تو حضرت عیسیٰؑ کی شریعت عیسوی کیونکر منسوخ نہیں ہو سکتی؟)۔ یہ فرقہ حدیث:

«لو كان موسى حيًّا لما وسعه إلا اتباعي».

ترجمہ: اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔[1]

کی شرح یہ بیان کرتا ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے وہ بھی میری اتباع کرتے، تثلیث (تین اللہ تعالیٰ، حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ کو ایک کہنا) اور عزیر ابن اللہ (نعوذ باللہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں) کے عقیدہ سے روکتے۔ اور اس فرقہ کا یہ بھی زعم ہے کہ نسخ ادیان کے باب میں **تفریق بین الایمان والکفر** (ایمان

(١) - شعب الإيمان للبيهقي رقم (١٧٤). مسند البزار رقم (١٢٤). سنن الدارمي رقم (١/ ١١٥). السنة لابن أبي عاصم رقم (٥٠). مسند أحمد رقم (١٤٦٣١) . مسند أبي يعلى الموصلي رقم (٢١٣٥) عن جابر بلفظ : «قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا، وَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ وَإِمَّا أَنْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، وَإِنَّهُ وَاللهِ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي»». جامع بيان العلم لابن عبدالبر (٢/ ٤٢) . البداية و النهاية (١/ ١٨٥).

وکفر میں فرق ظاہر کرنے) کے لیے اگر کوئی خبر اخبار آحاد سے مروی ہے تو (وہ) مقبول نہیں۔ اس باب میں قطعی ثبوت ضروری ہے۔ خصوصًا اس صورت میں جبکہ کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جملہ سابقہ ادیانِ سماویہ موجبِ نجات ہیں۔

(اہل سنت اور معانی آیات واحادیث)

أما أهل السنة (رہے اہل سنت تو ان) کی تفسیر کا مدار مسلمات متوارثہ پر ہے، اس لیے آیت مذکورہ ظاہری مدلول ومفہوم پر انحصار نہیں کرتے اور کیونکہ جملہ ادیان سابقہ کا منسوخ ہونا بتوارث ثابت ہے۔ تو آیت:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ﴾ [البقرة: ٦٢] الآیہ

(ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے)

میں قبل بعثت رسول کریم ﷺ (رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے) مقدر مانتے ہیں۔

اسی طرح نسخ الادیان کی بناء پر احادیث مذکورہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ میں شریعت محمدی کی شرط کو لازم جانتے ہیں۔ اور توارث کی رو سے معنیٰ خاتم النبیین میں جملہ انبیائے مخصوصہ وغیر مخصوصہ کا ختم ہو جانا داخل مانتے ہیں۔

اور شرح حدیث «لا وسعه إلا اتباعي» کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس لیے پیروی کرتے کہ ان کی شریعت یہودیہ میری بعثت سے

منسوخ ہے۔ اگرچہ شارع ﷺ نے ان آیات و احادیث کے الفاظ میں تصریح نہیں کی۔ لیکن یہ مفاہیم صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔

(تیسری مثال: معتزلہ اور معنی غیب)

اسی طرح یہ آیت

﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ [البقرة: ٣] الآیہ ہے۔

(ترجمہ: جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔)

ایک فرقے (معتزلہ) نے اس آیت کی تفسیر میں ایمان بالغیب کو حالت غیبت پر محمول کیا ہے۔

قال الأصفهاني المعتزلي: إن قوله بالغيب معناه: يؤمنون بالله حال الغيب كما يؤمنون حال الحضور، لا كالمنافقين الذين إذا لقوا آمنوا وإذا خلوا كفروا، وقال: ولم يرد الإيمان بالغائبة من الأشياء، قال: ولفظ الغيب لا يجوز إطلاقه على ذات الله تعالى وصفاته. انتهى

ترجمہ: اصفہائی معتزلی نے کہا ہے «يؤمنون بالغيب» کی تفسیر میں معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ ایمان لائے ہیں اللہ پر کہ جب مؤمنوں کی جماعت سے غائب ہوتے ہیں جس طرح حالت موجودگی میں، مانند منافقین کے نہیں کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں ایمان لاتے ہیں، اور جب علیحدہ ہو جاتے ہیں کافر ہوتے ہیں۔۔۔ پھر کہا کہ مراد ایمان بالغیب سے غائب چیزوں پر ایمان لانا نہیں ہے، اس لیے کہ لفظ "غیب" کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر نہیں ہو سکتا۔[1]

چونکہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق اعتزال کا تاروپود (بنیاد و خمیر) عقلی

(١) - اللباب في علوم الكتاب لابن عادل الحنبلي الدمشقي (١/ ٢٨٦)-

بحثوں سے بنا ہے، اس لیے غیب کی تفسیر بخلاف تفسیر متوارث کے حالت غیبیہ کے ساتھ کی ہے۔ (چونکہ) یہ فرقہ عالم غیب اور عالم غیب کی اشیاء کو تسلیم نہیں کرتا ہے، اس لیے معنیٰ غیب میں تاویل کرتا ہے۔

(اہل سنت اور معنیٰ غیب)

أما أهل السنة (رہے اہل سنت تو) ان کی تفسیر کی اساس (بنیاد) **محکم توارث** ہے اور سلف صالحین سے جو معنیٰ اس آیت کے متوارث ہوئے ہیں ان میں **ایمان بذات سبحانہ وصفاتہ وبیوم القیامۃ** (اللہ تعالی کی ذات، صفات اور قیامت پر ایمان لانا داخل) ہے، جن کی بناء محسوسات ومشاہدات پر ہے خلق وحدوث ما سوی اللہ (عالم دنیا) ویوم آخرت (قیامت) ان کا ثبوت دلائل عقلیہ سے نہیں ہوا ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی زبان سے بذریعہ وحی ہوا ہے، اس لیے اہلِ سنت کے نزدیک ان اشیاء پر لفظ غیب کا اطلاق صحیح ہے، کیونکہ یہ اشیاء محسوسات ومشاہدات سے باہر ہیں۔

وقد ثبت بالتوارث أيضًا فجاز الإطلاق شرعًا.

(چوتھی مثال: عرش وپانی ازلی ہیں یا حادث؟)

قال سبحانه عز من قال: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ﴾ [هود: ۷].

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔

ایک فرقے نے آیت کی تفسیر اس حدیث سے کی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا تھا کہ **بدء الخلق** کی خبر دیجیے، اس کے جواب میں آپ نے ارشاد

فرمایا ہے:

عن عمران بن حصين رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: «كان الله ولم يكن شيء غيره، وكان عرشه على الماء، وكتب في الذكر كل شيء، وخلق السموات والأرض». رواه الإمام أحمد والبخاري وغيرهما.

ترجمہ: حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی اس کے سوا کوئی چیز، اور تھا عرش اس کا پانی پر، اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا، اور پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو، اس حدیث کو امام احمد اور بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔[1]

اسی پر فرقہ مذکورہ نے آیت وحدیث مفسر سے سمجھا ہے کہ عرش وپانی کے سوا تمام اشیائے عالم مخلوق وحادث ہیں، عرش وپانی مخلوق وحادث نہیں بلکہ یہ دونوں قدیم ازلی ہیں، اور پانی مادہ آفرینش ہے، اس واسطے کہ کتاب اللہ میں اول آفرینش کا بیان خلق آسمان وزمین سے ہوا ہے۔ اور حدیث میں ابتدائے خلق اور آفرینش (پیدائش) کے سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کا مفہوم واحد ہے۔

حضرات معتزلہ نے سرے سے وجود عرش کا ہی انکار کیا ہے کہ حرکات فلکیہ میں سیاروں کی سات حرکات مشاہد ہیں، ریاضیات و ہیئت میں آٹھویں نویں حرکت ثابت نہیں، اس لیے عرش کوئی چیز نہیں۔[2]

---

(۱) - صحيح بخارى كتاب بدء الخلق ،باب ماجاء في قوله تعالى {وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ} رقم (٣١٩١)، كتاب التوحيد رقم (٧٤١٨)- الأسماء والصفات للبيهقي رقم (٨٠٠). صحيح ابن حبان رقم (٦١٤٠). المعجم الكبير للطبراني رقم (٤٩٧).

(۲) - الإبانة عن أصول الدين (ص١٠٨). الانتصار في الرد على المعتزلة ليحيى العمرانى اليمنى (٢/ ٤١٥). العرش للذهبي (٢/ ٢٣٤). لوامع أنوار البهية (ص١٩٧).

(اہل سنت اور حدوثِ عرش وپانی)

أما أهل السنة (اہل سنت کے نزدیک عرش وکرسی اور اللہ کے ماسویٰ ہر چیز کا) حادث ومخلوق ہونا تواارث سے ثابت ہے۔ سوائے ذات سبحانہ کے کوئی چیز قدیم ازلی نہیں ہے، اور عرش وکرسی کا وجود بھی بتوارث ثابت ہے، اس واسطے تفاسیر اہلِ سنت میں اور شروح حدیث میں عرش کا وجود اور عرش وکرسی کا مخلوق ہونا ثابت ہے، اگرچہ آیت وحدیث مذکور کی تفسیر میں بالخصوص شارع سے کوئی حدیث بصحت مروی نہیں ہے، لیکن بفہم سلف متوارث ہے۔

(پانچویں مثال: عرش مجسم ہے یا نہیں؟)

قال سبحانه: ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۖ﴾ [الأعراف: ٥٤].

(ترجمہ: پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔)

اصحابِ اعتزال (معتزلہ) نے تفسیر عرش بالسطح والبناء کی ہے، اس لیے کہ اعتزال تجسم عرش کا منکر ہے، اور اس پر استدلال محاورات عرب و آیات القرآن سے کیا ہے۔[1]

قال أبو مسلم المعتزلي: أنه لما خلق السموات والأرض سطحها ورفع سمكها، فإن كل بناء فإنه يسمى عرشًا، واستشهد بقوله تعالى: ﴿وَمِمَّا يَعۡرِشُونَ﴾ [النحل: ٦٨] أي: يبنون، وبقوله تعالى: ﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا﴾ [الحج: ٤٥] أي: بنائها، وفسر قوله تعالى: ﴿وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ﴾ [هود: ٧]، وفسر قوله تعالى: ﴿هُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡكَرِيمِ﴾ [المؤمنون:

(۱). العرش للذهبي (٢/ ٢٣٤). الفصل في الملل والأهواء للقرطبي (٢/ ٩٦). لوامع أنوار البهية للسفاريني الحنبلي (ص١٩٧).

۱۱۶] العرش هنا: السموات بما فيها من العرش الذي تطوق به الملائكة، ويجوز أن يعني به الملك العظيم.

کہا ابو مسلم معتزلی نے کہ جب پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو پھیلا دیا اور بلند کیا ان کے مٹاپے کو (یعنی آسمانوں کے دل کو) اس لیے کہ ہر عمارت کو عربی میں عرش کہا جاتا ہے، اور استدلال کیا ہے آیت

﴿وَمِمَّا يَعۡرِشُونَ﴾ [النحل: ٦٨].

سے یعنی بناتے ہیں، اور آیت:

﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا﴾ [الحج: ٤٥].

سے یعنی اس کی عمارتیں، اور ابو مسلم نے تفسیر کی:

﴿وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ﴾ [هود: ٧].

کی اور:

﴿هُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡكَرِيمِ﴾ [المؤمنون: ١١٦].

یہاں عرش سے مراد آسمان ہیں اور جو کچھ کے اس کے درمیان میں ہے، جن کا فرشتے طواف کرتے رہتے ہیں، مراد اس سے زبردست ملک ہے۔(۱)

(اہل سنت اور کیفیت عرش)

وأما أهل السنة (اہل سنت کے ہاں) بتوارث سلف عرش مجسم کا وجود (علی المتعارف) ثابت ہے، عقائد کے باب میں تفسیر القرآن وشرح الحدیث میں اساس سنت توارث پر ہے۔ لغات عرب ومحاورات ادب (تشریح وتفسیر کے لئے) ناکافی

(۱) - تفسير كبير لفخر الدين الرازي (١٧/ ١٩١) - اللباب في علوم الكتاب (١٠/ ٢٦٠). مقالات حكيم الامت (١/ ٦٦).

ہے، اس لیے آیت:

﴿وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ﴾ [هود: ٧]

(ترجمہ: جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔)

کی تفسیر عرش کے مسلمہ معانی سے کی گئی ہے کیونکہ عقائد کے باب میں صفات الٰہی داخل ہیں۔

(چھٹی مثال: مسئلہ قضا و قدر۔۔۔۔ معتزلہ و اہل سنت)

قال سبحانه: ﴿إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَٰبٍۚ﴾ [الحج: ٧٠].

ترجمہ: بیشک یہ لوح محفوظ میں ہے۔

﴿إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مِّن قَبۡلِ أَن نَّبۡرَأَهَآۚ﴾ [الحديد: ٢٢].

ترجمہ: مگر وہ ایک کتاب میں اس وقت سے درج ہے جب ہم نے ان جانوں کو پیدا ابھی نہیں کیا تھا۔

وغیر ذلک، اربابِ اعتزال (معتزلہ) قضا و قدر کے منکر ہیں۔ اس واسطے جملہ آیات و احادیث قضا و قدر کی تفسیر لغات و محاورات عرب سے کرتے ہیں۔

قال أبو مسلم: قوله تعالى ﴿فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِۚ﴾ [الأنفال: ٧٥] أي: فيما أوجبه وحكم به، والكتاب هو الحكم والإيجاب لقوله تعالى: ﴿كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِتَالُ﴾ [البقرة: ٢٤٦]، ﴿كَتَبَ عَلَىٰ نَفۡسِهِ ٱلرَّحۡمَةَۚ﴾ [الأنعام: ١٢]، وقال: قوله تعالى: ﴿إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾ [البقرة: ١٦٤]، أصل الخلق في كلام العرب التقدير، قال تعالى: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيۡءٖ فَقَدَّرَهُۥ تَقۡدِيرٗا﴾ [الفرقان: ٢]، ويقول الناس في كل أمر محكم: «هو معمول على تقدير».

ترجمہ: ابو مسلم نے کہا قولہ تعالی: ﴿فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِۚ﴾ [الأنفال: ٧٥] کہ مراد

اس سے وہ چیز ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے، اور جس کا حکم دیا ہے اور کتاب کا معنیٰ حکم دینا اور واجب کرنا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ﴾ [البقرة: ٢٤٦]، ﴿كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ﴾ [الأنعام: ١٢]، تفسیر ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ [البقرة: ١٦٤] کی یہ ہے کہ خلق کے معنیٰ لغت عرب میں اندازہ کرنے کے ہیں، کہا اللہ تعالیٰ نے ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُۥ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ٢]، اور عرب کے محاورہ میں کہ امر محکم کی نسبت کہتے ہیں: «هو معمول على تقدير»۔[1]

أما أهل السنة (اہل سنت کے ہاں) قضا و قدر بتوارث ثابت ہے، اس لیے یہ عقائد السنۃ میں داخل ہے۔[2]

(ساتویں مثال: مسئلہ رویت باری تعالی۔۔۔ معتزلہ و اہل سنت)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے

: ﴿لَّا تُدْرِكُهُ ٱلْأَبْصَٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ ٱلْأَبْصَٰرَ﴾ [الأنعام: ١٠٣]

(ترجمہ: نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔)

ارباب اعتزال (معتزلہ) کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت میں مؤمنوں کو رؤیتِ حق سبحانہ تعالیٰ نہ ہو گی کیونکہ یہ عقلاً ممکن نہیں اور آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے۔ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں، ان میں یہ فرقہ رؤیت کے معنیٰ **بصیرت** لیتا ہے جو رؤیت خیال یا خواب و مکاشفات کی رؤیت کے مشابہ ہے «كأنك تراه» (گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے)۔

---

(١) - التفسير الكبير للرازي (٤/ ١٥٣).

(٢) - شرح العقائد النسفية (ص٨٠). الانتصار في الرد على المعتزلة (١/ ٤٤). لوامع الأنوار البهية (١/ ٣٤٥). حجة الاسلام (١٠٣).

(اہل سنت ورویت باری تعالی)

وأما أهل السنة انہوں (اہل سنت) نے احادیث کو حسب مفاہیم سلف ممدوح کے رؤیتِ بصر پر محمول ہے، اہل السنۃ کا یہی عقیدہ ہے، اس لیے تفسیر آیت میں «في الدنيا» مقدر مانا ہے۔ اگر چہ شارع سے آیت کی یہ تفسیر مروی نہیں۔ لیکن توارث کی بناء پر شارع ﷺ کی مراد یہی مانی گئی ہے۔ (۱)

(آٹھویں مثال: مسئلہ ایمان واعمال)

قال سبحانه: ﴿فَأُوْلَـٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَـٰتٍۗ﴾ [الفرقان: ٧٠].

ترجمہ: تو اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کا نیکیوں میں تبدیل کردے گا۔

قال سبحانه: ﴿إِنَّ ٱلْحَسَنَـٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ﴾ [هود: ١١٤].

ترجمہ: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

وغیر ذلک من الآیات (ان کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں)۔ نیز حدیث صحیح ہے:

لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن.

ترجمہ: نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا حالت زنا کرنے میں، اور وہ اس حالت میں مومن ہو۔ (۲)

---

(۱)- شرح العقائد النسفية (ص٧١). الاعتصام للشاطبي (٢/ ٣٣٠). لوامع الأنوار البهية (٢/ ٢٥١).

(۲) - صحيح البخارى، كتاب الحدود، باب لا يشرب الخمر رقم (٦٧٧٢). صحيح مسلم، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي ونفيه، رقم (٥٧). سنن أبي داود رقم (٤٦٨٩). سنن الترمذي رقم (٢٦٢٥). السنن الكبرى للنسائي رقم (٧٣١٥). سنن ابن ماجه رقم (٣٩٣٦). مسند أحمد رقم (١٤٧٣١). مصنف ابن أبي شيبة رقم (٣٩٣٧). صحيح ابن حبان رقم (٤٤٥٦). مصنف عبد الرزاق رقم (١٣٦٨٢). يروى عن أبي هريرة وأنس بن مالك وعمران بن حصين وعبدالرحمن بن سمرة من غير وجه.

ایک فرقہ (مرجئہ) کا عقیدہ ہے کہ ایمان حاصل ہونے کے بعد کوئی گناہ موجب عذاب آخرت نہیں ہے بلکہ مؤمن کے گناہوں کو اس کی نیکی مٹا دیتی ہے، اور حصولِ ایمان سے پیشتر کی برائیاں ہوں یا ایمان لانے کے بعد کی برائیاں نیکیوں سے بدلتی رہتی ہیں۔ اس عقیدہ پر ان آیات سے استدلال کیا ہے جو اوپر نقل ہوئیں، اور بظاہر آیات کا مفہوم یہی ہے۔ (۱)

اسی طرح حدیث «لا يزني» سے اس فرقہ نے یہ سمجھا ہے کہ حالت ایمان میں زنا کے وقت بھی مؤمن حقیقت میں زانی نہیں ہوتا کہ عذابِ آخرت کا مستحق ہو، ایمان کسی گناہ سے ملوث نہیں ہوتا، بلکہ گناہ کرتے وقت اپنے ظل حمایت میں لے لیتا ہے اور مثل سائبان کے ہو جاتا ہے۔ البتہ مؤمن پر دنیا میں حقوق العباد وغیرہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں، اور وہ شریعت میں مفصل وارد ہے، لیکن آخرت میں ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ "صحیحین" میں ہے:

حق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئًا.

(ترجمہ: بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ عذاب نہ دے اس شخص کو جس نے اس کا کسی چیز کو شریک نہ کیا)۔ (۲)

ایک حدیث سابق میں بیان ہو چکی ہے۔

دوسری روایت "صحیحین" میں ہے:

ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله

---

(۱) - رسالة السنة لعبد الله بن أحمد (ص۱۰۸). الفرق بين الفرق (ص۲۰۲) . الملل و النحل (۱/ ۱۳۹). الفصل في الملل والأهواء والنحل (۲/ ۸۸). لوامع الأنوار البهية (۱/ ۴۲۲). شرح العقيدة الطحاوية (ص۳۷۳) .

(۲)۔ اس کی تخریج پہلے صفحہ نمبر ۱۲۷ پر گذر چکی ہے۔

صدقًا من قلبه إلا حرمه الله على النار.

ترجمہ: جس نے گواہی دی اس بات کی کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور یہ گواہی سچے دل سے ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرمادیتا ہے۔(۱)

علاوہ ازیں اس فرقہ نے اپنے اس عقیدہ پر کہ مؤمن کے گناہ مبدل بحسنات ہوتے رہتے ہیں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو محاسبات قیامت میں وارد ہے کہ حساب لیے جانے والوں میں سے ایک مؤمن ہے جس کے گناہ سب مبدل بحسنات ہوں گے۔(مروي في الصحاح)

(اہل سنت اور ایمان واعمال)

أما أهل السنة (اہل سنت کے نزدیک) اگرچہ ان آیات و احادیث کا مفہوم یہی ہے جو اس فرقہ نے سمجھا ہے اور بظاہر یہی مدلول ہے۔ لیکن شارع ﷺ کی اصلی مراد یہ نہیں ہے، گو ان آیات کی تفسیر و شرح احادیث میں خود شارع ﷺ سے کچھ مروی نہیں، مگر بزرگانِ سلف کے توارث کی بناء پر ان آیات و احادیث کے جو معنیٰ قرار دیے گئے ہیں، وہ مذکورہ بالا فرقوں کے عقائد سے بالکل جدا ہیں، اور کتب عقائد میں تفصیل سے مدلل بیان ہوئے ہیں۔

---

(۱) - صحيح بخاری،كتاب العلم ، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم -- رقم (١٢٨) و اللفظ له . صحيح مسلم كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا رقم (٣٢). مسند أحمد رقم (٢٣٨٢٢). مسند أبو يعلى رقم (٣٤٦٩). المعجم الكبير للطبراني رقم (٤٣).مستخرج أبو عوانة رقم (٨٤). الإيمان لابن منده رقم (٥٢). جامع بيان العلم لابن عبد البر رقم (٧٢٢).

(نویں مثال: ایمان و گناہ کبیرہ)

قال تعالى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ﴾ [البقرة: ٢٧٧] الآية.

(ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔)

اس قسم کی آیات سے ایک فرقہ (خوارج) نے یہ سمجھا ہے کہ ایمان باللہ حاصل ہونے کے لیے جس طرح ایمان بالرسول شرط ہے، اسی طرح اعمال شرط ہیں۔ گناہ کرنے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ اور یہی مفہوم حدیث زنا، وسرقہ کا بیان کیا ہے:

«لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن» الحديث.(۱)

أما أهل السنة (اہل سنت) وہ افراط و تفریط سے بچے ہوئے ہیں، صراط مستقیم ما توارث عن السلف الممدوح سے باب عقائد میں سر مو (ذرہ برابر بھی) تجاوز نہیں فرماتے، خواہ ان بزرگوں سے جو کچھ بطریق توارث پہنچا ہے اس کی تفسیر و توضیح روایات مرویہ میں پائی جائے یا نہ پائی جائے۔ اہل سنت کے عقائد میں بتوارث ثابت ہے کہ گناہ سے ایمان زائل نہیں ہوتا ہے۔

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «ثلاث من أصل الإيمان: الكف عمن قال: لا إله إلا الله، لا نكفره بذنب، ولا نخرجه من الإسلام بعمل» الحديث. رواه أبو داود وغيره.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں: جو شخص کلمہ گو ہے اسے کافر کہنے سے رکنا، کہ اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہیں گے، اور اور نہ اسے عمل کی وجہ سے اسلام

---

(۱)۔ اس روایت کی تخریج پہلے صفحہ نمبر ۱۴۷ پے گذر چکی ہے۔

سے خارج کریں گے۔ (آخرِ حدیث تک)، اس حدیث کو ابو داود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔[1]

قال سبحانه عز من قائل: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ [المائدة: ٤٤].

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں۔

یہ آیت بھی اس فرقہ کے استدلالات سے جس کا عقیدہ ہے کہ گناہ سے ایمان زائل ہوتا ہے۔ اس آیت کا ظاہر مفہوم صاف یہ نکلتا ہے کہ مسلمان حاکم جو بخلاف ما انزل اللہ (خلافِ شریعت) کے قوانین ملکی پر احکام جاری کرے قطعًا کافر ہے، اس آیت کی تفسیر میں شارع ﷺ سے اس کے خلاف کوئی مفسر روایت بھی مروی نہیں ہے۔

(اہل سنت اور ایمان واعمال)

أما أهل السنة (اہل سنت کے ہاں) **بتوارث ثابت** ہے کہ گناہ سے مؤمن کافر نہیں ہو جاتا، اس لیے اس آیت کی تفسیر میں «على سبيل الإنكار» کا لفظ مقدر ہے، یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مخالف و منکر ہو کر کسی امر کا فیصلہ کریں وہ کافر ہیں۔

(دسویں مثال: ایمان و کبیرہ گناہ)

الحديث: قال رسول الله ﷺ: من ترك الصلاة متعمدًا فقد كفر.

---

(۱) - سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور رقم (٢٥٣٢) اللفظ له وتمامه «**والجهادُ ماضٍ منذُ بعثني اللهُ إلى أن يقاتلَ آخِرُ أُمتي الدجالَ، لا يبطِلُه جَوْر جائرٍ، ولا عَدل عادلٍ، والإيمانُ بالأقدار**». سنن سعيد بن منصور رقم (٢٣٦٧). مسند ابو يعلى رقم (٤٣١١). السنن الكبرى للبيهقي (٨/ ١١٠). المختارة للمقدسي رقم (٢٧٤١).

ترجمہ: جس نے عمداً نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔[1]

یہ حدیث بھی اسی فرقہ (خوارج) کی ایک دلیل ہے، جس کے نزدیک گناہ سے ایمان زائل ہو جاتا ہے کیونکہ ظاہر حدیث سے تارک صلوٰۃ کافر ٹھہرتا ہے۔

مگر اہل سنت توارث کی بناء پر جو معنیٰ سمجھتے ہیں وہ یہ نہیں ہیں۔[2]

(گیارہویں مثال: افعالِ شر اور انسان)

قال سبحانه وتعالى: ﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ﴾ [المؤمنون: ١٤].

(ترجمہ: غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے!)۔

اس آیت سے اس فرقہ (مجوس و معتزلہ) کا استدلال ہے جو انسان کو خالق افعال شر (برے کاموں کا خالق) کہتا ہے۔ اور "احسن الخالقین" کا مطلب یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف افعال خیر کا خالق ہے۔

بہرحال اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔[3]

(بارہویں مثال: مفہومِ شرعی تکلیف اور اہل سنت)

قال سبحانه تعالى: ﴿وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ﴾ [الحجر: ٩٩].

---

(١) - مسند أحمد رقم (٢٧٣٦٤). السنن الكبرى للبيهقي (٧/ ٣٠٠). شعب الإيمان للبيهقي رقم (٧٨٦٥). مسند عبد بن حميد رقم (١٥٩٤). البر والصلة لابن المبارك رقم (١٠٦). تعظيم قدر الصلاة للمروزي رقم (٩١٩). المعجم الأوسط للطبراني رقم (٣٣٤٨).

(٢) - شرح العقائد النسفية (ص١٠٨). الملل والنحل (ص٤٥). شرح العقيدة الطحاوية (٢/ ٤٨٥).

(٣) - شرح العقائد النسفية (ص٧٩) - الفصل في الملل والأهواء (٣/ ٥٧) - رفع الشبهة والغرر عمن يحتج على فعل المعاصى بالقدر للمرعى بن يوسف المقدسى الحنبلى (ص٥٨). الإعلام بما في دين النصارى من الفساد والأوهام (ص١٦٦). حجة الإسلام (ص١٠٠).

(ترجمہ : اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ تم پر وہ چیز آجائے جس کا آنا یقینی ہے۔)

بعض صوفیاء (ابو یعقوب السجستانیؒ وغیرہ) کا مذہب ہے کہ جب مجاہدات و ریاضیات روحانیہ سے خدا کی معرفت مرتبہ یقین تک پہنچتی ہے تو مجاہدہ کرنے والا عبادات کی پابندی سے آزاد و مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بعض ملاحدہ کا یہی مذہب ہے، اور (انہوں نے مذکور) آیت سے استدلال کیا ہے۔[1] اس طائفہ کا استدلال اس حدیث بھی ہے:

عن النبي ﷺ قال: «إن الله قد اطلع على أهل بدر، وقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم».

ترجمہ: روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ توجہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی اہل بدر پر اور فرمایا کہ جو تمہارا جی چاہے کرو کہ میں نے تم کو بخشدیا۔[2]

یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ بعض اکابر صوفیہ کو الہام بھی ہوا ہے کہ عبادات سے مرفوع القلم کیے گئے۔ یہ طائفہ آیت اور حدیث کے ظاہری معنیٰ سے الہام کی تصدیق کر کے یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں سوائے اس مفہوم کے کوئی حدیث معارض ثابت نہیں ہے، تو بتصدیق آیت الہام اولیاء حق ہے۔ "فیوض الحرمین"

---

(۱)- تفسير ابن كثير (٤/ ٥٥٤). درء تعارض العقل والنقل لابن تيمية (٣/ ٢٧٠).

(۲)- صحيح البخارى رقم (٣٠٠٧) - صحيح مسلم رقم (٢٤٩٤). سنن الترمذي رقم (٣٥٩١). السنن الكبرى للنسائي رقم (١١٥٢١). مسند أحمد رقم (٦٠٠). صحيح ابن حبان رقم (٦٤٩٩). مسند الحميدي رقم (٤٩). المستدرك على الصحيحين رقم (٥٣٠٩). مسند البزار رقم (١٩٧). شرح مشكل الآثار رقم (٩٧٤). المعجم الأوسط للطبراني رقم (٦٥٨).

میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الأولياء كثيرًا ما يلهمون بأن الله تعالى أسقط عنهم التكليف وأنه خيّرهم في الطاعات إن شاءوا فعلوها وإن لم يشاؤا لم يفعلوها، حكي لي أن والدي رضي الله عنه عن نفسه أنه ألهم بهذا وأنه دعا الله تعالى أن يقيم عليه التكليف وما اختار إلا التمس ولم يكن من مذهبه سقوط التكليف عن أحد من خلق الله ما دام عاقلًا بالغًا، فرأيته يرى الإلهام حقًا، ويرى مذهبه حقًا، ويتحير في التطبيق، واخبرت عن سيدي العم قدس سره أنه كان يخبر عن نفسه أنه ألهم بسقوط التكليف وكان قدس سره يميل إلى أن الكمل يسقط عنهم التكليف، وهكذا روي عن كثير من الأولياء.

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اکثر الہام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے احکام شرعیہ کی تکلیف ساقط کر دی اور ان کو عبادت میں اختیار دیدیا اگر چاہیں عبادت کریں اگر نہ چاہیں نہ کریں اور میرے والد سے حکایت ہے کہ انہوں نے اپنے وجد میں بیان کیاہے کہ ان کو بھی اسی طرح کا الہام ہوا، انہوں نے دعا کی اللہ تعالیٰ سے کہ ان کو تکلیف شرعیہ پر ثابت قدم رکھے اور عبادت ہی کو پسند رکھا، اور ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ کسی مخلوق سے تکلیف شرعی ساقط نہیں ہو سکتی جب تک عاقل بالغ ہے۔ اور میں دیکھتا تھا ان کو کہ وہ اپنے الہام کو حق جانتے تھے اور اپنے عقیدہ کو بھی حق سمجھتے تھے، لیکن دونوں کی تطبیق میں متحیر تھے۔ اور میرے چچا کی جانب سے بھی مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ ان کو بھی تکلیف شرعی ساقط ہونے کا الہام ہوا، ان کا خیال یہ تھا کہ کامل افراد سے تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے، اور اسی طرح کی حکایتیں اکثر اولیاء اللہ سے مروی ہیں، جن پر یہ الہامات ہوئے ہیں۔ انتہیٰ[1]

---

(۱)۔ فیوض الحرمین (مترجم)(ص ۲۳)۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ایسے الہام کو تعبیر طلب خواب قرار دیا ہے جو مذہبِ حق کے معارض ہے۔

(اہل سنت اور معنی عبادت)

أما أهل السنة (اہل سنت کے ہاں) عقیدہ متوارثہ عن السلف یہ ہے کہ عارف ہو یا غیر عارف عبادات اور تکلیفات شرعی (شرعی ذمہ داری) سے آزادی ملنی ناممکن ہے اور احادیث مرفوعہ میں اگرچہ آیت کی کوئی تفسیر وارد نہیں لیکن اسی توارث کی بناء پر لفظ "**یقین**" کے معنیٰ "موت" مانے گئے ہیں کہ موت حصولِ یقین کا قطعًا (یقینی) سبب ہی ہے۔ الہامات تو **بتوارث** سلف ثابت ہے کہ وہ شرعًا حجت نہیں۔ فلا عبرة به فی الشرعیات (ان کا احکام میں کوئی اعتبار نہیں ہے)۔

(تیرہویں مثال: مسئلہ وحدۃ الوجود۔۔۔ بعض صوفیاء اور اہل سنت)

قال سبحانه: ﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْآخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ﴾ [الحديد: ٣].

ترجمہ: وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہ ہی ظاہر ہے، وہ ہی باطن ہے۔

كنت سمعه .. بصره ... يده... رجله. (الحديث).(١)

بعض صوفیہ کا مذہب وحدۃ الوجود ہے، وہ اس آیت اور اس حدیث کے ظاہری مدلول سے استدلال کرتے ہیں، اور الہامات و مکاشفات سے اس کی تصدیق بیان کی ہے۔ بعض قدماء فلاسفہ اشراقیہ سے بتغیر الفاظ یہی مذہب منقول ہے۔

أما أهل السنة (اہل سنت) توارث کے معارض ہونے کی وجہ سے آیت و

(١)- صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب التواضع رقم (٦٥٠٢)- شرح السنة للبغوي رقم (١٢٤٧). مسند البزار رقم (٨٧٥٠). صحيح ابن حبان رقم (٣٤٧). السنن الكبرى للبيهقي رقم (٦٣٩٥).معجم الشيوخ لابن عساكر رقم (١٤٣٨).

حدیث کی تفسیر میں اس مذہب کے مخالف ہیں۔[۱] مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مکتوبات میں ہے (مکتوب:۲۸۶):

”واز جملہ ضروریات طریق سالک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت انرا از کتاب و سنت فہمیدہ اند وآثار سلف استنباط فرمودہ اند و کتاب و سنت را محمول داشتن بر معانی کہ جمہور علمائے سنت والجماعت آن معنیٰ را از کتاب و سنت فہمیدہ اند، نیز ضروری است و اگر بالفرض خلاف معنیٰ مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر شود آنرا اعتبار نباید کرد وازاں استعاذہ باید نمود، مثلاً آیات و احادیث کہ از ظواہر آنہا توحید (وحدۃ الوجود) مفہوم میشود ہمچنیں احاطہ و سریان و قرب معینہ ذاتیہ معلومی گردد وچون علمائے اہل حق ازاں آیات و احادیث ایں معنیٰ نہ فہمیدہ اند، اگر در ثنائے راہ بر سالک ایں معانی منکشف شود ہر چند او بواسطہ غلبۂ حال و سکر وقت معذور است الخ۔“

(ترجمہ: تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ طریق سلوک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے اس کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض کشف و الہام کے ساتھ ان معانی مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ مثلاً وہ آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید سمجھی جاتی ہے اور

(۱) - شرح العقائد النسفية (ص٣٤). العرش للذهبي (ص٨١). الرد على القائلين بوحدة الوجود لملا علی القاري (ص٣٤). روح المعاني (٦/ ٣٥١). مكتوبات إمام رباني (٢/ ٢٣) . حجة الاسلام (٧٧).

ایسے ہی احاطہ، سریان، قرب اور معیت ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب علمائے حق نے ان آیات و احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے اور کو موجود نہ پائے اور اس کو محیط بالذات جانے اور از روئے ذات کے قریب جانے اگرچہ اس وقت وہ غلبہ حال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے لیکن اس کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالی کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرتا رہے۔[۱]

(چودہویں مثال: مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام)

قال الله سبحانه: ﴿لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ [الفتح: ٢].

(ترجمہ: تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کردے)

ایک فرقہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں، ونیز آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلّٗا فَهَدَىٰ﴾ [الضحى: ٧] (ترجمہ: اور تمہیں راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھایا) وغیرہ آیات واحادیث سے (استدلال کرتے ہیں)۔

أما أهل السنة (اہل سنت) سلف ممدوح سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا بتوارث مصدق (ثابت) ہو چکا ہے۔[۲] اس توارث کی بناء پر ان آیات کی تفسیر اور احادیث کی شرح برعایت عصمت (عصمت کے معنیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے) کی گئی ہے کیونکہ الفاظ قرآن و حدیث عربی لغات ہیں، کلام عرب میں ایک لغت

---

(۱)۔ مکتوبات امام ربانی مترجم (۱/ ۵۹۷، مکتوب نمبر ۲۸۶)۔

(۲) - الاقتصاد في الاعتقاد (ص١٢٤). معالم أصول الدين للفخر الرازي (ص١٠٨). عصمة الأنبياء للرازي (كامل). شرح العقائد النسفية (ص١٣٤). الروض الباسم (١/ ٢٣١). حجة الإسلام (ص١٣٥).

متعدد مختلفہ معانی میں مستعمل ہوتا ہے، اسی سلیقہ (طریقہ) عربی سے قرآن و حدیث میں مستعمل ہوا ہے۔ جیسے ”صلوٰۃ“ کا لفظ مختلف معنیٰ میں آیا ہے:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ﴾ [البقرة: ٤٣]

(ترجمہ: اور نماز قائم کرو۔)

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنۡهُم﴾ [التوبة: ٨٤]

(ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے تو تم اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھنا)

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ﴾ [الأحزاب: ٥٦]۔

(ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔)

(پندرہویں مثال: فلاح و نجات اور تزکیہ نفس)

قال سبحانه: ﴿قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا﴾ [الشمس: ٩].

(ترجمہ: فلاح اسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے۔)

اس آیت سے بعض اربابِ الحاد کا عقیدہ ہے کہ فلاح و نجات تزکیہ نفس سے حاصل ہوتی ہے، تزکیہ نفس عام ہے، کسی طریقے سے ہو خواہ شریعت اسلامی کے طریق پر یا بغیر اس کے، شارع ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں شریعتِ محمدیہ کی خصوصیت مروی نہیں ہے۔(١)

أما أهل السنة (جبکہ اہل سنت کے ہاں) بتوارث عن السلف ثابت ہے کہ

---

(١). العرش للذهبي (١/ ١٣٢) - اعتقادات فرق المسلمين والمشركين لفخر الدين الرازي (١/ ٧٤). الفرق بين الفرق (ص٢٦٦). التفسير الكبير (١٢/ ١٢٣). نسيم الرياض للخفاجی (٤/ ٥٢٣). إغاثة اللهفان في مصايد الشيطان لابن القيم الجوزية (٢/ ٤٢٥) مصرع التصوف للبقاعي (١/ ١٦٨).

تزکیہ سے شارع کی اصل مراد وہ تزکیہ ہے جو قبل بعثت تو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے مطابق حاصل ہو، اور بعد بعثت نبی کریم ﷺ ہماری اسلامی شریعت کی پیروی سے (حاصل ہو)، حالانکہ یہ تفسیر لفظًا مروی نہیں ہے، لیکن معنیً توقیفی ہے، اور مسلمات سلف سے ثابت ہے۔

.... **** ....

باب الاعمال والاحکام

(اعمال واحکام اور توارث)

❖ ﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا﴾ [الأنعام: ١٤٥].

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہو خون ہو یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا جو ایسا گناہ کا جانور ہو جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

اس آیت شریف میں جو چیزیں کھانی حرام ہیں، بظاہر ان کی حد بندی کر دی ہے، حالانکہ اس میں درندے مثلاً کتے، بھیڑیے کی حرمت مذکور نہیں۔ اب اگر الفاظ کے ظاہری معنٰی پر حصر کیا جائے تو ان درندوں کو حلال ماننا پڑے گا۔ کیونکہ آیت ﴿لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ﴾ کا ظاہری مفہوم بھی ہے کہ ان محدود چیزوں کے سوا کوئی چیز حرام نہیں، حالانکہ بخلاف ان ظاہری مفہوم و مدلول آیت کے اشیائے مذکورہ کی حرمت بتوارث ثابت ہے۔

❖ ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء: ٢٤].

(ترجمہ: ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو۔)

اس آیت میں نکاح کے بارے میں حد بندی فرما دی گئی ہے کہ ان مذکورہ عورتوں کے سوا نکاح کرنا مردوں کو جائز ہے۔ پس اگر الفاظ کے ظاہری معنٰی پر

انحصار رکھا جائے (تو) خالہ، بھانجی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے کہ یہ اس آیت کی حد بندی ہے حالانکہ آیت کے ظاہری مفہوم کے خلاف **بتوارث یا اجماع آئمہ** (خالہ، بھانجی سے نکاح کی) **حرمت ثابت ہے۔**

❖ قال سبحانه: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج: ۲۹]

(ترجمہ: اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں۔)

قال سبحانه: ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [المائدة: ۲].

(اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔)

کتاب **اللہ**، احکام حج میں «لیطوفوا» اور «اصطادوا» **بصیغہ امر ثابت ہیں۔** اور تفسیر آیت میں بھی کوئی روایت مرفوع یا موقوف وارد نہیں، کہ (ان دونوں مقامات میں) ایک جگہ صیغہ امر سے شارع ﷺ کی مراد طواف کا فرض ہونا ہے، اور دوسری جگہ صیغہ امر محض اباحت کے لیے آیا ہے، حج عبادات میں داخل اور ضرور تفسیر کا محتاج ہے، لیکن اس جگہ صرف سلف کے عمل اور **توارث** ہی سے ثابت ہوا کہ **امر طواف میں** تو مرادِ شارع ﷺ فرضیت ہے، اور اصطیاد (شکار کرنے) میں صرف اباحت، اس **تعامل** کی وجہ سے ائمہ کا اس باب میں اتفاق رہا اور اسی حجت پر سب ائمہ نے قناعت کی، اور توارث کی تفسیر کو کافی سمجھا۔

❖ قال سبحانه وتعالى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ [الجمعة: ۱۰].

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

"صلوٰۃ" باب تعبد (عبادات میں) سے ہے، اس آیت میں نماز ختم ہونے کے بعد انتشار (چلنے پھرنے) کا حکم دیا گیا ہے، روایات میں مرفوعًا موقوفًا مروی نہیں کہ

انتشار کا یہ حکم فرض یا عبادت میں داخل نہیں بلکہ محض تواراث سے ثابت ہوا ہے کہ یہ امر فرض عبادت نہیں، صرف اباحت ہے:

❖ «من شاء فليتتشر ومن شاء فليذكر الله قاعدًا».

(یعنی بعد ادائے صلوٰۃ جس کا جی چاہے چلا جائے، اور جو چاہے وہ ٹھہر کر خدا کا ذکر کرتا رہے)۔

❖ حديث: «صلاة القاعد نصف صلاة القائم». رواه مسلم والنسائي والإمام أحمد عن أنس رضي الله عنه مرفوعًا.

ترجمہ: بیٹھے ہوئے کی نماز کا کھڑے ہوئے کی نماز سے آدھا (اجر وثواب) ہے۔(۱)

یہ صحیح حدیث متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا ثابت ہے، دوسرے کسی صریح حدیث سے بصحت ثابت نہیں کہ فرض نماز کا قیام فرض ہے، پس یہ حدیث بوجہ عموم کے صریح الدلالۃ ہے کہ فرض نماز بغیر عذر شرعی کے بھی بیٹھ کر ادا کرنی جائز ہے۔ لیکن **بتوارث** ثابت ہے کہ فرض نماز میں قیام فرض ہے، اس تواراث کی بناء پر اس حدیث کو ائمۃ الحدیث نے نوافل پر محمول کیا ہے، اور اس کی شرح میں لفظ "نوافل" داخل کرتے ہیں، ورنہ تواراث سے قطع نظر کرنے پر نوافل کی خصوصیت نہیں رہتی۔ کیونکہ کسی دوسری حدیث میں اس قسم کی صراحت نہیں کی گئی، جس سے اس حدیث کا خاص ہونا ثابت ہو۔ شارع سے اس حدیث کی شرح میں لفظ "نوافل" مروی نہیں ہے، پس اس بارے میں حجت وہی

---

(۱) - سنن ابن ماجه رقم (١٢٣٠). سنن أبو داود رقم (٩٥٠). السنن الكبرى للنسائي رقم (١٣٦٨). مسند أبي يعلى رقم (٤٣٣٦). مسند أحمد رقم (١٢٣٩٥). مسند أبي داود الطيالسي رقم (٢٤٠٣). مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ٥٢). مستخرج أبي عوانة رقم (٢٠٠٠). مسند البزار رقم (٢٣٦١). مصنف عبد الرزاق رقم (٤١٢١). شرح مشكل الآثار رقم (٥٢٣٣).

توارث کا اصول ہے۔

❖ قال سبحانه: ﴿وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ﴾ [البقرة: ١٧٣].

(ترجمہ: اور خنزیر کا گوشت (حرام کیا ہے))

امت اسلام میں بتوارث ثابت ہے کہ عین خنزیر لحم (خنزیر کا گوشت)، شحم[1] (پوست)، جلد (چمڑی) وغیرہ قطعًا حرام ہے، اگرچہ لغت عرب کی رو سے لفظ "لحم" میں چربی اور جلد شامل نہیں، اور کوئی حدیث شحم وجلد کی حرمت میں وارد نہیں، جس سے ان کے حرام ہونے کی تفسیر کی جائے۔ لیکن مفسرین نے اسی **توارث** سلف کی بناء پر جو کہ حجت قاطعہ ہے عین خنزیر کو حرام لکھا ہے، اگرچہ (یہ معنی) لغت عرب کے خلاف ہو۔

❖ قال سبحانه: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلۡبَيۡتِ مَنِ ٱسۡتَطَاعَ إِلَيۡهِ سَبِيلٗاۚ﴾ [آل عمران: ٩٧].

(ترجمہ: اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔)

آیت سے بشرط استطاعت حج فرض ہوا۔ جیسی ادائے زکوۃ کے واسطے اسی قسم

---

(۱)۔ شحم / شحوم (پوست یا کھال) کی حرمت کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری رقم (۲۲۲۳) و رقم (۳۴٦۰) اور صحیح مسلم رقم (۱۵۸۲) وغیرہ میں ایک روایت مذکور ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ سَمُرَةَ، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا، فَبَاعُوهَا».

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے شراب فروخت کی ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ سمرہ کو ہلاک کرے! کیا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اللہ یہود پر لعنت کرے! کہ ان پر چربی (خنزیر کی چربی) حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پھگلایا اور فروخت کرنے لگے۔

کی شرط لگائی ہے اور جس طرح زکوٰۃ کا فرض دائمًا واجب الاداء رہتا ہے (تو اسی طرح) ایک بار حج ادا کرنے کے بعد بھی استطاعت رہے تو پھر حج کا ادا کرنا فرض (ہونا چاہیے)، لیکن توارث نے **قطعی** طور پر اس آیت کی تفسیر یہ کر دی ہے کہ حج ایک بار سے زیادہ فرض نہیں۔ گو اس بارے میں ایک **خبر آحاد** بھی اس قول کی تائید میں ملتی ہے، لیکن وہ قطعیت کے لیے مفید نہیں، قطعیت توارث ہی سے ثابت (ہوتی) ہے، اس لیے امت اسلام میں دوبارہ استطاعت پر حج فرض نہیں ہے۔

❖ قال سبحانه: ﴿ٱلَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَٰشِعُونَ﴾ [المؤمنون: ٢].

(ترجمہ: جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں۔)

❖ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٖ مِّنۡهُم﴾ [التوبة: ٨٤].

(ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے تو تم اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھنا)

❖ ﴿إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ﴾ [التوبة: ١٠٣].

(ترجمہ: یقینا تمہاری دعا ان کے لئے سراپا تسکین ہے۔)

❖ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ﴾ [الأحزاب: ٥٦].

(ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو۔)

اگرچہ احادیث مرفوعہ و موقوفہ میں ان الفاظ کی کوئی تفسیر مروی نہیں ہے لیکن سلف کے تعامل اور توارث سے ثابت ہے کہ صلوٰۃ کے اصلی معانی جو مرادِ شارع ہیں ہر موقع پر جدا جدا ہیں۔

.... **** ....

باب انخبار

(قرآنی حکایات اور توارث)

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کی بناء امور غیبیہ پر ہے، اور ان کا ادراک ایسے استدلالی طریقے سے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، نہیں ہوا ہے، بلکہ اخبار قطعیہ وحی سے ہوا ہے، کتاب اللہ اور سنت متواترہ کے الفاظ توقیفی ہیں، اور توارث کے ذریعے ثابت ہوئے ہیں۔

اسی طرح مذکورہ نصوص کے معانی توقیفی ہیں اور بتوارث پایۂ ثبوت کو پہنچے ہیں۔ اس لیے علمائے اہل سنت نے جس طرح باب عقائد وامور غیبیہ کو باخبار وحی **بالتصدیق والاذعان** (یقین کے ساتھ) قبول کیا ہے، اسی طرح اخبار کتاب و سنت کو جو عقل کے ماوراء ہوں بے چوں وچرا تسلیم کیا ہے، خواہ ادلہ عقلیہ سے ثابت ہوں یا نہ ہوں، بخلاف باقی **فرق حادثہ** کے کہ جو خبر ان کے عقول کے ادراک سے باہر ہے اس کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اپنی اپنی عقلی تاویلیں کرتے ہیں۔

(ولادتِ حضرت عیسی علیہ السلام اور معجزات)

قال سبحانه و تعالى:

﴿قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ۝١٩ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى غُلَٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِى بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا﴾ [مريم: ١٩-٢٠].

ترجمہ: فرشتے نے کہا: میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہو (فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا: میرے لڑکا کیسے

ہو جائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں؟۔

چونکہ ولادت انسان بغیر والد کے محال ہے منکرین خوارق نے اس بیان واقعہ کو خواب و خیال پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے، اور اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ﴾ [مريم: ٢٠].

(ترجمہ: جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے۔)

(اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ) نکاحِ یوسف سے پیشتر (پہلے) کا قصہ ہے۔

علمائے سنت نے بتوارث مفسرین ولادت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے مسلم رکھا ہے، اس توارث کی تصدیق (یہ آیات) ہے۔

﴿وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ﴾ [مريم: ٢١].

ترجمہ: تاکہ اس لڑکے کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنائیں۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ﴾ [آل عمران: ٥٩].

ترجمہ: عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی مثال کی طرح ہے۔

علی ہذا القیاس قرآن حکیم کے بیان کے مطابق جو خوارق (غیر معمولی افعال) عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں یعنی ابراء اکمہ، وابرص (برص یا جزام کے مریض کی شفایابی)، احیاء موتیٰ (مردوں کو زندہ کرنا) ان منکرین خوارق نے ان کا انکار کیا ہے۔ مگر علمائے سنت نے بوجہ خبر وحی و ثبوت توارث آمنا وصدقنا (ہم نے مانا اور ہم تصدیق کرتے ہیں) کہا ہے۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پرندوں کا احیاء)

قال سبحانه وتعالى:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ ٱلْمَوْتَىٰۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنۖ﴾ [البقرة: ٢٦٠] الآية.

ترجمہ: اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب ابراہیم نے کہا تھا کہ میرے پروردگار! مجھے دکھایئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اللہ نے کہا: کیا تمہیں یقین نہیں؟ کہنے لگے: یقین کیوں نہ ہوتا؟ مگر (یہ خواہش اس لئے کی ہے) تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔ اللہ نے کہا: اچھا تو چار پرندے لو اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو پھر (ان کو ذبح کر کے) ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ، وہ چاروں تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ پوری طرح صاحبِ اقتدار بھی ہے، اعلی درجے کی حکمت والا بھی۔

منکرینِ خوارق نے اس آیت کے معنٰی متوارث کا انکار کیا ہے، چنانچہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہاں چار جانوروں کا پالنا اور ان کو یہاں تک مالوف و مانوس کرنا مراد ہے کہ چاروں کو الگ الگ چار پہاڑوں پر بٹھایا جائے، تو آواز دینے سے اڑ کر آجائیں۔

قال أبو مسلم معتزلي في تفسير الآية: بالمراد بـ«صرهن إليك» الإمالة والتمرين على الإجابة، قال: والغرض منه ذكر مثال محسوس في عود الأرواح إلى الأجساد على سبيل السهولة. انتهى

ترجمہ: ابو مسلم معتزلی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مراد «صرهن إليك» سے جانوروں کا مانوس کر لینا اور بلا لینا ہے کہ آواز دیتے ہی چلے آئیں، اور غرض اس سے ایک مثال محسوسات کی ہے کہ اسی طرح ارواح اپنے اجساد

میں آسانی سے لوٹ آئیں گے۔[1]

❖ جو طائفہ منکر قیامت ہے اس کا ان خوارق سے انکار کرنا باعث استعجاب (تعجب) نہیں ہے، البتہ قیامت کے اقرار کے بعد قصہ متوارثہ کا انکار تعجب خیز ہے جو دلیل، مذبوح جانوروں کے زندہ ہو جانے کے خلاف ہے وہی دلیل قیامت کے محال ہونے پر دال ہے۔

اہل سنت والجماعت نے جس مخبر کی خبر سے قیامت کے وقوع کی تصدیق کی ہے اور فلاسفہ سفہاء کے انکار کو رد کیا اسی مخبر ﷺ سے اس قصہ کی تصدیق کی ہے جو سلف کے بیان سے بتوارث ثابت ہے۔[2]

(گناہگاروں کی شفاعت)

قال عز اسمه: ﴿وَأَن لَّيۡسَ لِلۡإِنسَٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ [النجم: ٣٩].

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو خود اپنی کوشش کے سوا کسی اور چیز کا (بدلہ لینے کا) حق نہیں پہنچتا۔

﴿لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا ٱكۡتَسَبَتۡۗ﴾ [البقرة: ٢٨٦].

ترجمہ: ہر نفس کو وہی (ثواب) ملے گا جو اس نے کمایا اور وہی (عذاب) پائے گا جو اس نے (گناہ) کئے ہیں۔

﴿كُلُّ نَفۡسِۭ بِمَا كَسَبَتۡ رَهِينَةٌ﴾ [المدثر: ٣٨].

ترجمہ: ہر شخص اپنے کرتوت کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہے۔

(١)- التفسير الكبير (٧/ ٣٧). اللباب في علوم الكتاب (٢/ ٣٢١).

(٢)۔ معجزات سے متعلق تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاقتصاد في الاعتقاد (ص١١٢). شرح العقائد النسفية (ص١٤١). الانتصار في الرد على المعتزلة (٢٠٥). تمهيد الأوائل في تلخيص الدلائل للباقلانى (ص١١٩)- لوامع الأنوار البهية (٢/ ٢٩٣). حجة الإسلام (ص١٣٧).

﴿فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ﴾ [الزلزلة: ٧-٨].

ترجمہ: چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا۔

اور بعض فرقوں (معتزلہ وغیرہ) نے ان ہی ظاہری معانی کی بناء پر شفاعت مذنبین کا انکار کیا۔

علماء سنت کے نزدیک یہ مفہوم اس عموم کے ساتھ معتبر نہیں ہے، اس واسطے کہ مسئلہ شفاعت سلف سے ثابت ہے، اگرچہ شارع ﷺ سے بالخصوص ان آیات کی (یہ) تفسیر مروی نہیں ہے، لیکن اہل سنت والجماعت ان آیات کی تفسیر میں شفاعت کی رعایت رکھتے ہیں۔[1]

.... **** ....

---

(۱). شرح العقائد النسفية (ص١١٥). الإبانة في أصول الديانة (١/ ٢٠). لمعة الاعتقاد للمقدسي (١/ ١٣٤) - المواقف للأيجي (ص٣٨٠). التفسير الكبير (٣/ ٦٢).

خاتمۃ البحث

یہ چند مثالیں اصولِ **توارث** کی شرح میں بطور نمونہ لکھی گئی ہیں۔ علمائے اسلام پر روشن ہے کہ اس بحث کے متعلق معانی **کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ** ﷺ میں بے شمار نظیریں (موجود) ہیں۔ اگر خاص اہتمام سے انہیں جمع کیا جائے تو ضخیم مجلد بھی کافی نہیں ہے۔

ان امثلہ سے بقطعیت ثابت ہے کہ آیات القرآن والاحادیث کے حقیقی معنیٰ اس توارث سے ثابت ہوئے ہیں جس کا سلسلہ دوسری صدی کی مستند تصانیف سے قائم ہوا، اور ان تصانیف کے مصنفین اس فرقہ بندی کے زمانہ میں ان کے علم و اتقان کی بناء پر قول رسول اللہ ﷺ: «ما أنا عليه وأصحابي» کے سچے مصداق ثابت ہوئے ہیں۔

پس اگر اس سلسلہ کو منقطع کیا جائے اور ان تصانیف کو مسلم نہ رکھا جائے اور ہر آیت کے مفہوم کو اور حدیث کے مدلول کو محض عربیت و اصول ادبیہ سے طے کرنے کی ہر شخص کو آزادی مل جائے تو جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہے، الحاد و زندقہ و اعتزال وغیرہ سے دین اسلام کا تحفظ ناممکن ہے، اور بتقضائے حدیث صحیح مسلم: «لا يزال طائفة من أمتي»۔[1]

(ترجمہ: ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے مستقیم اللہ کے حکم پر۔)

کوئی ایک طائفہ اصلی دین الٰہی پر قائم نہیں رہ سکتا، اور جس **ملتِ بیضاء** کے حق میں ﴿قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ﴾ [البقرة: ٢٥٦].

(ترجمہ: یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے) نص قاطع ہے:

---

(۱)۔ اس حدیث کی تخریج صفحہ نمبر ۱۰۰ پر ملاحظہ ہو۔

(یہ) صرف عہدِ صحابہ تک ختم ہو چکی (تھی)، اور دوسری صدی کی تصانیف مذکورہ تک مسلسل نہ ہوئی، اور قرن صحابہ کے بعد سے اب تک جو تحریفات مختلفہ جو فرقہ بندیوں کی وجہ سے ہوتی رہیں، ان سے شریعتِ حقہ کو پاک صاف کرنے کے لیے کوئی خلف پیدا نہ ہوا لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے۔

قال رسول الله ﷺ: «يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين».

ترجمہ: اسلام کے علم کو عادل لوگ ہر پچھلے طبقہ میں سے سیکھ لیں گے، جس سے گمراہوں کی تحریف کو دور کریں اور باطل مذہبوں کو اور جاہلوں کی تردید کر دیں۔[1]

وهو معني قوله ﷺ: «لا يزال طائفة من أمتي قوامة على أمر الله».

(ترجمہ: ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے مستقیم اللہ کے حکم پر۔)[2]

پس ان براہین قاطعہ و اصول مسلمہ عند اہل السنۃ والجماعت سے واضح ہوا کہ جو مسئلہ بتوارث سلف صحابہ و تابعینؒ سے ثابت ہو (وفاقًا كما في العقائد أو خلافًا كما في الأحكام والأعمال) اس کے خلاف آیات کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک معتبر نہیں۔

ماتوارث کے خلاف تفسیر و شرح کرنا، نئے فرقے نکالنے والوں کا مسلک ہے، اور ان طوائف (فرقوں) نے باب عقائد و باب اخبار غیبیہ کو بلکہ باب احکام و اعمال کو بھی فلسفہ اور معقولات کے موافق ڈھالنے کی کوشش کی، اور دین اسلام

---

(۱)۔ تخریج کے لئے صفحہ نمبر ۱۰۱ ملاحظہ ہو۔

(۲)۔ تخریج کے لئے صفحہ نمبر ۱۰۰ ملاحظہ ہو۔

کی ماہیئت کو بدلنا چاہا ہے۔

مسلک باطنیہ وصالحیہ وبہائیہ وغیرہم (۱) انہی من گھڑت اصول سے بنائے گئے ہیں، مگر حق اسی فرقے کے پاس ہے جو لقولہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک): «ما أنا عليه وأصحابي» (کی وجہ سے) بزرگان سلف کے توارث کا پابند ہے، یہی طائفہ ہے جس سے دین اللہ کی حفاظت ہو رہی ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾ [الحجر: ۹].

(ترجمہ: یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

جو مسائل متوارثہ عن السلف اصحاب سنت کی کتب تفسیر واحادیث واحکام میں قرونِ سابقہ سے مدون ہوتے چلے آئے ہیں شریعت اسلام انہی کا نام ہے۔ شریعت میں انہی مسائل کے التزام پر تفسیر وشرح بیان کی گئی ہے۔

البتہ جو تفسیر کتاب اللہ یا احادیث کے مسائل متوارثہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ توارث اس سے ساکت ہے، کتفاسیر الصوفیۃ وشروحہم للاحادیث (جیسے صوفیاء کی تفاسیر اور شروح حدیث) کہ اسرار القرآن ہے، اور ان اسرار کی

(۱)۔ یہ وہ فرقے ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کے لباس میں شریعت کی بیخ کنی اور اسے نقصان پہنچانے میں مصروف عمل رہے۔ (**ان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: التبصیر في الدین و تمیز الفرقۃ الناجیۃ** (۱/۱۴۰)۔ الفرق بین الفرق (ص ۲۸۶)۔ الانتصار في الرد علی المعتزلۃ (۳/۷۴۱)۔ قاصم الباطنیہ۔ فضائح الاباحیۃ۔ الاعتقاد الخالص لابن العطار (۱/۳۷۵)۔ التمسک بالسنن والتحذیر من البدع للذهبي (۱/۱۲۵)۔ الملل والنحل (۱/۱۶۱)۔ مقالات حکیم الامت، الحجۃ الانتہائیہ علی المحجۃ البھائیہ (۴/۲۳۶)۔ البھائیہ از علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ بہائیت اور اس کے متعلقات از ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر۔ تاریخ دعوت وعزیمت (۱/۱۲۷))

نسبت «إن للقرآن ظهرًا وبطنًا»،[1] و«أوتيت جوامع الكلم» وارد ہے۔[2]
پس وہ تفاسیر و شروح علی مسلک الصوفیہ (صوفیاء کے مسلک کے مطابق) ہیں، ان اسرار کو شریعت سے بحث نہیں ہے، ان کا تعلق رہبانیت سے ہے

﴿وَرَهۡبَانِيَّةً ٱبۡتَدَعُوهَا مَا كَتَبۡنَٰهَا عَلَيۡهِمۡ﴾ [الحديد: ٢٧].

(اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے وہ انہوں نے خود ایجاد کرلی تھی، ہم نے اس کو ان کے ذمے واجب نہیں کیا تھا۔)

احکام شرعیہ ان اسرار پر مرتب نہیں ہوئے۔

اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق کتب عقائد السنۃ میں سلف نے بہ شرح وبسط کر دی ہے۔

.... **** ....

(۱) - صحيح ابن حبان رقم (٧٥). مسند البزار رقم (٢٠٨١). مسند أبي يعلى رقم (١٣٠٩) شرح مشكل الآثار للطحاوي (٤/ ١٨٢). ولفظه: «أُنزِلَ القرآنُ على سبعةِ أحرُفِ لِكُلِّ آيَةٍ منها ظهرٌ وبطنٌ ونَهَى أنْ يَسْتَلْقِيَ الرجلُ أحسِبُهُ قال في المسجدِ ويضعَ إحدى رجلَيْهِ على الأخرَى».

(۲) - مسند أحمد رقم (٧٣٩٧). شعب الإيمان للبيهقي رقم (١٣٦٦). مصنف ابن أبي شيبة رقم (٩٧). سنن سعيد بن منصور رقم (٢٨٦٢). مسند البزار رقم (٨٦٧٤). مسند السراج رقم (٤٩٢).

باب چہارم:

التقریر المجمل والقول الفیصل فی بحث التوارث

(بحثِ توارث۔۔۔۔اہم مباحث و نتائج)

بحث عقائد میں دو مذہب باہم متضاد ہیں:

(۱) ایک آسمانی شریعتیں (۲) اور دوسرے مذاہب **دہریت۔**

(دہری مذاہب)

(دہریتِ متناسخہ)

طوائف دہریت سے ایک طائفہ تناسخ کا قائل ہے کہ بعد موت کے روح باقی رہتی ہے، اور پھر دوسرے بدن سے متعلق ہوتی ہے، اور اس تعلق کا منتظم یا غیر منتظم سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، اور ہمیشہ جاری رہے گا۔[1]

(حکمائے طبعیین)

دوسرا فرقہ دہریین کا حکمائے طبعین (**یا مادہ پرست**) ہے جن کے عقائد محسوسات و مشاہدات سے باہر نہیں ہیں۔ یہ فرقہ تناسخ کا قائل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ جس طرح بدن کی ترکیب کا موت کے بعد اعادہ ثابت نہیں، کسی برہان قاطع حیات وحدسیات (ظاہری یا عقلی قطعی دلیل) سے ثابت نہیں ہے کہ موت

(۱) - الفصل في الملل والأهواء والنحل للقرطبی (۱/ ۷۷). التبصير في أصول الدين (۱/ ۱۳٦). معالم أصول الدين (ص۳۲۱). الروح في الكلام (۱/ ۱۱٤).

کے بعد روح باقی رہتی ہے، اسی طرح مرنے کے بعد اس بدن کی روح کا کسی دوسرے بدن سے متعلق ہونا کسی برہان سے ثابت نہیں۔ یہ اصحاب طبیعت کا استدلال ہے، اور یہ دہریین کے مذہب ہیں۔[۱]

(ملت اسلامیہ)

أما عقائد الشرعیه امت اسلام یعنی ملت محمدیہ ﷺ کے نام لیوا قوم کے عقائد دو اصول، و دو مسلک پر ہیں۔

(مسلک سلف صالحین)

اول سلف صالحین کا مسلک ہے، وهم الصحابة والتابعون لهم بإحسان رضي الله عنهم ورضو عنه (یہ صحابہ اور تابعینؒ رضي الله عنهم ورضو عنه ہیں)، اس مسلک کی اصل وبناء ﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ [البقرة: ۳] (ترجمہ: جو غیب پر ایمان لاتے ہیں) ہے، جو صرف تصدیق نبوت پر مبنی ہے، **توارث** کی بنیاد یہی مسلک ہے۔

(مسلک طبقہ مذمومہ یعنی معتزلہ و مجسمہ وغیرہ)

دوسرا اہل طبقات مذمومہ کا مسلک ہے، اصحابِ اعتزال، و تجسم و جهم واخوانہم (ان جیسے دوسرے فرقے)[۲]، یہ طبقات (فرقے) منکرین **توارث** ہیں، اور یہی انکار انہیں فرقہ اہل سنت سے ممتاز اور جدا کرتا ہے، جس طرح حکمائے

---

(۱). التوحيد للماتريدى (۱/ ۱٤۱). تمهيد الأوائل (ص۱۳۰). المغني للمتولي (ص۲۱). التبصير في الدين (۱/ ۷۷). نهاية الاقدام في علم الكلام للشهرستاني (۱/ ۷٤). درء تعارض العقل والنقل (۲/ ۱٤۸).

(۲)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) الملل والنحل لابی الفتح الشہرستانی (۲) الفرق بین الفرق۔

فلسفہ و شرائع ناموسیہ (سماوی ادیان) میں حد فاصل عالمِ غیب ہے، کما سبق فی صدر التحریر تفصیلہ (جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے)، اسی طرح اصحاب سنت و اصحاب اعتزال وغیرہ کے مابین بھی حد فاصل **عالمِ غیب** ہے کیونکہ اسی کو ماننے کے بعد عالم غیب کے اخبار واحکام کو بلاچوں وچرا تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اس تحریر کا موضوع اور اس میں بحث یہ کہ **ماتوارث عن السلف** (متوارث معانی) حجتِ شرعیہ ہے، وهو الحد الفاصل في الإسلام بين الحق والباطل (اور یہی حق وباطل کے درمیان حد فاصل ہے)، چونکہ طبقات مذمومہ کے عقائد وعلوم نے فلسفہ اور مادہ پرستی کے زیر سایہ تربیت پائی تھی اس لیے مسلمانوں کے یہ جدید فرقے انہی مادہ پرستوں کے چیلے بن کر اخبار غیبیہ شریعت کو وقتًا فوقتًا اپنی عقل اور تجربے کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں، اور آیات و احادیث میں ماتوارث عن السلف (متوارث معانی) کے خلاف عقلی تحریف وتاویل کرتے رہے ہیں۔

﴿فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ قَوْلًا غَيْرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمْ﴾ [البقرة: ۵۹].

(ترجمہ: مگر ہوا یہ کہ جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر ایک اور بات بنالی۔)

(مسلک اہل سنت)

اہل سنت والجماعۃ نے ان ہر دو مسالک مذکورہ سے بنظر حق طلبی مسلک اول صالحین سلف کو اپنے لیے اختیار کیا ہے کہ نصوص شارع کے جو معانی بتوارث ثابت ہیں اور مرتبہ ایمان بالغیب میں ہیں کتاب اللہ سے اسی کی تقلید کا حکم ہے، ان معانی کے خلاف تاویلات و تمثیلات حسب اقتضائے دلائل حسیہ قطعًا مذموم اور ایمان بالغیب کے منکرین کا خاصہ ہے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَٰٓئِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً

لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ لِيَسۡتَيۡقِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ وَيَزۡدَادَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِيمَٰنًا وَلَا يَرۡتَابَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَلِيَقُولَ ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلۡكَٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًاۚ﴾ [المدثر: ۳۱].

ترجمہ: اور ہم نے دوزخ کے یہ کارندے کوئی اور نہیں، فرشتے مقرر کئے ہیں۔ اور ان کی جو تعداد مقرر کی ہے وہ صرف اس لئے کہ اس کے ذریعے کافروں کی آزمائش ہو تاکہ اہل کتاب کو یقین آجائے اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو اور اہل کتاب اور مومن لوگ کسی شک میں نہ پڑیں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو لوگ کافر ہیں، وہ یہ کہیں کہ بھلا اس عجیب سی بات سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے ، گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ، ہدایت دیتا ہے اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ ساری بات تو نوعِ بشر کے لئے ایک یاد دہانی کرانے والی نصیحت ہے اور بس!۔

ماہرینِ تاریخ اسلام پر روشن ہے کہ "بدأ الإسلام" کا منظر (جو تقریر طویل میں سابق بیان ہوا) اس امر کا عینی شاہد ہے کہ صرف شارع ﷺ کی وہی تعلیم جو بزرگان سلف کے ذریعے متوارث ہوئی، اصل اسلام کا راستہ ہے، اور امت اسلام پر اسی تعلیم کی تقلید فرض کی گئی ہے۔

.... **** ....

بیانہ

(غیبی امور اور مختلف فرقے)

چوتھے طبقے کی فرقہ بندی دو اصول پر مبنی ہے۔ اول عالم غیب کے معاملے میں براہین حسیہ کو دستور العمل قرار دینا۔ یا (دوم) الفاظ نصوص کے ظاہری معنیٰ پر انحصار کرنا۔ لیکن سلف ممدوح کا مسلک ایمانیات کے باب میں ان ہر دو اصول سے جداگانہ اور بے واسطہ تھا کہ ایمانیات جن کا ادراک بالحس والحدس ناممکن ہے امور غیبیہ سے متعلق ہیں، ان کا ثبوت براہین قاطعہ حسیہ سے نہیں ہو سکتا۔

(۱) ذات سبحانہ وتعالیٰ موصوف بصفات کلام:

﴿وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمًا﴾ [النساء: ١٦٤].

(ترجمہ: اور موسیٰ سے تو اللہ براہِ راست ہم کلام ہوا۔)

(۲) وسمع

(۳) وبصر ﴿وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ [الشورى: ١١].

(ترجمہ: اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔)

(۴) رؤیتِ سبحانہ ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٞ﴾ [القيامة: ٢٣].

(ترجمہ: اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔)

(۵) وجود ملائکہ

(۶) وجود شیاطین

(۷) **وحی اللہ الی البشر** بتوسط ملائکہ (**یعنی نبوت**) **یعنی الہام ووجدانیات** کسبیہ جو **مافوق فطرت بشریہ** ہے،

(۸) عالم برزخ میں **بقائے روح** بعد الموت الی یوم القیامۃ

(۹) **اشراط** الساعۃ (فقد جاء اشراطها) یعنی آثارِ قیامت جیسے **خروج یاجوج و ماجوج** اور صور کا پھونکا جانا۔

﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ﴾ [الكهف: ۹۹].

ترجمہ: اور اس دن ہم ان کی یہ حالت کردیں گے کہ وہ موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرارہے ہوں گے، اور صور پھونکا جائے گا، تو ہم سب کو ایک ساتھ جمع کرلیں گے۔

(۱۰) دابۃ الارض اور اس کا بولنا:

﴿تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ ٱلنَّاسَ كَانُوا۟ بِـَٔايَـٰتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ [النمل: ۸۲].

ترجمہ: تو ہم ان کے لئے زمیں ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

(۱۱) **نظام فلکیات کا درہم برہم (ہونا) جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا اور** ستاروں کا ماند پڑ جانا:

﴿فَإِذَا ٱلنُّجُومُ طُمِسَتْ﴾ [المرسلات: ۸].

(چنانچہ (وہ واقعہ اس وقت ہو گا) جب ستارے بجھادیئے جائیں گے۔)

(۱۲) **احوال قیامت** یعنی اعادہ روح بالجسد، حساب اعمال، اعمال کی شہادت (گواہی) میں خود ہاتھ اور پاؤں کا بولنا:

﴿وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ﴾ [يس: ٦٥].

(ترجمہ: اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔)

کہ یہ کلام حسبِ نطق دنیاوی ہو گا:

﴿أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ﴾ [فصلت: ٢١].

(ترجمہ: وہ (کھالیں) کہیں گی کہ: ہمیں اسی ذات نے بولنے کی طاقت دے دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی۔)

نامۂ اعمال کا اعلان:

﴿فَمَنْ أُوتِىَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ﴾ [الإسراء: ٧١].

(ترجمہ: تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔)

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِىَ كِتَٰبَهُۥ بِشِمَالِهِۦ﴾ [الحاقة: ٢٥].

(ترجمہ: اور رہا وہ شخص کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا)

(یہ سب اور) احوالِ نعیم جنت وعذاب جہنم (جنت کی نعمتوں کے احوال وتفاصیل اور عذابِ جہنم کے احوال وغیرہ) ان امور کا ادراک براہین حسیہ و حدسیہ (حسی و عقلی دلائل) سے ناممکن ہے، بلکہ ان کے محال ہونے پر براہین حسیات و تجربیات (حسی و تجرباتی دلائل) قائم ہیں۔ ان اخبار غیبیہ کے معاملے میں علوم حسیات وحدسیات ریاضیات و فلسفیات نہیں چل سکتے۔ ان غیبی امور میں **اجتہاد** ورائے وقیاس کا کچھ دخل نہیں ہے۔[1]

انہی امور کی تعلیم کے واسطے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے۔ انبیاء علیہم

(۱)۔انتباہات مفیدۃ (ص ۸)۔ درء تعارض العقل والنقل (۱/ ۹۵)۔

السلام کے اخبار سے امت کو ان امور کا علم ہوا ہے، ورنہ امور حسیہ و حدسیہ و علوم ریاضیات و فلسفیات (سائنس) کا علم بغیر بعثت انبیاء علیہم السلام حاصل ہے، ان علوم کی تحصیل کے لیے انسانی تجربات اور عقل کی رہبری کافی ہے۔ اگرچہ کتاب اللہ یا سنت میں امور حسیہ ضمناً مذکور ہیں:

﴿لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ﴾ [الأنعام: ۱۰۳].

(ترجمہ: اسے (اللہ تعالی) نظر نہیں پا سکتی ہیں۔)

﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأۡتِي بِٱلشَّمۡسِ مِنَ ٱلۡمَشۡرِقِ﴾ [البقرة: ۲۵۸].

(ترجمہ: (ابراہیم نے کہا) اچھا! اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم ذرا اسے مغرب سے تو نکال کر لاؤ۔)

﴿إِنَّكَ مَيِّتٞ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ [الزمر: ۳۰].

(ترجمہ: (اے پیغمبر!) موت تمہیں بھی آنی ہے اور موت انہیں بھی آنی ہے۔)

﴿وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ﴾ [البقرة: ۲۲] وغیر ذلک

(ترجمہ: اور اس نے آسمان نے پانی اتارا۔)

مگر ایمانیات میں یہ امور داخل (شامل) نہیں ہیں، کہ (کیونکہ) ان اشیاء کا علم خبر نبوت کے بغیر حاصل ہے بلکہ ایمانیات وہ اخبار غیبیہ ہیں جو ادراک عقول سے بالاتر ہیں مثلاً رؤیت سبحانہ وتعالیٰ فی الجنۃ، کلامہ سبحانہ، سمعہ، بصرہ (جنت میں اللہ رب العزت کا دیدار، کلامِ الٰہی، سننا، دیکھنا)، بقائے روح بعد الموت (مرنے کے بعد بھی روح کا زندہ رہنا)، موت کے بعد زندہ ہونا، طلوع الشمس من المغرب (سورج کا مغرب سے طلوع ہونا)، تکلم الایدی والارجل (ہاتھوں اور قدموں کا باتیں کرنا) وغیر ذلک (وغیرہ) جملہ الایمانیات، پس اخبارِ حسیہ و اخبار غیبیہ میں معارضہ نہیں ہے۔

مسئلہ افعال عباد اسی قبیل سے ہے کہ بداہتہً تو ثابت ہے کہ عباد اللہ کو اپنے افعال میں اختیار حاصل ہے لیکن ان افعال کا مشیت الٰہی کے تحت میں صادر ہونا غیبی امر ہے، اور خبر نبوت سے ثابت ہے، اور اس طرح غیبی اور حسی امور میں کوئی تعارض واقع نہیں ہوا، لیکن اہل سنت نے باب ایمانیات میں اس عدم تعارض کے باوجود امور حسیات کو نظر انداز کیا ہے (کیونکہ) امتِ اسلام ایمان بالحسیات کے ساتھ نہیں (بلکہ) ایمان بالغیب کے ساتھ مامور ہے نص قاطع (یقینی دلیل) ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ [البقرة: ٣].

(ترجمہ: وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔)

(غیبی امور کا ضابطہ)

❖ ایضًا اخبار غیبیہ اس قاعدہ کلیہ کے تحت میں ہیں کہ:

«ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر».

(یعنی وہ امور جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے (ان کے متعلق) سنا، اور نہ کسی کے دل و دماغ میں ان کا خیال گذرا)۔

یعنی وہ امور جو عقل اور تجربے سے دریافت کیے گئے ہوں عقلی و تجربی علوم کا عالم (جہاں) بالکل دوسرا ہے، پس اگر ایمانیات اخبار غیبیہ میں عقلی یا تجربی علوم کی تاویل کی راہ اختیار کی جائے تو اخبار غیبیہ غیب کی حد سے خارج ہو کر دائرہ حسیات و عقلیات کے اندر داخل ہوں گے، اور ان کی اصلی نوعیت ہی متغیر اور باطل ہو جائے گی۔

❖ ایضًا اگر اخبارِ غیبیہ پر ایمان لانا بشرط شہادت حسیات و عقلیات (عقلی و حسی گواہی پر) مشروط ہے تو مادہ پرستوں کا مذہب ضرور سچا ہے، اس لیے کہ کوئی

خبر ایمانی حسیات و عقلیات سے ثابت نہیں ہے، نہ ذات سبحانہ الموصوف بالصفات، نہ بقائے روح بعد الموت (اور روح کا وجود ثابت نہ ہونے سے قیامت تو کیا تناسخ کی بنیاد بھی غائب ہو جاتی ہے) نہ اشراط الساعۃ کوئی چیز ہے، نہ نفخ صور، نہ حشر و نشر رہتا ہے، نہ دوزخ نہ جنت، نہ محاسبات اعمال، (کیونکہ) براہین حسیہ و عقلیہ سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ فلم یبق إلا الطبعیات (یعنی **مادہ پرستی** کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا) کیونکہ تجرباتی اور عقلی دلائل سے اگر (کچھ) ثابت ہے تو صرف مادہ کے مقتضٰی و آثار ثابت ہیں۔

لیکن حس و عقل کی انتہاء عالم شہادت ہے اور بس۔ ایمانیات، اخبار غیبیہ (غیبی امور) عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں، عالم غیب عالم شہادت کا سربستہ راز ہے، بصیرت و بصارت کی رسائی منازل غیب تک ممکن نہیں ہے، مسائل ریاضیات و فلسفیات (سائنس) حواس و عقل کی بلند پردازی ہیں، انسان کے قصور علمی کی یہ دلیل کافی ہے کہ اپنے نفس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے، اصحاب فلسفہ کا مسلمہ (اصول) ہے کہ حقائق وماہیات الاشیاء کا ادراک محال ہے، یہ تسلیم کرنے کے بعد **عالم غیب** کے مسائل کو حکمت فلاسفہ سے حل کرنا محض بے سود اور بیہودہ بات ہے۔

❖ جن اخبارِ غیبیہ کی تصدیق و ایمان پر امت اسلام مامور ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ [البقرة: ٣].

(ترجمہ: وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔)

یہ محض نبوت کی خبر سے دریافت ہو سکتی ہے، نہ کہ ریاضیات و فلسفیات سے مثلاً جسم سے جدا ہونے کے بعد روح کا باقی رہنا اور پھر قیامت کے دن اس کا جسم سے متعلق ہونا، کسی سائنس سے ثابت نہیں ہو سکتا، حالانکہ یہ **ایمانیات** کے

بہت معمولی مسائل میں ہے، پس صفات الباری عز اسمہ و اشراط ساعۃ (علامات قیامت) و قیامت کا ادراک ان علوم سائنس سے دریافت ہونا کجا (دور کی بات ہے)، امور غیبیہ:

﴿عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا ۝٢٦ إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٖ فَإِنَّهُۥ يَسۡلُكُ﴾ [الجن: ٢٦-٢٧].

(ترجمہ: وہی سارے بھید جاننے والا ہے چنانچہ وہ اپنے بھید پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے کسی پیغمبر کے جسے اس نے (اس کام کے لئے) پسند فرمالیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے کچھ محافظ لگا دیتا ہے۔)

الآیہ ﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجۡتَبِي مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُۖ﴾ [آل عمران: ١٧٩].

(ترجمہ: اور وہ ایسا بھی نہیں کر سکتا کہ تم کو (براہ راست) غیب کی باتیں بتادے۔ ہاں! وہ (جتنا بتانا مناسب سمجھتا ہے اس کے لئے) اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔)

پس حسیات و عقلیات و علوم فلاسفہ سے وحی نبوت کے توسط کے بغیر اخبار غیبیہ پر اطلاع قطعًا ناممکن ہے۔

طائفہ مادہ پرست نے ان وجوہ سے نئے فرقوں کے اصول حسیات و عقلیات کو اخبار غیبیہ کے باب میں نظر انداز رکھا ہے، اسی طرح ان فرقوں کے عقائد اور تاویلات کو مسترد کر دیا ہے جو قرآن و حدیث کے الفاظ کے ظاہری معنیٰ سے استدلال کرتے ہیں، اور بزرگان سلف کے خلاف اپنا جداگانہ مسلک رکھتے ہیں۔(۱)

(۱) - الملل والنحل (١/ ٧٤). المواقف (٢/ ٤٢٠). شرح المقاصد في علم الكلام (٢/ ٢١٠). إبكار الأفكار في أصول الدين (٢/ ٢٦١).

بیانہ ایضًا

(تفرقہ بازی کی بنیاد)

فرقہ بندی کی تاریخ سے تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ دوسری صدی سے اختلاف شروع ہوا ہے[1] سلف صالحین کے عقائد خلاف وشقاق (تفرقہ بازی) سے پاک تھے اور جو اصحاب فلسفہ کے ساتھ متفق العقائد ہو گئے تھے انہی طوائف (فرقوں) نے بحکم:

﴿ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا﴾ [الأنعام: ٦٨].

ترجمہ: اور (جب تم ان لوگوں کو دیکھو) جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں (تو ان سے اس وقت تک کے لئے الگ ہو جاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔)

آیات میں قیاس دوڑانا شروع کیا، اور معنٰی متوارثہ کے خلاف الفاظ کے ظاہری معنٰی کو اپنی دلیل قرار دیا۔ مثلًا

(ظاہری معانی ومفاہیم اور مختلف فرقے)

(۱)(صفاتِ باری تعالی)

صفات باری کے منکرین (فلاسفہ میں ملاحدہ، قرامطہ اور لاادریہ وغیرہ اور دیگر میں فرقہ جہمیہ اس میں نمایاں ہے) کا استدلال (ہے) کہ کتاب اللہ میں جابجا

(۱)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۱) الفرق بین الفرق۔ (۲) الملل والنحل (۳) الابانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیۃ۔

امور فطرت وحسیات، نزول ماء (بارش ہونا)، حدوث نباتات (نباتات وغیرہ اگنا) وغیر ذلک بیان کیے گئے ہیں، اور اسلام کو **دین فطرت** کہا گیا ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ﴾ [الروم: ٣٠] الآية.

ترجمہ: لہذا تم یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف قائم رکھو۔ اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔

ان آیات اور دلائل فطرت یعنی نظام فلکیات و عنصریات سے بلا شرکت احدے صرف توحد ذات (ذاتِ باری کا یکتا ہونا) ثابت ہے، اور وہ ذات علۃ العلل ہے، اس ذات کے لیے صفات مثل کلام، سمع، بصر وغیرہ کا ثبوت بدلالت عقل محال ہے، کتاب اللہ میں جو الفاظ صفات وارد ہیں (وہ محض) استعارات و تشبیہات وغیر ہیں۔[1]

(۲) (وجودِ قیامت)

طائفہ منکرین قیامت (مادہ پرست اور دہریت پسند وغیرہ) نے آیات:

﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ [الأعراف: ٢٩].

(ترجمہ: جس طرح اس نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہوگے۔)

﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ۚ﴾ [الأنبياء: ١٠٤].

(ترجمہ: جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم اسے

---

(۱)۔ شرح العقائد النسفیہ (ص ۴۵)۔ حجۃ الاسلام (ص ۱۰۰)۔ ھو اقف الطوائف من توحید الاسماء والصفات از محمد بن خلیفہ التمیمی (ص: ۷۵)۔ صفات متشابہات از استاد محترم ڈاکٹر عبد الواحد صاحبؒ (ص ۱۶۵)۔

دوبارہ پیدا کردیں گے۔)

وغیرہما کو تناسخ پر محمول کیا کہ آیت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان کی تناسل ابتدائے آفرینش طین (مٹی) سے ہے۔

﴿وَبَدَأَ خَلْقَ ٱلْإِنسَٰنِ مِن طِينٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُۥ مِن سُلَٰلَةٍ مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ﴾ [السجدة: ٧-٨].

(ترجمہ: اور انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک نچوڑے ہوئے حقیر پانی سے چلائی۔)

یہی حسًا ثابت ہے، اسی سلسلہ کو برؤیت منسوب فرمایا ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا۟ كَيْفَ يُبْدِئُ ٱللَّهُ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥٓ﴾ [العنكبوت: ١٩].

(ترجمہ: بھلا کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح مخلوق کو شروع میں پیدا کرتا ہے؟ پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا، یہ کام تو اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔)

اسی سلسلہ میں اعادہ خلق (مخلوق کا دوبارہ احیاء) ہوتا ہے، اور یہی قیامت ہے:

«من مات فقد قامت قيامته» (١).

(ترجمہ: جو مر گیا اس کی قیامت برپا ہو گئی۔)

باقی آیات احوال قیامت کو کہ وہ دلائل عقلیہ سے ثابت نہیں استعارات پر حمل کیا ہے۔

اسی طرح منکرینِ قیامت (مادہ پرست اور دہریت پسند وغیرہ) کو اشراط

---

(١). الفردوس بماثور الخطاب للديلمي رقم (١١١٧) . حلية الأولياء لأبي نعيم (٦/ ٢٦٨). تخريج أحاديث الكشاف للذيلعي (١/ ٤٣٦) . تخريج إحياء العلوم للعراقي (٣/ ٣٨٩) . المقاصد الحسنة للسخاوي (١/ ٦٧٠) . كشف الخفاء للعجلوني (٢/ ٣٣٥).

الساعۃ(علاماتِ قیامت) کے انکار پر مجبور ہونا پڑا، یاجوج وماجوج، خروج دابۃ الارض، نفخ صور وغیرہ میں تاویلات کی کہ ان کے معانی متوارثہ غیر معقول ہیں، علیٰ ہذا دوزخ، جنت، محاسبہ اعمال، شہادت و تکلم دست و پا(ہاتھ اور قدموں کا باتیں کرنا) وغیرہ کو بھی قانون عقلی کے خلاف دیکھ کر تسلیم نہیں کیا۔ وجود ملائکہ، نبوت بتوسط وحی جبرائیلی کا بھی انکار کیا کہ وحی نبوت اور الہام محض خطرات قلبی(اندرونی تاثرات) کے نام ہیں جیسا کہ:

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحْلِ﴾ [النحل: ٦٨].

ترجمہ: اور تمہارے پرودگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی(کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں ،ان میں اپنے گھر بنا۔)

سے ثابت ہے،وجود ملائکہ،وحی جبرائیل دلائل قطعیہ عقلیہ سے ثابت نہیں۔

(۳)(ختم نبوت)

اس لیے ان فرقوں نے مسئلہ متوارثہ ختم نبوت کا بھی انکار کیا کہ کتاب اللہ کے مفہوم

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ ٱللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًاۚ﴾ [غافر: ٣٤].

(ترجمہ: پھر جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہا کہ ان کے بعد اللہ اب کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔اسی طرح اللہ ان تمام لوگوں کو گمراہی میں ڈالے رکھتا ہے جو حد سے گذرے ہوئے، شکی ہوتے ہیں۔)

سے ختم نبوت کے خلاف معنیٰ نکلتے ہیں۔[۱]

---

(۱) - المنهاج في شعب الإيمان للجرجاني (٢/ ٨٣). الاقتصاد في الاعتقاد (١/ ١٣٧). لمعة الاعتقاد لابن قدامة (١/ ٣٥). شرح العقائد النسفية (ص١٤١) حجة الإسلام (ص١٤٩).

(۴) (صفاتِ متشابہ اور ذاتِ باری تعالی)

ایک فرقہ (مجسمہ) نے اس جانب غلو کیا ہے کہ ذات سبحانہ عز شانہ مجسم ہے، مفاہیم کتاب اللہ:

﴿يَدُ ٱللَّهِ﴾ [الفتح: ١٠]. (اللہ کا ہاتھ)

﴿إِلَّا وَجْهَهُۥ﴾ [القصص: ٨٨]. (مگر اس کا چہرا)

﴿وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ﴾ [النساء: ١٦٤]. (اللہ موسیٰ سے (براہِ راست) ہم کلام ہوا)

﴿قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ﴾ [المجادلة: ١]. (یقینا اللہ نے سُن لیا)

وغیرہ دلیل تجسم (جسم ہونے کی دلیل) ہے، نص کتاب اللہ:

﴿إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ﴾ [الزخرف: ١٣] محاورہ عرب کا مصدق ہے۔

﴿لِتَسْتَوُۥا۟ عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ﴾ [الزخرف: ١٣].

ترجمہ: تا کہ تم ان کی پشت پر چڑہو، پھر جب ان پر چڑھ کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور یہ کہو کہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اس کو قابو میں لا سکتے۔

یہ تجسم کی صریح دلیل ہے۔(۱)

(۵) (مانعینِ نسخ)

ایک فرقہ شریعت محمدی سے پہلی شریعتوں کے منسوخ ہونے کا قائل نہیں کہ مفہوم کتاب اللہ:

---

(۱) - تمهيد الأوائل في تلخيص الدلائل (١/ ٢٢٠) - معالم أصول الدين (١/ ٨١). العواصم والقواصم (٤/ ١٩٣). الملل والنحل (١/ ١٠٧). لوامع الأنوار البهية (١/ ١٩٨).

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ﴾ [البقرة: ٦٢]. الآیہ

(ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔)

عدم نسخ کی صریح دلیل ہے، آیت

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ﴾ [البقرة: ٢٨٥].

(ترجمہ: (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں))

اسی کی تصدیق ہے، کتب سابقہ کے لیے قرآن مجید کا مصداق ہونا ان کی منسوخیت کے خلاف ہے، کہ جملہ ادیان سماویہ دین اسلام ہے ملتِ محمدی میں اہل کتاب سے ازدواج جائز ہے:

﴿سَمَّىٰكُمُ ٱلۡمُسۡلِمِينَ مِن قَبۡلُ وَفِي هَٰذَا﴾ [الحج: ٧٨]

(ترجمہ: اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی)

فلا نسخ، (لہذا سابقہ شریعتیں منسوخ نہیں ہیں) اور آیات کا کوئی ناسخ کتاب اللہ میں وارد نہیں۔

(٦) ایک فرقہ منسوخیت ملتِ محمدیہ کا قائل ہے کیونکہ کتاب اللہ میں عدم منسوخیت کا وعدہ نہیں ہے۔

(٧) ایک فرقہ قائل ہے کہ صاحب نبوت سے (وحی کی اشاعت میں) فی تبلیغ الوحی سہو و مغالطہ ممکن ہے اور: «ما أنا إلا بشر مثلكم» (نہیں ہوں میں مگر بشر اور آدمی مثل تمہارے) کو اپنی دلیل بناتا ہے۔

(٨) ایک فرقہ مفہومات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مغالطات کا قائل

ہے کہ وہ بھی بشر تھے۔

(۹) ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ توحید و تصدیق نبوت کے بعد ہر قسم کے گناہ مبدل بحسنات ہوتے ہیں، کہ یہی مدلول کتاب ہے:

﴿فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمۡ حَسَنَٰتٍۗ﴾ [الفرقان: ۷۰].

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

البتہ تقویٰ اور گناہوں سے بچنا رفع درجات کا سبب ہے۔

الفاظ القرآن سے فرقہ ہائے باطنیہ، قرامطہ، صالحیہ وغیرہما(۱) نے جو مفہومات الحاد (من گھڑت معانی) مستفاد کیے ہیں (یہ) اس ثمر توحید باطنی آلائش کا وہ جداگانہ ایک آلائش ہے، جس میں صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ کی پابندیاں ہیں، اس اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(نو پید فرقوں کے مغالطے)

الغرض: طوائف حادثہ (نو پید فرقوں) کے یہ دو اصول تھے:

(۱) دلالت حسیات وعقلیات (۲) اور مفہومات الفاظ نصوص

ظاہر ہے چونکہ ان گمراہ کن اصول کو معیار ہدایت قرار دیا گیا۔ (اس لئے) انہی دو اصول کی وجہ سے شیرازہ اسلام منتشر ہوا ہے۔

دریائے اختلاف کے تلاطم کا منظر دیکھتے ہوئے (جس کی موجزنی کی ابتداء

---

(۱)۔ ان باطل فرقوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: التبصير في الدين و تمييز الفرقة الناجية (۱/ ۱٤٠). الفرق بين الفرق (ص۲۸٦). الانتصار في الرد على المعتزلة (۳/ ۷٤۱). قاصم الباطنية فضائح الإباحية للغزالي. الاعتقاد الخالص لابن العطار (۱/ ۳۷۵). التمسك بالسنن والتحذير من البدع للذهبي (۱/ ۱۲۵). الملل والنحل (۱/ ۱٦۱). تاريخ دعوت وعزيمت (۱/ ۱۲۷).

دوسری صدی سے ہوئی ہے اور آئندہ اس کی مواجی ناپیدا کنار ہے) ثابت ہے کہ ہر ایک طائفہ (فرقہ) صراط مستقیم پر نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایمان کا تضاد و تباین اور زمین و آسمان کے تفاوت کا اختلاف ہے۔

یہ ہر دو اصول معیار بنائے جانے کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں، حق پرستی کے لیے حق کے متلاشی کو نظر تامل درکار ہے اور صراط مستقیم کا صحیح معیار معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ بحر مواج کے ورطۂ اختلاف سے نجات حاصل ہو۔

باب ایمانیات مستنبط من کتاب اللہ (عقائد کتاب اللہ سے مستنبط) ہیں، اس لیے معیار ہدایت دریافت کرنے کے لیے رجوع الی کتاب اللہ لازم ہے، مصرعہ:

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

(ترجمہ: مصنف ہی اپنی تصنیف کو اچھی طرح بیان کر سکتا ہے۔)

اور کتاب اللہ سے ہر دو اصول کے خلاف ایک اصل ثالث (تیسرا اصول) ثابت ہے۔

.... **** ....

بیانہ

(کلام کے لفظی معانی یا مرادی مفاہیم۔۔۔؟؟)

قرآن حکیم کا قانون ہدایت عربی زبان میں ہے، اس کے ماننے والوں کو لغات و محاورات عربیہ سے مفر نہیں، لیکن لغات و محاورات عرب مشترک الاستعمال ہیں، بوجہ اجمال کے کلام عرب کئی کئی معنیٰ رکھتا ہے، اور بیان کا طالب (محتاج) ہوتا ہے، اس بیان سے متکلم کی اصلی مراد ظاہر ہوتی ہے، کتاب اللہ بھی سلیقہ عرب پر نازل ہوئی ہے، یہاں یہ امر ضرور غور طلب ہے کہ اس قانون کے مقنن (قانون ساز) نے محض الفاظ تعلیم فرما کر معانی کو آزاد کر دیا ہے، اور ہر مؤول کو تاویل میں آزادی عطا فرمائی، یا کسی قانون التعبیر والتفسیر کی تقلید کا پابند فرمایا ہے؟؟:

﴿يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُۚ﴾ [القصص: ٦٨].

(ترجمہ: اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔)

❖ تعلیم کتاب اللہ سے ضرور ثابت ہے کہ دینِ اسلام ما نطق بہ الرسول (جس کی رسول اللہ ﷺ نے تعلیم عطا کی) ہے، اور وحی الٰہی ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ٣-٤].

(ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔)

امتِ اسلام کو جو کچھ صاحبِ رسالت نے تعلیم فرمایا ہے وحی متلو ہے یا غیر متلو:

﴿يَتْلُواْ عَلَيْكُمْ ءَايَتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَبَ وَٱلْحِكْمَةَ﴾ [البقرة: ١٥١].

(ترجمہ: جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے)

وحی اللہ متلو و غیر متلو دونوں کی اطاعت واجب ہے، اور تعلیم نبوت اگرچہ غیر متلو ہے لیکن واجب الاطاعت اور اطاعت کتاب اللہ کے برابر ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ٨٠].

(ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ (جل جلالہ) کی اطاعت کی)۔

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى﴾ [آل عمران: ٣١].

(ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔)

❖ **بنصوص قاطعہ یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو محض الفاظ کتاب اللہ کی تعلیم الہی نہیں فرمائی گئی ہے، بلکہ معانی مراد بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں:**

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٧-١٩].

(ترجمہ: یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اسے (جبرئیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی

کرو پھر اس کی وضاحت (بیان و تفسیر) بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

❖ یہ امر بھی قطعیات سے ہے کہ صاحب رسالت علیہ التحیۃ نے یہ تعمیل حکم

﴿بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ﴾ [المائدة: ٦٧].

(ترجمہ: (اے رسول!) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔)

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ﴾ [النحل: ٤٤].

(ترجمہ: یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں۔)

کے مرادی معانی کی تبلیغ میں قصور (کمی) نہیں فرمائی ہے۔ پس امت کا فرض تقلید نبوت ہے اور اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں کی پیروی داخل ہے:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ﴾ [الأحزاب: ٢١]،

(ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یومِ آخرت سے امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو)۔

❖ اختلاف کی صورت میں کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع ضروری ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ٥٩].

(ترجمہ: پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے

کردو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔)

اور منازعات میں اور کتاب اللہ کے حقیقی معنیٰ قرار دینے میں رسالت کے خلاف فیصلہ کرنا یقیناً ضلالت ہے، اور تقلید رسول سے آزاد ہونے کے مترادف ہے۔

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [النساء: ١١٥] الآية.

(ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔)

﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ﴾ [النور: ٦٣] الآية.

ترجمہ: لہذا جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آپڑے، یا نہیں کوئی دردناک عذاب نہ آپکڑے۔

❖ **مثلا آیات:**

﴿لِكُلّٖ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةٗ وَمِنۡهَاجٗاۚ﴾ [المائدة: ٤٨].

(ترجمہ: تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔)

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ﴾ [البقرة: ٦٢].

(ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔)

الآیۃ وغیرہا کے مفاہیم سے ایک فرقہ نے سابقہ ملتوں کے منسوخ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، دوسرا فرقہ ان آیات سے قبل بعثت حضرت ختم المرسلین کا زمانہ مراد لیتا ہے، اس نزاع کے فیصلہ کے واسطے رجوع الی الرسول فرض ہے، اور قول رسول سے قبل بعثت کی تاویل کی تصدیق ہوتی ہے، پس اسی تاویل کی تقلید امت پر فرض ہے، یہی قانون التعبیر والاطلاق ہے، اور یہی مفسر کتاب اللہ ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٩].

(ترجمہ: پھر اس کی وضاحت (بیان و تفسیر) بھی ہماری ذمہ داری ہے۔)

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ﴾ [النساء: ٨٠].

(ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کرے۔)

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ﴾ [النساء: ١١٥].

(ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے)

سے یہی ثابت ہے کہ تقلید نبوت بعینہ تقلید اللہ ہے:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي﴾ [آل عمران: ٣١].

(ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔)

سبحانہ وتعالیٰ نے تقلید نبوت کو بعینہ تقلید اللہ قرار دیا ہے ورنہ (محض) «إن كنتم تحبون الله فاتبعوه» نازل ہوتا، اور «فاتبعوني» نہ ہوتا ہے۔ تقلید فرض ہونے کی صریح دلیل ارشاد «فاتبعوني» ہے، اور نبوت کے خلاف دلیل ضلالت ہے، پس ایجابی اور سلبی دونوں اعتبار سے تقلیدِ نبوت ثابت ہے۔ جبکہ نبوت صرف الفاظ قرآن کی تبلیغ میں محدود نہیں، بلکہ یہ (مندرجہ ذیل آیت کی) ذمہ داری سے محفوظ ہے۔

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٧].

(ترجمہ: یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔)

تو نبی ﷺ کی نسبت یہ سمجھنا کہ آپ ﷺ نے صرف الفاظ کی تعلیم دی اور مفہوم حقیقی کو بیان نہیں فرمایا: «یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض» (بعض احکام مانتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں) کے تحت داخل ہے۔ اور (پھر اس صورت میں آیت)

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٩].

(ترجمہ: پھر اس کی وضاحت (بیان و تفسیر) بھی ہماری ذمہ داری ہے۔)

کی ذمہ داری غیر صادق الوعد ہے (پھر یہ قرآنی وعدہ سچا نہ ٹھہرے گا)۔ نعوذ باللہ منہ۔

بفرض محال (اگر) صورت مفروضہ (مان لی جائے) کہ صاحبِ رسالت نے کتاب اللہ کے صرف الفاظ کی تبلیغ فرمائی ہے اور مرادی معانی عہدِ قرون ثلاثہ (جو عہد توارث ہے) کے بعد سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے ہیں تو اس کے معنٰی یہ ہیں کہ ارشاد الٰہی:

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ [المائدة: ٣].

(ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔)

عیاذاً باللہ صادق نہ ہوا، تبلیغ ناقص رہی اور تکمیل دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے، اور آئندہ بھی تکمیل حالت منتظرہ میں ہے، اور دین تکمیل طلب ہے۔

(وارثینِ کتاب اللہ اور متوارث مفاہیم)

وحی متلو و غیر متلو کی اول تبلیغ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوئی

ہے۔ یہ جماعت اول وارثین کتاب اللہ ہیں:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا ٱلْكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَيْنَا﴾ [فاطر: ٣٢].

ان کے ایمانیات مقبول و ممدوح فی الکتاب ہیں کہ یہ جماعت مؤید بروح القدس ہے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: ٢٢].

(ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے اور انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔)

﴿أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ [الأنفال: ٤].

(ترجمہ: وہ سب صحیح معنی میں مومن ہیں۔

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [الحجرات: ٣].

(ترجمہ: یہ وہ حضرات جن کے دلوں کی اللہ تعالیٰ آزمائش فرما چکا ہے۔)

اس جماعت کا ایمان کدین العجائز (عمر رسیدہ شخصیات کے دین کی طرح) حسیات و عقلیات کی تطبیق کے بغیر ایمان بالغیب کے تحت داخل ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِٱلْغَيْبِ﴾ [البقرة: ٣].

(ترجمہ: وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔)

کتاب اللہ میں ایسی جماعت کے ایمانیات کی اتباع و تقلید موجب رضائے الٰہی (بتلائی گئی) ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ﴾ [التوبة: ١٠٠].

(ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔)

یہ بھی قطعیات سے ہے کہ اس جماعت کے ایمانیات تعلیم نبوت سے بالا بالا درجۂ کمال و قبولیت کو نہیں پہنچے تھے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ (یہ) کتاب و بیان منزل و تعلیم نبوت کے نتائج تھے۔ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اس تکمیل کے بعد آنے والوں کی تعلیم و تلقین پر مامور ہوئے۔

﴿فَلَوۡلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرۡقَةٖ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٞ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوۡمَهُمۡ﴾ [التوبة: ١٢٢].

(ترجمہ: اور مسلمانوں کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں، لہذا ایسا نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے) نکلا کرے تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) اس کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔)

اور علمائے صحابہ کرام نے علمائے تابعینؒ کو جنہیں براہِ راست مشاہدہ نہیں ہوا۔ اس حکم کی تعمیل میں کتاب اللہ اور بیان کتاب اللہ جو تبلیغ نبوت سے حاصل کیا تھا تلقین فرمایا۔

(صحابہ کرام کے متوارث مفاہیم کی اتباع)

اور نقل کتاب اللہ میں جس طرح جماعت صحابہ کی صداقت اور عصمت

مسلم ہے، اسی طرح وہ بیان کتاب و تفسیر القرآن میں معصوم ہیں، اور بحکم ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم﴾ [التوبة: ۱۰۰] (ترجمہ: جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی) ان کی پیروی فرض ہے۔ اس لیے کہ بحث قطعیات ایمانیات میں ہے۔

(۱) اور جماعت مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کا **حزب اللہ** ہونا نصوص قاطعہ سے ثابت ہے۔ ان کے ایمانیات مؤید بروح القدس ہیں۔

(۲) انہیں مظہرِ نبوت سے علمِ کتاب و حکمتِ نبوت بلا واسطہ حاصل ہوا۔

(۳) اسی جماعت کی شان میں وارد ہے۔

﴿مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ﴾ [الفتح: ۲۹]

(ترجمہ: یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے)

(۴) اسی جماعت کے حق میں ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ [الفتح: ۲۹] (ترجمہ: اور جو رسول (ﷺ) کے ساتھ تھے۔) ارشاد ہوا ہے۔

(۵) ان کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوشنودی دنیا تک محدود نہیں بلکہ آخرت تک موعود ہے۔

(۶) (ان کو) یہ قرب الٰہی قوت ایمان کے اعلیٰ مرتبہ سے حاصل ہوا ہے۔ نص قاطع ان کی تقلید کے لیے ناطق ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ﴾ [التوبة: ۱۰۰].

(ترجمہ: جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان (صحابہ) کی پیروی کی)

(۷) ان کی اتباع سے خیر قرون کے تابعینؒ و من بعدہم مرتبہ رضوان اللہ میں شامل ہوئے۔

(۸) رسالت نے انہی کی آغوش حمایت و نصرت میں نشو و نما پائی، **ملتِ محمدیہ** علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ترقی حاصل کی۔ جبکہ اس **حزب اللہ** کی فلاح دارین مسلم و مستند ہے اور اسی کی تقلید کا حکم ہے۔ اور وہی جماعت دینِ خالص کی حامل ہے، تو حق پرست امت کے لیے مجال کب باقی رہی کہ **ماتوارث عنہم** (جو معانی و مفاہیم اس سے اب تک متوارث چلے آرہے ہیں) کے خلاف کر سکے۔ کیونکہ ان کے خلاف چلنے سے دین خالص کی تفریق و تشنیع لازم (آتی) ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا﴾ [الأنعام: ۱۵۹].

(ترجمہ: (اے پیغمبر!) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔)

(فضائلِ صحابہ کرامؓ اور قرآنی آیات)

جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات قرآن وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہاں دہرائی جاتی ہیں تاکہ طالبان حقیقت ذرا غور کریں اور اس برگزیدہ جماعت کے مرتبے کو سمجھیں:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٖ مِّنۡهُۖ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُۚ أُوْلَٰٓئِكَ حِزۡبُ ٱللَّهِۚ أَلَآ إِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ [المجادلة: ۲۲].

(ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے اور انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی

فلاح پانے والا ہے۔)

﴿ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ﴾ [الجمعة: ٢].

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا امیوں میں پیغمبر، جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے)۔

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ﴾ [الفتح: ٢٩] .

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں ۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں ، کبھی سجدے میں ، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں ۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں ۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے۔

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَـٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَٱغْفِرْ لَنَآ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾ [التحريم: ٨].

ترجمہ: اس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے اس نور کو

مکمل کر دیجئے اور ہماری مغفرت فرمادیجئے۔یقیناً آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّـٰدِقُونَ﴾ [الحشر: ۸].

ترجمہ: (نیز یہ مال فیئ) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔اور وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔

﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَـٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَـٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِى قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحشر: ۱۰ – ۹].

ترجمہ: (اور یہ مال فیئ) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں، جو کوئی ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گذر رہی ہو۔اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔اور (یہ مال فیئ) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے، وہ یہ کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمایئے اور ہمارے

ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھئے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔

اس تقریر کے بعد قرآن پر ایمان لانے والا سمجھ سکتا ہے کہ آیت:

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ﴾ [النساء: ۱۱۵].

(ترجمہ: اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔)

میں لفظ "مؤمنین" سے جماعت صحابہ مراد ہے، یا بعد کی فرقہ بندی اور تاویل کرنے والے (مراد ہیں؟)، اور عند الاختلاف (اختلاف کی صورت میں) کس فریق کی اتباع و تقلید کا حکم ہے؟ مفاہیم و ایمانیات صحابہ کی تقلید کی جائے یا مفاہیم آراء حادثہ یعنی وہ آراء حادثہ (جدید نظریات) کی اتباع دینِ حق ہے؟ جن کے ایمانیات محض محاوراتِ عرب وحسیات وعقلیات پر مبنی ہیں، ارشاد کتاب اللہ ہے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ [الأنفال: ٤].

(ترجمہ: وہ سب صحیح معنی میں مومن ہیں۔)

﴿وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ﴾ [التوبة: ١٠٠].

(ترجمہ: جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان (صحابہ) کی پیروی کی)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الأنفال: ٦٤].

(ترجمہ: اے نبی! تجھ کو اللہ اور جو مؤمن تیری پیروی کر رہے ہیں، کافی ہے)

وغیرہ آیتوں سے اسلام کا صحیح راستہ یا «سبيل المؤمنين» مفاہیم صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے قرار پاتے ہیں۔ «ويتلوه شاهد» تعلیم نبوت اسی کی مصدق

ہے، کچھ عقائد میں اختلاف وافتراق کے وقت صحابہ ہی کا راستہ سب سے سیدھا اور سچا راستہ ہے: «أصحابي أمنة لأمتي»، «ما أنا عليه وأصحابي»۔

❖ کتاب اللہ کی آیات متلوہ سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ و بیان رسالت و مفاہیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بحکم:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰].

(ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ (جل جلالہ) کی اطاعت کی۔)

﴿ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ﴾ [التوبة: ۱۰۰].

(ترجمہ: جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان (صحابہ) کی پیروی کی)

اتباع و تقلید کے لیے ایک ہی مرتبہ میں ہیں، اور یہی سبیل المؤمنین و راہ نجات ہے۔ بین الکتاب والسنۃ (کتاب و سنت کے مابین) یہ تصدیق و تطبیق مفاہیمِ صحابہ سے ثابت ہوتی ہے۔

(مفاہیم متوارثہ۔۔۔۔معیارِ ہدایت)

مسائل متوارثہ عن الصحابۃ رضی اللہ عنہم جن کی نقل کتاب اللہ کی نقل کی طرح متواتر و مسلسل ہے وہ قطعی الثبوت ہیں، کتاب اللہ سے یہی معیار ہدایت ثابت ہوتا ہے۔ یعنی مسائل متوارثہ جو علمائے صحابہ و تابعینؒ کے عقائد پر مبنی ہیں، وہ مفاہیم صحابہ کا نتیجہ ہیں۔

یہی مفسر الکتاب اصول ہیں، یہی قانون التعبیر اصول ہیں، یہی مختلف علوم اسلامیہ کے اصول ہیں جو تیسری صدی کی کتب احادیث کی تصنیف (یعنی صحاح ومسانید موجودہ) سے پیشتر صدور صحابہ و تابعینؒ میں محفوظ و متعارف تھے، انہی

اصول کی بدولت اسلام کی راہِ نجات فرقہ ہائے حادثہ (مریدین فلاسفہ) کے حملوں سے محفوظ رہی جس کا:

﴿وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾ [الحجر: ۹].

(ترجمہ: اور ہم ہی اس (قرآن) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

میں وعدہ فرمایا گیا ہے۔ انہی اصول پر چلنے والے خبر «لا يزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق» کے مصداق ہیں، انہی اصول سے شیرازہ سنت الاسلام مستقیم (مستحکم) اور اختلاف آراء کی کجی سے محفوظ ہے، یہی اصول سبیل المؤمنین ہیں، اس سبیل سے قدم باہر کرنا:

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [النساء: ۱۱۵].

(ترجمہ: اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے)

کے حکم میں داخل ہے۔

مسئلہ توارث کی توضیح و انکشاف کے لیے مسائل متوارثہ کے ذیل میں چند امثلہ اجمالاً پیش کی جاتی ہیں۔

.... **** ....

مسائل متوارثہ

(۱) مسئلہ تجسیم : تنزہ سبحانہ وتعالیٰ عن الجسم (ذات باری کا جسم سے منزہ وپاک ہونا) مسلمانوں میں مسلم ہے۔[۱] اگرچہ الفاظ قرآن اور محاورات عرب کا ظاہری مفہوم اس متوارث مسئلہ کے مخالف نظر آتا ہے۔

(۲) مسئلہ صفات اللہ تعالیٰ: صفات اللہ سبحانہ کلام و مشیت وغیرہما (برحق ہیں) اگرچہ برہان حسیہ وعقلیہ[۲] سے ثابت نہیں۔[۳]

(۳) مسئلہ وہبی نبوت : جو نبوت متوارثہ بتوسط جبرائیل علیہ السلام مسلمانوں کے نزدیک محض امر وہبی ہے، اس کا حصول قدرت بشری اور مکاسب انسانی سے مافوق ہے۔[۴] یہ براہین حسیّہ و عقلیہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے فرق حادثہ (براہمہ اور نوپید فرقوں) نے اس نبوت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ نبوت کا حصول تحت مکاسب بشریہ (انسانی قدرت میں) داخل ہے،

---

(۱) - تمهيد الأوائل في تلخيص الدلائل (۱/ ۲۲۰). معالم أصول الدين (۱/ ۸۱). العواصم والقواصم (٤/ ۱۹۳). الملل والنحل (۱/ ۱۰۷). لوامع الأنوار البهية (۱/ ۱۹۸).

(۲) - یعنی صفاتِ باری تعالیٰ کی تفصیلات وتشریحات براہین عقلیہ کے دائرہ کار سے باہر ہیں، ورنہ اجمالاً انہیں دلائل عقلیہ سے ثابت کرنا ممکن ہے۔

(۳) - شرح العقائد النسفية (ص٤٥). حجة الإسلام (ص۱۰۰). صفات متشابہات از ڈاکٹر عبد الواحد (ص١٦٥).

(۴) - لمع الأدلة في قواعد أهل السنة والجماعة (ص۱۲۳). غاية المرام في علم الكلام (ص٢٣٤). المواقف (۳/ ۳۳۱). التفسير البيضاوى (۳/ ۱۹٥). نظم الدرر للبقاعى (٤/ ٢٦٥). روح البيان (٨/ ١٦٧).

اور وحی محض الہام ہے اس کی دلیل ہے:

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحْلِ﴾ [النحل: ٦٨].

ترجمہ: اور تمہارے پرودگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی (کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں، ان میں اپنے گھر بنا۔)

(۴) مسئلہ عصمتِ نبوت:

یعنی وحی کے فہم وافہام میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

﴿وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ۝٤١ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ﴾ [فصلت: ٤١-٤٢].

ترجمہ: بے شک وہ بڑی عزت والی کتاب ہے۔ جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اس ذات کی طرف سے اتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے تمام تعریفین اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

﴿عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ۝٢٦ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُۥ يَسْلُكُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ رَصَدًا﴾ [الجن: ٢٦-٢٧].

ترجمہ: وہی سارے بھید جاننے والا ہے چنانچہ وہ اپنے بھید پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے کسی پیغمبر کے جسے اس نے (اس کام کے لئے) پسند فرمالیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے کچھ محافظ لگادیتا ہے۔

یہ آیات اس توارث پر نص قاطع ہیں کہ نبی نے وحی سے جو اخبارِ غیب بیان کیے وہ ارادہ الٰہی کے موافق ہیں اور ان کے سمجھنے یا تبلیغ کرنے میں کسی غلطی کا ہونا قطعًا محال ہے[1] کیونکہ ارادۃ اللہ واجب الوقوع ہے، جس امر کا اظہار بارادۃ

(۱). الاقتصاد في الاعتقاد (ص١٢٤). معالم أصول الدين للفخر الرازي (ص١٠٨). عصمة الأنبياء للرازي (كامل). شرح العقائد النسفية (ص١٣٤). الروض الباسم (١/ ٢٣١). حجة الإسلام (ص١٣٥).

اللہ ہے اس کا ظہور ارادۃ اللہ کے خلاف محال ہے۔

﴿وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِۦ﴾ [يوسف: ۲۱].

(ترجمہ: اللہ کو اپنے کام پر پورا قابو حاصل ہے۔)

لیکن اہل الحاد ان باتوں کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اگر فہم الوحی (وحی کے سمجھنے) میں صاحب نبوت کو مغالطہ ہونا ممکن ہوتا تو تقلید نبوت عین تقلید اللہ قرار نہ دی جاتی اور امت پر بے چوں وچرا قول نبی کی تقلید فرض نہ ہوتی۔

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ﴾ [النساء: ۸۰].

(ترجمہ: جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ (جل جلالہ) کی اطاعت کی)۔

بلکہ رسول کا ہر بیان تحقیق طلب رہتا اور قول رسول کو قول ائمہ اجتہادی پر ترجیح نہ دیجاتی کہ ہر دو قول ممکن المغالطہ ہونے میں برابر ہیں۔

(۵)مسئلہ عصمتِ مفاہیم صحابہ:

جس مسئلہ پر علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین الانصار والمہاجرین متفق الرائے ہیں وہ اتفاق اجماع صحابہ کرام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ باقی امت کے لیے وہ متفق علیہ واجب التقلید مسئلہ ہے، خصوصًا ان کے ایمانیات، باب ایمانیات میں نصوص قاطعہ مذکورہ میں ممدوح ومقبول ہیں۔ ان کی تقلید اور ان کا اتباع موجب رضوان اللہ ہے، بحکم کتاب اللہ:

﴿وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم﴾ [التوبة: ۱۰۰].

(ترجمہ: جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان (صحابہ) کی پیروی کی)۔

اور بحکم سنت «ما أنا عليه وأصحابي» ان کے اتفاق کے خلاف کرنا ﴿غَيۡرَ

سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [النساء: ١١٥] (ترجمہ: اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے) کے تحت داخل ہے۔

(٦) مسئلہ ختم نبوت:

کہ ہر دو نبوت مستقلہ شریعت و نبوت تابعہ و خادمہ جس کو وزارت سے تعبیر کیا ہے:

﴿أَخَاهُ هَٰرُونَ وَزِيرًا﴾ [الفرقان: ٣٥].

(ترجمہ: ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو مددگار کے طور پر مقرر کیا۔)

﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ﴾ [القصص: ٣٥].

(ترجمہ: ارشاد ہوا: ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے دیتے ہیں۔)

ختم ہو گئیں۔ باب وحی (وحی کا دروازہ) مسدود (بند) ہوا۔ سلسلۂ وحی نبوت منقطع ہوا۔ اگر ختم نبوت کو مسلم نہ رکھا جائے تو گویا احکام ملت محمدیہ کا نسخ ہونا باقی ہے کہ بقائے نبوت کا منشا یہ ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتیں منسوخ کی جائیں۔(١)

(٧) مسئلہ سابقہ شریعتوں کا شریعت محمدی سے منسوخ ہونا:

اگرچہ بعض آیات کے ظاہری معنیٰ اس متوارث مسئلہ کے مخالف ہیں اس مسئلہ کو انہی مفاہیم کے استدلال سے بعض طوائف حادثہ (نوپید فرقوں) نے تسلیم نہیں کیا ہے۔

---

(١). المنهاج في شعب الإيمان للجرجاني (٢/ ٨٣). الاقتصاد في الاعتقاد (١/ ١٣٧). لمعة الاعتقاد لابن قدامة (١/ ٣٥). شرح العقائد النسفية (ص١٤١). حجة الإسلام (ص١٤٩).

(۸) مسئلہ شریعتِ محمد یہ کا دوام:

یہ مسئلہ ختم نبوت پر متفرع ہے کہ بقائے نبوت اور امکان نسخ لازم وملزوم ہیں، جب تک سلسلہ نبوت باقی تھا سلسلہ نسخ جاری تھا۔ انقطاع نبوت سے ملتِ محمد یہ کی منسوخیت کا باب مسدود (بند) ہے، بعض طواف حادثہ طبقۂ مذمومہ (نئے گمراہ فرقوں) نے اس مسئلہ متوارثہ کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس طائفہ کو ختم نبوت اور معنٰی نبوت مسلم نہیں ہے، اور وہ نبوت کو امر کسبی و الہام محض قرار دے کر بقائے نبوت کا قائل ہے۔

(۹) مسئلہ آثارِ قیامت:

یعنی علاماتِ قیامت (فقد جاء أشراطها) خروج دابۃ الارض (زمین سے ایک جانور کا نکلنا)، خروج یاجوج وماجوج، نفخ صور (صور پھونکا جانا)، طلوع الشمس من المغرب (سورج مغرب سے طلوع ہونا)، واخبار قیامت معہودہ فی الاسلام وغیرہ (اور دیگر علاماتِ قیامت)، ان اخبار کو علمائے سنت نے توارث صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے مسلم رکھا ہے کہ توارث سے ان اخبار کا مسئلہ متفق علیہ ہے۔ اور یہ جماعت مطاع الامت (امت کی پیشوا) ہے۔ اگرچہ یہ اخبار غیبیہ حسیّات وعقلیات کے براہین سے ثابت نہیں، بہر حال یہ تصدیق نبوت کے تحت داخل ہیں۔

جس طائفہ (گروہ) نے دوسری صدی کے طوائف حادثہ (نوپید فرقوں کے) محسوسات وعقلیات کو ایمانیات قرار دیا ہے، اور کتاب اللہ کے اخبار حسیّہ

﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأۡتِي بِٱلشَّمۡسِ مِنَ ٱلۡمَشۡرِقِ﴾ [البقرة: ۲۵۸].

(ترجمہ: (ابراہیم نے کہا) اچھا! اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم ذرا اسے مغرب سے تو نکال کر لاؤ۔)

و﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ [الأعراف: ۲۹].

(ترجمہ: جس طرح اس نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہوگے۔)

وغیرہ سے تمسک (استدلال) کیا ہے، وہ طائفہ اخبار قیامت اور اس کے اشراط (علاماتِ قیامت یعنی خروج دابہ، نفخ صور وغیرہ) کو تسلیم نہیں کرتا ہے کیونکہ متوارث قیامت اور اس کے متوارث آثار براہین حسیّہ اور آیات کے ظاہری معنٰی سے ثابت نہیں ہیں۔

.... **** ....

(مآخذ بحثِ توارث اور تفسیری کج روی)

اس بحث کا موضوع یہ تھا کہ ایمانیات یعنی ذات وصفات سبحانہ، وحقیقت نبوت واحوالِ قیامت وغیرہ کے باب میں کتاب اللہ وسنت کی تفسیر بغیر تصدیق سلف صالحین کے صرف محاورات عربیہ سے کرنا اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں، اس لیے اس بحث میں امثلہ ونظائر لکھ دی گئی ہیں۔

اگر اس کی زیادہ شرح وتفصیل کسی کو مقصود ہے تو کتاب «حجج القرآن» جو ایک زبردست عالم ابو الفضائل احمد بن محمد رازی[1] نے ساتویں صدی ہجری میں لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں، اس کے دیکھنے سے موضوعِ بحث کی زیادہ وضاحت ہو سکتی ہے، اس لیے کہ اس کتاب میں بطور نمونہ کے کتاب اللہ وسنت سے جملہ تہتر (۷۳) فرقوں کے استدلالات بیان کیے ہیں، جو انہوں نے اپنے اپنے مصنفات عقائد (عقائد کی کتابوں) میں لکھے ہیں۔

یہ کتاب مصر کے مطبع موسوعات سے سن ۱۳۲۰ھ میں طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے، اس کے خطبہ کا مختصر ترجمہ یہ ہے:

"بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمنوں کی

---

(۱)۔ ابو الفضائل احمد بن محمد بن المظفر الرازی الحنفی (۶۳۰ھ - ۱۲۳۳ء)۔ نام، احمد بن محمد، کنیت ابو الفضائل اور لقب بدر الدین ہے۔ تفسیر، حدیث اور عربی ادب کے ماہر تھے۔ ابو الیمن الکندیؒ سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور دمشق کی جامع مسجد میں درسِ قرآن دیتے تھے پھر روم چلے گئے اور وہاں عہدہ قضاء پر فائز ہوئے۔ موصوفؒ کی تالیفات میں حجج القرآن، اذکار القرآن، لطائف القرآن، مباحث التفسیر، الناسخ والمنسوخ فی الحدیث، الاستدراکات، مقامات الحنفی اور الحروف وغیرہ شامل ہیں۔ (حالات کے لئے ملاحظہ ہو: ہدیۃ العارفین (۱/ ۹۲)۔ ایضاح المکنون (۴/ ۱۹۷)۔ الاعلام للزرکلی (۱/ ۲۱۷)۔)

ہدایت کے واسطے کتاب ازل فرمائی اور تذکرہ و تدبر کا حکم دیا۔ جس نے اس کتاب کو اپنا امام ہدایت کر لیا اس کو اس نے جنت کی جانب کھینچا اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا، اس نے اس کو دوزخ کی جانب چلایا، امت اسلام کے جو فرقے کتاب اللہ سے استدلال کرنے والے ہیں، در اصل آٹھ ہیں: (۱) جبریہ، جن کے مقابلہ میں (۲) قدریہ ہیں:

(۳) اور مرجئہ جن کے مقابلہ میں (۴) وعیدیہ ہیں۔

(۵) صفاتیہ جن کے مقابلہ میں (۶) جہمیہ ہیں۔

(۷) شیعہ جن کے مقابلہ میں (۸) خوارج ہیں۔

انہیں فرقوں سے شاخ در شاخ ہو کر تہتر (۷۳) فرقے ہو جاتے ہیں۔ ان جملہ فرقوں میں ہر فن کے زبردست ماہر علماء گذرے ہیں، اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے فاضل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے عقائد میں تصانیف فرمائی ہیں، اور اپنے اپنے جدا جدا اصول اپنی اپنی تالیفات میں درج کیے ہیں، ہر فرقے نے اپنے مخالف کی دلیل میں اپنے عقیدے کے موافق تاویل کی ہے، اور ہر ایک فرقہ کتاب اللہ سے استدلال کر کے اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اور مخالف گمراہ ہے۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ [المؤمنون: ۵۳]"۔

اس کتاب میں مصنف صاحبؒ نے ان فرقوں کے استدلالات سے بالکل تعرض نہیں کیا ہے جن کے متعلق علم کلام میں فلسفیانہ تقریریں لکھی گئی ہیں۔ بلکہ جو (استدلال) محاوراتِ عرب کی رُو سے ان فرقوں نے اپنے عقائد پر پیش کیا ہے۔ صرف (وہی) استدلال کتاب و سنت سے بیان کیا ہے، اور کسی کے کلام کی تردید سے بحث نہیں کی ہے، مثلاً:

❖ جس (خوارج) کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مؤمن نہیں ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَا يَاْيۡـَٔسُ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾ [يوسف: ۸۷].

(ترجمہ: یقین جانو، اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔)

وغیرہا، بارہ آیات کتاب اللہ کی اسی مضمون پر بیان کر دیں اور بس۔

❖ اسی طرح جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ مسلمان پر شیطان کا مدخل نہیں اور اس کا استدلال یہ ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ﴾

[النحل: ۹۹-۱۰۰].

(ترجمہ: اس کا بس ایسے لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا بس تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔)

چند آیات اسی مضمون کی بیان کیں اور بس۔

❖ مثلاً (ایک) فرقہ کا عقیدہ ہے کہ آیات وعید محض تخویف وتہدید کی غرض سے نازل ہوئی ہیں، ورنہ حصول ایمان کے بعد کسی گناہ سے (اگرچہ اکبر الکبائر ہو) ایمان زائل نہیں ہوتا ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

﴿وَمَا نُرۡسِلُ بِٱلۡأٓيَٰتِ إِلَّا تَخۡوِيفٗا﴾ [الإسراء: ۵۹].

(ترجمہ: اور ہم نشانیاں ڈرانے ہی کے لئے بھیجتے ہیں۔)

﴿يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱلۡقَوۡلِ ٱلثَّابِتِ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي

ٱلۡأٓخِرَةِۖ﴾ [إبراهيم: ٢٧].

(ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

﴿وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجۡرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٧١].

(ترجمہ: اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔)

وغیرہ چند آیتیں ذکر کیں، اور بحث نہ کی، اور وہ احادیث ذکر کیں جو اسی مضمون پر دلیل ہیں:

«من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة».

ان حدیثوں سے چند احادیث رسالہ ہذا میں مذکور ہو چکی ہیں۔

❖ جس کا عقیدہ ہے کہ بنی آدم سے کوئی معصوم نہیں، یہاں تک کہ انبیاء بھی معصوم نہیں وہ بھی دوزخ میں جائیں گے، اگرچہ پھر نجات پائیں گے (معاذ اللہ) وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿وَإِن مِّنكُمۡ إِلَّا وَارِدُهَاۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ۝٧١ ثُمَّ نُنَجِّي ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ﴾ [مريم: ٧١-٧٢].

(ترجمہ: اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گذر نہ ہو۔ اس بات کا تمہارے پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔ پھر جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا ہے، انہیں تو ہم نجات دیں گے۔)

اسی طرح پوری کتاب کو بتیس (۳۲) بابوں پر ختم کیا ہے، اور کتاب اللہ سے ہر فرقہ کا استدلال اس کے عقیدہ پر ذکر کیا ہے، اس کتاب کے دیکھنے سے یہ مسئلہ

خوب روشن ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین کے مسائل متوارثہ کے خلاف اور سلف کی تصدیق کے بغیر کسی ایک آیت سے استدلال کرنا اگرچہ لغاتِ عرب و محاورہ ادب کے موافق ہو، معتبر نہیں ہے۔

.... **** ....

فهارس

الآيات والأحاديث والآثار

فهرس الآيات

ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ [التوبة: ١٠٠] ٢١٠

ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ [الجمعة: ٢] ٢٠٧

ٱلَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَٰشِعُونَ [المؤمنون: ٢] ١٦٨

ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا [الأنعام: ٦٨] ١٨٩

ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ [البقرة: ٣] ١٤٤, ١٧٩, ١٨٦, ١٨٧, ٢٠٣

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ [النساء: ٣٤] ١٢٧

ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلۡأَنفُسَ حِينَ مَوۡتِهَا وَٱلَّتِي لَمۡ تَمُتۡ فِي مَنَامِهَا [الزمر: ٤٢] ١٢١

ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ [المائدة: ٣] ٢٠٢

ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي [المائدة: ٣] ٨١

لَا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ [الأنعام: ١٠٣] ١٨٥

أَخَاهُ هَٰرُونَ وَزِيرٗا [الفرقان: ٣٥] ٢١٥

إِذۡ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ [آل عمران: ٥٥] ١٤١

إِذَا ٱسۡتَوَيۡتُمۡ [الزخرف: ١٣] ١٩٣

أَرِنَا ٱللَّهَ جَهۡرَةٗ [النساء: ١٥٣] ٦١

إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مِّن قَبۡلِ أَن نَّبۡرَأَهَآۚ [الحديد: ٢٢] ١٤٩

إِلَّا وَجۡهَهُۥ [القصص: ٨٨] ١٩٣

الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ [البقرة٤-١] ٦٣

إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٞ [القيامة: ٢٣] ١٨٢

أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٖۖ [النحل: ٢١] ١٢١

إِنَّ ٱلۡحَسَنَٰتِ يُذۡهِبۡنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ [هود: ١١٤] ١٥١

إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ [آل عمران: ١٩]........................... ١٣٠, ١٣٨
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ [البقرة: ٦٢]........................... ١٣٨, ١٤٣
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ [البقرة: ٦٢]........................... ١٢٣, ١٩٤, ٢٠٠
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ [البقرة: ٦٢]........................... ١٣٥
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ [البقرة: ٢٧٧]........................... ١٥٤
إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا [الأنعام: ١٥٩]........................... ٢٠٦
إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ فِي ٱلۡأَذَلِّينَ [المجادلة: ٢٠-٢٢]........................... ٧٥
إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ [الأحزاب: ٥٦]........................... ١٢٢
إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ [الأحزاب: ٥٦]........................... ١٦٢, ١٦٨
إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَٰبٍۚ [الحج: ٧٠]........................... ١٤٩
إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ [التوبة: ١٠٣]........................... ١٢٢, ١٦٨
إِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهُۥ وَقُرۡءَانَهُۥ [القيامة: ١٧]........................... ٢٠١
إِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهُۥ وَقُرۡءَانَهُۥ ١٧ فَإِذَا قَرَأۡنَٰهُ [القيامة: ١٧-١٩]........................... ١٩٨
إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ [البقرة: ١٦٤]........................... ١٤٩
إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي [آل عمران: ٣١]........................... ٨٣
إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ [آل عمران: ٥٩]........................... ١٧٠
إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ [الحجر: ٩]........................... ١٠٥-١٧٦
أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِيٓ أَنطَقَ كُلَّ شَيۡءٖۚ [فصلت: ٢١]........................... ١٨٤
إِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ ٱلۡمَوۡتَىٰ [النمل: ٨٠]........................... ١١٧
إِنَّكَ مَيِّتٞ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ [الزمر: ٣٠]........................... ١٢١
إِنَّكَ مَيِّتٞ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ [الزمر: ٣٠]........................... ١٨٥
إِنَّهُۥ لَا يَاْيۡـَٔسُ مِن رَّوۡحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ [يوسف: ٨٧]........................... ٢٢٠
إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ [النحل: ٩٩-١٠٠]........................... ٢٢٠

أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ [الحجرات: ٣] .... ٦٧, ٧٦،٢٠٣

أُوْلَـٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡإِيمَـٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٖ مِّنۡهُۖ [المجادلة: ٢٢] ٦٧.٢٠٦, ٢٠٣

أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ حَقّٗاۚ [الأنفال: ٤] .... ٧٦، ٢٠٩, ٢٠٣

بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ [المائدة: ٦٧] ١٩٩

بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ [المائدة: ٦٧]...................... ٧١

تَكَادُ ٱلسَّمَـٰوَٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنشَقُّ ٱلۡأَرۡضُ [مريم: ٩٠].............................. ١١٤

تُكَلِّمُهُمۡ أَنَّ ٱلنَّاسَ كَانُواْ بِـَٔايَـٰتِنَا لَا يُوقِنُونَ [النمل: ٨٢]........................... ١٨٣

ثَلَـٰثَةَ قُرُوٓءٖۚ [البقرة: ٢٢٨] .... ١٢٥ ,١٢٠ ,١١٧

ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۖ [الأعراف: ٥٤].. ١٤٧

ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهُۥ [القيامة: ١٩].. ٢٠٢ ,٢٠١

ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا ٱلۡكِتَـٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصۡطَفَيۡنَا [فاطر: ٣٢] ٢٠٣

ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا ٱلۡكِتَـٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَاۖ [فاطر: ٣٢]. ٧٤

حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلۡتُمۡ لَن يَبۡعَثَ ٱللَّهُ مِنۢ بَعۡدِهِۦ رَسُولٗاۚ [غافر: ٣٤] ١٩٢

﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلۡقُرۡءَانُ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥ وَأَنصِتُواْ [الأعراف: ٢٠٤] ١٢٥

سَمَّىٰكُمُ ٱلۡمُسۡلِمِينَ مِن قَبۡلُ وَفِي هَـٰذَا [الحج: ٧٨] ١٩٤

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ [القصص: ٣٥].. ٢١٥

شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحٗا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ [الشورى: ١٣]....................... ١٣٥،٥٧

طَآئِفَةٞ لِّيَتَفَقَّهُواْ [التوبة: ١٢٢] ٨٠

عَـٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا [الجن: ٢٦-٢٧] .... ٢١٣ ,١٨٨

فَإِذَا ٱلنُّجُومُ طُمِسَتۡ [المرسلات: ٨]. ١٨٣

فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ [الجمعة: ١٠] ١٦٥

فَأَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفٗاۚ فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ [الروم: ٣٠]........................ ١٩٠

فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأۡتِي بِٱلشَّمۡسِ مِنَ ٱلۡمَشۡرِقِ [البقرة: ٢٥٨] .... ٢١٦ ,١٨٥

فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ [النساء: ۵۹] ۱۹۹

فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمۡ حَسَنَٰتٖۗ [الفرقان: ۷۰] .... ۱۹۵ ,۱۵۱

فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ [البقرة: ۵۹]........................ ۱۸۰

فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ [المؤمنون: ۱٤] ۱۵٦

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ ٱلَّيۡلُ رَءَا كَوۡكَبٗاۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّيۖ الأنعام ۷۹-۷٦ .... ۵۲

فَلَوۡلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرۡقَةٖ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٞ [التوبة: ۱۲۲]........................ ۲۰٤

فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ [النور: ٦۳]........................ ۲۰۰

فَمَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ [الإسراء: ۷۱]........................ ۱۸٤

فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ [الزلزلة: ۷–۸]........................ ۱۷۳

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا [الحج: ٤۵]........................ ۱٤۸ ,۱٤۷

قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمٗا زَكِيّٗا [مريم: ۱۹–۲۰]........................ ۱٦۹

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا [الشمس: ۹]........................ ۱٦۲ ,۱۱۵

قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ [البقرة: ۲۵٦]........................ ۱۰٦

قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ [البقرة: ۲۵٦]........................ ۱۷٤

قَدۡ سَمِعَ ٱللَّهُ [المجادلة: ۱] ۱۹۳

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي [آل عمران: ۳۱] .... ۲۰۱ ,۱۹۸

قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٖ يَطۡعَمُهُۥ [الأنعام: ۱٤۵]........................ ۱٦٤

قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا [آل عمران: ٦٤] الآية........................ ۱۳۹

كَتَبَ عَلَىٰ نَفۡسِهِ ٱلرَّحۡمَةَۚ [الأنعام: ۱۲]........................ ۱٤۹

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِتَالُ [البقرة: ۲٤٦] ۱٤۹

كُتِبَ عَلَيۡكُمۡ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلۡمَوۡتُ [البقرة: ۱۸۰]........................ ۱۳٤

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٖ مِّنۡهُۖ [المجادلة: ۲۲] ۱۰۵

كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ [المؤمنون: ۵۳]........................ ۲۱۹

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُۥ وَتَسْبِيحَهُۥ [النور: ٤١] ١٢٩
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ [المدثر: ٣٨] ١٧٣
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ [آل عمران: ١٨٥] ١٢٠
كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ [الأعراف: ٢٩] ١٩٠, ٢١٧
كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ [الأنبياء: ١٠٤] ١٩٠
لَّا تُدْرِكُهُ ٱلْأَبْصَٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ ٱلْأَبْصَٰرَ [الأنعام: ١٠٣] ١٥٠
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ [البقرة: ٢٨٥] ١٣٢, ١٩٤
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [النحل: ٤٤] ١٠٥
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [النحل: ٤٤] ١٩٩
لِتَسْتَوُۥا عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ [الزخرف: ١٣] ١٩٣
لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ [النساء: ٨٣] ٧٨
لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الأحزاب: ٢١] ٧١
لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الأحزاب: ٢١] ١٩٩
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا [المائدة: ٤٨] ٢٠٠
لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ [الحشر: ٨] ٢٠٨
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ [البقرة: ٢٨٦] ١٧٢
لِّيَغْفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ [الفتح: ٢] ١٦١
مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ [البقرة ١٠٦] ١٣٤
مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا [البقرة: ١٠٦] الآية ١٣٣
مَثَلُهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي ٱلْإِنجِيلِ [الفتح: ٢٩] ٢٠٥
مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ [الفتح: ٢٩] ٢٠٧
مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ [النساء: ٨٠] ٢٠١
مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ [النساء: ٨٠] ٦٦

مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ [النساء: ٨٠] ١٩٨, ٢١٠, ٢١٤

هُوَ ٱلۡأَوَّلُ وَٱلۡأٓخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلۡبَاطِنُۖ [الحديد: ٣] ١٥٩

هُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡكَرِيمِ [المؤمنون: ١١٦] ١٤٨

وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ [الحجر: ٩٩] ١٥٦

وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ [التوبة: ١٠٠] .... ٢٠٥, ٢٠٩، ٢١٤

وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلۡإِيمَٰنَ مِن قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّونَ مَنۡ هَاجَرَ ٢٠٨

وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ [آل عمران: ٧] ٨٠

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ [التوبة: ١٠٠] .... ٦٧، ٧٧, ٢٠٤

وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِۦ [يوسف: ٢١] ٢١٤

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ [النساء: ٢٤] ١٦٤

وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِـۧمُ رَبِّ أَرِنِي كَيۡفَ تُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰۖ [البقرة: ٢٦٠] ١٧١

وَإِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسٗا فَٱدَّٰرَٰٔتُمۡ فِيهَاۖ وَٱللَّهُ مُخۡرِجٞ [البقرة: ٧٢-٧٣] ١٢٢

وَإِذَا حَلَلۡتُمۡ فَٱصۡطَادُواْۚ [المائدة: ٢] ١٢٢, ١٦٥

وَإِذَا قُرِئَ ٱلۡقُرۡءَانُ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥ وَأَنصِتُواْ [الأعراف: ٢٠٤] ١١٧

وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ [البقرة: ٤٣] .... ١٢١، ١٢٩, ١٣٥، ١٦٢

وَأَلۡزَمَهُمۡ كَلِمَةَ ٱلتَّقۡوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهۡلَهَاۚ [الفتح: ٢٦] ٧٦

وَأَمَّا مَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِشِمَالِهِۦ [الحاقة: ٢٥] ١٨٤

وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٞ لَّا رَيۡبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبۡعَثُ [الحج: ٧] ١١٤

وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجۡرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ [آل عمران: ١٧١] ٢٢١

وَأَن لَّيۡسَ لِلۡإِنسَٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ [النجم: ٣٩] ١٧٢

وَإِن مِّنكُمۡ إِلَّا وَارِدُهَاۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتۡمٗا مَّقۡضِيّٗا [مريم: ٧١-٧٢] ٢٢١

وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ [الحجر: ٩] ٢١١

وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ [البقرة: ٢٢] ١٨٥

وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ [النحل: ٤٤].......................... ٧٢
وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٞ ﴿٤١﴾ لَّا يَأۡتِيهِ ٱلۡبَٰطِلُ [فصلت: ٤١-٤٢]........................٢١٣
وَأَوۡحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحۡلِ [النحل: ٦٨]...١٩٢, ٢١٣
وَبَدَأَ خَلۡقَ ٱلۡإِنسَٰنِ مِن طِينٖ [السجدة: ٧-٨]...١٩١
وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ يَمُوجُ فِي بَعۡضٖۖ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ [الكهف: ٩٩].........................١٨٣
وَتُكَلِّمُنَآ أَيۡدِيهِمۡ وَتَشۡهَدُ أَرۡجُلُهُم بِمَا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ [يس: ٦٥]..............................١٨٤
وَخَلَقَ كُلَّ شَيۡءٖ فَقَدَّرَهُۥ تَقۡدِيرٗا [الفرقان: ٢]...١٤٩
وَرَهۡبَانِيَّةً ٱبۡتَدَعُوهَا مَا كَتَبۡنَٰهَا عَلَيۡهِمۡ [الحديد: ٢٧]...١٧٧
وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ [هود: ٧]...١٤٨, ١٤٩
وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ [النساء: ١٦٤]...١٩٣
وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا [النساء: ١٦٤]..١٨٢
وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٖ مِّنۡهُم [التوبة: ٨٤]..١٢٢, ١٦٢, ١٦٨
وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتُۢ [البقرة: ١٥٤]..١٢١
وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعۡضَ ٱلَّذِي حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ [آل عمران: ٥٠]...................................١٣٣, ١٤٠
وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ [آل عمران: ١٠٤]............. ٧٩
وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ [البقرة: ١٧٣]..١٦٧
وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلۡبَيۡتِ مَنِ ٱسۡتَطَاعَ إِلَيۡهِ سَبِيلٗاۚ [آل عمران: ٩٧]..........................١٦٧
وَلِنَجۡعَلَهُۥٓ ءَايَةٗ لِّلنَّاسِ [مريم: ٢١]..١٧٠
وَلۡيَحۡكُمۡ أَهۡلُ ٱلۡإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فِيهِۚ وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم [المائدة: ٤٨-٤٧]............ ١٣٦، ١٤١
وَلۡيَطَّوَّفُواْ بِٱلۡبَيۡتِ ٱلۡعَتِيقِ [الحج: ٢٩]...١٢٢, ١٦٥
وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْ ٦٦
وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلُ [المائدة: ٥٩]...١٣٢
وَمَا جَعَلۡنَآ أَصۡحَٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَٰٓئِكَةٗۖ وَمَا جَعَلۡنَا عِدَّتَهُمۡ [المدثر: ٣١].........................١٨١

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجۡتَبِي [آل عمران: ١٧٩].................. ١٨٨
وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ [آل عمران: ١٧٩] ٦٢
وَمَا كَانَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةٗۚ فَلَوۡلَا نَفَرَ [التوبة: ١٢٢] ٧٩
وَمَا نُرۡسِلُ بِٱلۡأٓيَٰتِ إِلَّا تَخۡوِيفٗا [الإسراء: ٥٩].. ٢٢٠
وَمَا يَعۡقِلُهَآ إِلَّا ٱلۡعَٰلِمُونَ [العنكبوت: ٤٣] ٧٨
وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ [النجم: ٣-٤] ٧١, ١٩٧
وَمِمَّا يَعۡرِشُونَ [النحل: ٦٨].. ١٤٧, ١٤٨
وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةٗ مُّسۡلِمَةٗ لَّكَ [البقرة: ١٢٨] ١٣٠
وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ [المائدة: ٤٤] ١٥٥
وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ [النساء: ١١٥].. ٢٠١
وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ [النساء: ١١٥]...................... ٦٨, ٢٠٠
وَمَن يُؤۡتَ ٱلۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ أُوتِيَ خَيۡرٗا كَثِيرٗاۗ [البقرة: ٢٦٩] ٦٢
وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَۗ [غافر: ٧٨] ١٤٠
وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٖ [هود: ٧]............................ ١٤٥
وَهُوَ ٱلَّذِي يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُم بِٱلنَّهَارِ [الأنعام: ٦٠] ١٢١
وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ [الشورى: ١١] ١٨٢
وَوَجَدَكَ ضَآلّٗا فَهَدَىٰ [الضحى: ٧].. ١٦١
وَوَرِثَ سُلَيۡمَٰنُ دَاوُۥدَۖ وَقَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنطِقَ ٱلطَّيۡرِ [النمل: ١٦]................ ٧٤
وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ [النساء: ١١٥] ٢١١
وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ [النساء: ١١٥]............................ ١٢٥, ٢٠٩
يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسۡبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ [الأنفال: ٦٤] ٢٠٩
يَٰبُنَيَّ أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱنۡهَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ [لقمان: ١٧]........................ ٧٢
يَٰبَنِيَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ [البقرة: ١٣٢]............................ ١٣٠

يَتۡلُواْ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلۡكِتَٰبَ [البقرة: ١٥١]........................١٩٨

يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱلۡقَوۡلِ ٱلثَّابِتِ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ [إبراهيم: ٢٧] ٢٢١

يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ [الأنعام: ٩٥]...١٢١

يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُۚ [القصص: ٦٨] ١٩٧

يَدُ ٱللَّهِ [الفتح: ١٠] ١٩٣

يَرَوۡاْ كَيۡفَ يُبۡدِئُ ٱللَّهُ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥٓۚ [العنكبوت: ١٩] ١٩١

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ [النساء: ١١] الآية ١٣٤

يَوۡمَ لَا يُخۡزِي ٱللَّهُ ٱلنَّبِيَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥۖ نُورُهُمۡ يَسۡعَىٰ [التحريم: ٨]..................... ٢٠٧

........*****..........

فهرس الأحاديث

إعجاز كل ذي رأي برأيه..٩٨
ألا هل بلغت، ألا هل بلغت، ألا هل بلغت..............................٨١
العلماء ورثة الأنبياء ٧٤
الناس معادن الذهب والفضة، فخيارهم في الجاهلية..........................٧٧
أليس قد علمت أن جبريل نزل.......................................٨٧
أمتي على خمس طبقات، فأربعون سنة ٨٩
إن الله قد اطلع على أهل بدر......................................١٥٧
إن الناس لكم تبع، وإن رجالًا يأتونكم من أقطار الأرض ٨٢
إن للقرآن ظهرًا وبطنًا ١٧٧
انزعو بني عبد المطلب فلولا أن يغلبكم الناس................................٨٣
إني أنا الدهر، أقلب الليل والنهار....................................١١٣
أوتيت جوامع الكلم...١٧٧
تعلموا العلم وعلموه الناس، تعلموا الفرائض.............................٨٢
ثلاث من أصل الإيمان: الكف عمن قال: لا إله إلا الله ١٥٤
حق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئًا ١٥٢
خير الناس قرني، ثم الثاني، ثم الثالث.................................٨٨،٨٩
خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم ٨٨
ستفترق أمتي ١٠٠
صلاة القاعد نصف صلاة القائم ١٦٦
طلب العلم فريضة على كل مسلم ٧٩
فإن حق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به............................١٣٧
فإن هم أطاعوا بذلك فأعلمهم أن الله افترض.............................١٣٩

فليبلغ الشاهد الغائب..٨١
كان الله ولم يكن شيء غيره، وكان عرشه على الماء ١٤٦
كل طبقة أربعون عامًا، فأما طبقتي وطبقة أصحابي ٩٠
كنت سمعه .. بصره ... يده... رجله ١٥٩
لا تسبوا الدهر؛ فإن الله هو الدهر ١١٣
لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب ١٢٦
لا يزال طائفة من أمتي ١٧٤
لا يزال طائفة من أمتي قوامة ١٠٤
لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن .... ١٥٤،١٥١
لو كان موسى حيًّا لما وسعه إلا اتباعي........................١٤٢
ما أنا عليه وأصحابي .... ١٧٦، ١٧٤،١٠٧
ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله ١٥٣
من ترك الصلاة متعمدًا فقد كفر...............................١٥٥
من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار...................١١٩
من قال: لا إله إلا الله دخل الجنة.............................١٣١
من لبس الحرير ٨٦
من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة........................٢٢١
من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة ١٣٧
من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين ٧٨
وأصحابي أمنة لأمتي ٦٨
وما أنا عليه وأصحابي ٦٨
يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ١٧٥
يحمل هذه العلم من كل خلف عدوله ١٠٤

فهرس الآثار

كان الرجل منا إذا تعلم عشر آيات لم يتجاوزه........................ ٧٢
كانوا إذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعلموا بما فيها ٧٣
لا تصم؛ فإن الناس مستنون بكم ٨٤
لم يكونوا يسئلون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة........................ ٨٥
من مات فقد قامت قيامته ١٩١

.... ❊❊❊❊ ....

التعامل

تصنیف

شیخ الحدیث دار العلوم ندوہ، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ

[۱۲۸۱-۱۳۶۱ھ = ۱۸۶۴ء - ۱۹۴۲ء]

مترجم

حضرت مولانا محمد عبد العلیم ندوی رحمہ اللہ

تخریج و ترتیب

جواد الٰہی

فہرست

حضرت مولانا محمد عبد العلیم ندوی رحمہ اللہ ۲۳۹

تعامل (..... تعارف واہمیت.....) ۲۴۶

(عمل کی صورتیں) ۲۴۶

(تعامل.... دلیل شرعی) ۲۴۷

(تعامل..... اجماع سکوتی) ۲۴۸

(اختلافی روایات پرکھنے کی کسوٹی..... ؟؟؟) ۲۴۹

(روایتِ حدیث اور مخالفتِ عمل کی مثالیں) ۲۵۱

(تعامل صدر اول اور شرعی حجت) ۲۵۲

(فقہ حنفیہ وفقہ مالکیہ..... موافقت ومخالفت) ۲۵۳

فقہاء متقدمین ومتاخرین میں اختلاف کا منشا ۲۵۴

فقہ قدیم وفقہ متاخر کے معیار کی عمدہ نظیر ۲۵۵

قول جامع ۲۵۷

(تعامل واجماع کی تقلید واجب ہے) ۲۵۷

(دلائل وشواہد) ۲۵۸

(ائمہ اربعہ کا اجماع وتعامل) ۲۵۹

(غیر اجماعی مسئلہ) ۲۶۰

(تعامل اور ایک اہم ضابطہ) ۲۶۰

حضرت مولانا محمد عبد العلیم ندوی رحمہ اللہ

ہر کسے را کار خویش و ہر کسے را یار خویش

صیرفی بہتر شناسد قیمتِ دینارِ خویش

محمد عبد العلیم نام، ابو العلاء کنیت، اور آغا میاں عرف تھا۔ محمد عبد العلیم ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء میں جے پور میں پیدا ہوئے، ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت بھی یہیں ہوئی۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن عبد العلیم بن محمد عبد الرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ہمت[1] ہے۔

ہمارے دادا محمد بخش کے تین بیٹے: (۱) محمد عبد الغنی، (۲) محمد عبد الکریم، (۳) محمد عبد الرحیم تھے، اور تین ہی بیٹیاں تھیں۔ محمد عبد الکریم حافظ و خوشنویس اور تاجر تھے۔ ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں لاولد فوت ہوئے۔ بھائیوں کی اولاد کی یہ ہی تربیت کیا کرتے تھے۔

محمد عبد الرحیم صاحب نے خاندان میں سب سے پہلے اپنی اولاد کو دینی تعلیم

---

(۱)۔ ہم اصلاً میواتی ہیں، ہماری گوتھ کچھواہا ہے، ریاست جے پور و کشمیر اور جام نگر کے مہاراجوں کی بھی یہی گوتھ ہے۔ ہمارے اجداد میوات سے منتقل ہو کر ریاست جے پور میں آباد ہو گئے اور تجارت کرنے لگے۔ ہمارے اجداد میں ہمّت صاحب رحمہ اللہ اور ان کے فرزند چراغ محمد رحمہ اللہ جواہرات کا کاروبار کرتے تھے، خوش حال تھے، ابھی بلاقی جی آٹھ برس کے تھے کہ چراغ محمد صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور سرپرستی سے محرومی کے باعث موروثی مکانات کو نقصان پہنچا، پھر موروثی بھی رفتہ رفتہ بکنے لگے، جو باقی رہے ان میں ہمارا خاندان تقسیم ہند تک آباد رہا۔

میں لگایا، اور جہاں تک ہو سکا عربی پڑھوائی اور دینی رستہ پر ڈالا۔ (محقق العصر مولانا) محمد عبد الرشید (نعمانی) مدظلہ کو باقاعدہ دینی تعلیم دلوائی، اور پھر مولانا محمد عبد العلیم ندوی صاحب رحمہ اللہ کو بھی اسی راستہ پر لگایا۔ ابتدائی تعلیم جے پور میں ہوئی، اسی کے ساتھ حافظ ابا (تایا مرحوم) اور ابا میاں سے خوشنویسی کی مشق بھی کرتے رہے۔ (یہ دونوں حضرات جے پور کے نامور خطاط تھے) یہاں تک محنت کی کہ اس فن میں ملکہ حاصل ہو گیا۔

۱۹۳۵ء میں ابا میاں نے مزید تعلیم کے لیے انہیں ڈابھیل بھیج دیا۔ اس وقت بڑے بھائی (مولانا محمد عبد الرشید نعمانی) ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونکی رحمہ اللہ سے علم حدیث کی تحصیل کر رہے تھے۔ اس کے ایک سال بعد جب مولانا نعمانی مدظلہ ندوۃ العلماء سے فارغ التحصیل ہو کر آئے اس وقت انہیں بھی ندوۃ العلماء منتقل کر دیا۔ اور اس طرح ہمارا خانوادہ دینی علوم سے آراستہ ہونے لگا۔

آغا بھائی نے ندوۃ العلماء میں درجہ عالم تک تعلیم حاصل کی، پھر اورنٹیل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا۔ ۱۹۴۲ء میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں "معجم المصنفین" میں کام کرتے رہے۔

۱۹۴۳ء میں شادی ہوئی اور جے پور میں جواہرات کا کام شروع کر دیا۔ ۱۹۵۰ء میں جے پور سے کراچی آگئے۔ یہاں "الحصن الحصین" علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا، اور "القول المتین" کے نام سے اس کی شرح لکھی، جسے نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب شائع کرتا رہتا ہے۔ یہ مولانا ندوی رحمہ اللہ کا مہتم بالشان کارنامہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے اس ترجمہ و شرح کو قبولیتِ عامہ عطا فرمائی کہ اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ماشاء اللہ ان کے تین لڑکیاں اور چھ لڑکے ہیں۔ آغا بھائی ۱۹۵۵ء میں کراچی سے حیدر آباد منتقل ہو گئے اور لطیف آباد میں مستقل سکونت اختیار کی، اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائی، اور تین لڑکیوں کو حافظ قرآن بنایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ آخری ایام میں پھر علم کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔

مولانا عبید اللہ پنھور ناظم جامعہ مدینۃ العلوم بھینڈہ[1] شریف مضافاتِ حیدر

---

(۱)۔"بھینڈہ" حیدر آباد سندھ سے ۷ میل راہو کی اسٹاپ میر پور خاص روڈ پر جانب جنوب دو میل پر واقع ایک چھوٹا سا پرانا قصبہ ہے۔ اس کے چاروں جانب لہلہاتے کھیت اور سبزہ زار ہے۔ یہاں میاں احمد صاحب رحمہ اللہ سکونت پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے دل میں فروغ علم اور خدمتِ دین کا جذبہ بیدار کیا، اسی جذبہ کے تحت مولانا موصوف نے ۱۹۱۱ء میں یہاں ایک مدرسہ قائم کیا، اور اس کا نام "مدینۃ العلوم" رکھا۔ حق تعالیٰ شانہ نے موصوف کے اخلاص وللّٰہیت سے اس مدرسہ کو قبولیت عطا فرمائی۔ طلباء حصولِ علم کی خاطر جوق در جوق آنے لگے اور علم حاصل کرنے کے بعد خدمتِ علم و تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔ مولانا موصوف کے اخلاص وللّٰہیت کے باعث یہاں بہت سے فضلاء و علماء کرام نے درس و تدریس کی مسند کو رونق بخشی، جن میں چند بزرگ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

فاضل اجل حضرت مولانا عبد اللہ کڈھر والے، مولانا عبد الحق صاحب، مولانا محمد نور صاحب عیسیٰ خیل، مولانا علی محمد درس، مولانا محمد خلیل ربانی صاحب، مولانا محمد انور شاہ صاحب ہزاروی اور خانوادہ علمی کے چشم و چراغ مفتی برادران حضرت مولانا مفتی خلیل احمد و شیخ طریقت مولانا مفتی رشید احمد و مولانا مفتی جمیل احمد صاحبان لدھیانوی ادام اللہ فیوضہم الجاری۔

ان حضرات میں اکثر فضلاء دیوبند ہیں۔

ان اساتذہ کرام کی درس و تدریس و تحقیق سے علماء و طلباء سندھ میں خوب شہرت ہوئی، اور یہی شہرت مدرسہ کے قیام و دوام کا باعث بنی۔ طلباء دیار و امصار سے آ آکر ان حضرات کے علم و فضل سے مستفید ہوئے، اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، اس کا زمانہ شاید ہے۔

اس جامعہ کے بانی اور پہلے مہتمم مولانا میاں احمد صاحب رحمہ اللہ تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور مزید درجات بلند فرمائے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا محمد عالم صاحب مہتمم بنائے گئے۔ موصوف عالمِ باعمل تھے، موصوف بھی اپنے استادِ محترم کی طرح جامعہ کی ترقی کے لیے تادمِ واپسیں کوشاں رہے۔ اور طلباء و علماء و اساتذہ کے استفادہ کے لیے ایک اچھا کتب خانہ بہم پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان کی

آباد سندھ کی درخواست اور بے حد اصرار پر محدث وفقیہِ سندھ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس اللہ سرہ کے قلمی وغیر مطبوعہ رسائل وکتب کا اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔ جن میں "فرائض اسلام" اور "کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین" کے تراجم مترجم کی زندگی میں شائع ہو کر اہل علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

یہ رسالہ "التعامل" ان کے استاد و شیخ حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب قدس سرہ کی تالیف ہے، اور یہ ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ اس رسالہ کو اس سے قبل محقق العصر مولانا نعمانی مدظلہ نے "ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ" میں نقل کر دیا ہے، اس کا ترجمہ کیا اور "تنقیح الکلام فی

محنت کو قبول فرما کر ترقی درجات کا باعث بنائے۔ آمین

مولانا محمد عالم صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد اب ان کے صاحبزادے مولانا عبد الخالق صاحب زید مجدہ اس کے مہتمم ہیں، اور مولانا عبید اللہ پنھور مدظلہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ مولانا کی نظامت میں جامعہ مزید ترقی کی طرف گامزن ہے، اور کتب خانہ میں بھی کافی وسعت ہو چکی ہے، اور اضافہ ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب اہل خیر حضرات کے تعاون سے ایک علیحدہ کتب خانے کے لیے عمارت تعمیر کی گئی ہے، جس میں پچاس ہزار کتابیں رکھنے کی گنجائش ہے۔ یہاں بعض نادر کتابیں اور قلمی نسخے موجود ہیں، جو قابل دید ہیں۔

اب کچھ عرصہ سے ان دونوں حضرات نے جامعہ میں شعبہ تصنیف و تالیف بھی قائم کیا ہے، جس سے الحمدللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ آپ خود مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

میں بھی ۱۹۵۰-۵۱ء میں اس مدرسہ کا طالب علم رہ چکا ہوں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو ان حضرات کے اہتمام و انصرام میں مزید وسعت عطا فرمائے اور اس جامعہ سے دین متین کی خدمت کرنے والے علم و عمل کے پیکر بن کر نکلیں جس سے اصلاح مسلمین ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

اضافہ از: ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر غفرلہ ولوالدیہ

۷ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

النہی عن القراءۃ خلف الامام" تالیف مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ کا ترجمہ کیا۔ یہ ترجمے ان کے آخری ایام کی یادگار ہیں۔ افسوس ہے موت نے مہلت نہ دی، ورنہ کچھ اور کام کر جاتے۔

برادرِ محترم حبِ رسالت مآب ﷺ سے بھی وافر رکھتے تھے، اور ہمیشہ مدح صحابہ میں رطب اللسان رہتے تھے۔

فضائل درود شریف[۱] پر مختصر، جامع و مستند رسالہ کی تالیف اور ریڈیو پاکستان حیدر آباد کے پروگرام "مشعل راہ" میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ طیبہ پر تقاریر اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

آغا بھائی لطیف آباد حیدر آباد کی ہر دلعزیز شخصیات میں سے تھے، اور علاقہ کے فلاحی واصلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

آپ نے متعدد مساجد و مدارس کی بنیاد رکھی، جن میں دار العلوم جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۱۰ قابل ذکر ہے، جس کے شعبۂ حفظ قرآن سے سینکڑوں حفاظ کرام اپنے سینوں میں وحی الٰہی محفوظ کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اسی مدرسہ سے منسلک فلاحی ہسپتال قائم فرمایا، جو تاحال خدمتِ خلق میں مصروف ہے۔

طریقِ سلوک میں سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خاں صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔ شیخ الحدیث، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کے انتقال کے بعد امیر تبلیغ

---

(۱)۔ "فضائل درود" یہ رسالہ ۱۹۵۸ء میں جمعیۃ الاحناف کے شعبہ تصنیف سے شائع ہوا، اب نایاب ہے۔ لہٰذا برائے ایصال ثواب شفیق اکبر کے صاحبزادے ڈاکٹر حافظ محمد عبد المغیث سلمہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ شائع کر دیا ہے، شائقین اس پتہ سے مفت طلب فرمائیں:
"ڈاکٹر حافظ محمد عبد المغیث ایم بی بی ایس، زبیر ہاسپٹل، الفضل ٹاؤن، پھلیلی، حیدر آباد سندھ۔"

مولانا محمد یوسف کاندھلوی سے تعلق قائم کرلیا، اور جب چھوٹے حضرت جی بھی عالم بالا کی طرف رحلت فرما ہوئے اس وقت حضرت شاہ عبد العزیز رائے پوری رحمہ اللہ سے تجدیدِ بیعت کی، اور آخر دم تک اسی طریق پر گامزن رہے، تبلیغی جماعت سے بھی وابستہ رہے، حتی المقدور وقت بھی لگایا۔ یہ سلسلہ اسی طرح تادمِ زیست جاری وساری رہا۔

اسی کے ساتھ مصائب و آلام اور دنیوی تفکرات سے بھی ہمیشہ دو چار رہے، اس کے باوجود صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، حرف شکایت کبھی زبان پر نہ آیا۔ بڑے صابر وشاکر، متحمل مزاج اور قناعت پسند تھے۔

ہم بھائیوں میں یہ حافظِ قرآن مجید بھی تھے اور یہ ان کی امتیازی خصوصیت تھی، کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے تھے۔

چار شنبہ ۶ صفر المظفر ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء کو بعد نمازِ عشاء اپنے اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ اچانک سانس کا دورہ پڑا، موصوف کی اہلیہ نے ان کے برخوردار سعادت آثار ڈاکٹر حافظ محمد عبد المغیث کو کمرے میں بلایا، صاحبزادے نے مقررہ دوادی اور مزید مرض کی شدت محسوس کرتے ہوئے انجکشن تیار کیا، ابھی وہ انجکشن لگا بھی نہ پائے تھے کہ وقتِ موعود آپہنچا، ”لا إله إلا الله“ کا ذکر کرتے ہوئے بستر پر لیٹ گئے، اور ”اللهم اغفر وارحم“ کہتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کردی إنا لله وإنا إليه راجعون۔

نماز جنازہ میں علماء، صلحاء اور عوام وخواص کا جمّ غفیر تھا۔ حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ شانہ مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور قربِ خاص سے سرفراز فرمائے۔ ذاکر وشاغل شب بیدار و تہجد گذار، سورۂ مزمل اور حزب البحر الشاذلی کے عامل

تھے، اللہ تعالیٰ عزاسمہ سے عجز وانکساری سے جم کر دعا مانگنے والے تھے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے تراجم کو حسن قبول عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

ان کے اٹھ جانے سے اب ہم چار ہی بھائی رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین

ماخوذ از ”تذکرۂ رحیمی“

از مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی مدظلہ

فاضل دیوبند، ایم اے، ایم ایل ایس، پی ایچ ڈی

ان کی تاریخِ وفات مندرجہ ذیل الفاظ سے نکلتی ہے:

معدنِ	حیا	مولوی عبد العلیم ندوی
۸	۰	۱۴ھ
ہمہ جا	کل نفس	ذائقة الموت
۸۷	ء	۱۹
آج	چھ صفر	سنہ چودہ سو آٹھ ہجری بروز چار شنبہ
۸۷	ء	۱۹

از کلیم حجازی

تعامل

(..... تعارف و اہمیت .....)

(عمل کی صورتیں)

عقائد و احکام پر عمل کرنے کی دو صورتیں ہیں:

اول (قلبی) : دل سے ان کا جاننا، جیسے اللہ کی وحدانیت، اس کی ذات وصفات کو ماننا اور یقین کرنا، روزے کا علم، منہیات و محرمات کی معرفت، فرائض وواجبات کا جاننا کیونکہ یہ قلب کا عمل ہے، اللہ جل شانہ کے اس قول سے ثابت ہے:

”جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی، وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہو گی اس کا اس کو پتہ چل جائے گا۔“

اور ارشادِ نبوی ﷺ :

”جس شخص نے اچھا طریقہ اختیار کیا اس کے لیے اس کا اجر ہے، اور جو اس طریقہ پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی بغیر کچھ کم کیے ہوئے اچھا طریقہ اختیار کرنے والے کو ملے گا۔“

اسی طرح جس نے بری راہ اختیار کی اس کی سزا اس کو ملے گی، اور جو اس پر عمل پیرا ہو گا اس کی بھی بغیر کچھ کم کیے ہوئے بری راہ اختیار کرنے والے کو اس کی سزا ملے گی۔

عمل کی یہ صورت زبان سے ظاہر ہوتی ہے، اور ان کے اس قول میں شامل ہوتی ہے:

”دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا، اعضاء وجوارح سے عمل کرنا۔“

دوسری (ظاہری) : اعضاء وجوارح سے عمل کرنا، جیسے نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ وغیرہ، یہ اعضاء وجوارح سے ادا کی جاتی ہیں۔

یہ عمل کی دونوں مذکورہ صورتیں امۃ مسلمہ میں عملاً اور روایۃً ورثہ میں چلی آرہی ہیں، رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، کسی مخالفت کرنے والے کی مخالفت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔“ (بخاری وغیرہ)۔

یہ بھی فرمانِ نبوی ہے:

”میری امت کا ہمیشہ آنے والا ایک نیک و صالح طبقہ اس علم کو حاصل کرے گا جو حد سے بڑھنے والوں کی تعریف، باطلوں کے جھوٹ وغلط بیانیاں، جاہلوں کی تاویلات اس سے دور کرتا رہے گا“۔

اور ہر قرن میں میری امت میں ایک مجدد ہوتا رہے گا جو اس دین کو صحیح حالت پر قائم کرتا رہے گا۔ اسی کو تعامل کہا جاتا ہے۔

(تعامل.... دلیل شرعی)

اور تعامل امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک دلیل شرعی ہے، اسی بناء پر ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”راوی جب نص روایت کرے اور خود اس کے خلاف عمل کرے تو ان کے نزدیک عمل حجت ہو گا، نص حجت نہیں ہو گی، بلکہ نص کی کوئی تاویل کرلی جائے گی۔“

امام مالک رحمہ اللہ ان جیسی روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک اہل مدینہ کا عمل حجت و دلیل ہے، اور روایت کی تاویل کی جائے گی۔“

(تعامل.....اجماع سکوتی)

اس کے بعد یہ بھی جان لیں اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات تصنیف و تالیف کی شکل میں مدون نہیں ہوئی تھیں، صرف قرآن پاک ہی تھا، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وہی کرتے تھے جو نبی ﷺ سے اسلام کا طریقہ سیکھتے تھے، خواہ وہ عقائد ہوں یا احکام، اور اسی کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عراق فتح ہوا، اور باشندگانِ عراق اسلام سے مشرف ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دین اسلام اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیم کے لیے بھیجا کیونکہ خلفاء راشدین کے بعد وہ محمد ﷺ کی سنت کے سب سے زیادہ جاننے والے اور حضور ﷺ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام اور سنتِ نبوی کی تعلیم دی، اور جس پر وہ عمل پیرا تھے وہ عمل سکھلایا، آپ کا عمل اہل عراق میں ظاہر و شائع تھا۔

باشندگان عراق کی حج کے زمانہ میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں آمد و رفت تھی، اسی طرح وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو حجاز مقدس میں رہائش پذیر تھے عراق آمد و رفت رکھتے تھے۔ ان ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، ان سب حضرات نے باشند گانِ عراق کو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور دیگر ارکانِ اسلام ادا کرتے دیکھا، جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا طریقہ انہیں سکھلایا تھا، مگر نہ حضرت عمر، نہ ان کے علاوہ کسی اور صحابی کو دیکھا گیا، نہ سنا گیا جس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم پر نکتہ چینی کی ہو، کہ انہوں نے باشند گانِ عراق کو نبی ﷺ کی سنت کے خلاف تعلیم دی ہے، خواہ نماز ہو یا دوسرے احکام، اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ذات گرامی سے یہ بات ناممکن تھی کہ وہ کسی کو حضور انور ﷺ کے طریقہ کے خلاف عمل کرتے دیکھتے اور خاموش رہتے۔

اس میں کوئی شک نہیں نہ اہل عراق کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم دینے میں نہ اس تعلیم کے صحابہ میں ظاہر و باہر اور شائع ہونے میں، کیونکہ یہ تعلیم قطعاً پوشیدہ نہیں تھی، نہ کسی صحابی سے اس تعلیم کے عدم (نہ ہونے) پر انکار ثابت ہے، اس تعلیم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی ہے، جس طرح قرآن کے جمع کرنے پر اجماع ہے۔

(اختلافی روایات پرکھنے کی کسوٹی.....؟؟؟)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی مسندِ درس پر ان کے شاگرد علقمہ اور اسود رحمہا اللہ جلوہ آرا ہوئے، جنہوں نے باشند گانِ عراق کو ان کی تعلیم سے آراستہ و مزین کیا، اسی طرح ان کی تعلیم اور عمل پر بھی نکیر نہیں کی گئی، اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ تا آنکہ ائمہ عراق ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات جو فقہ و فتوے میں مشہور و معروف تھے، ان کا زمانہ آگیا۔ اور وہ نبی ﷺ کی احادیث و روایات کے باہم اختلاف سے واقف ہوئے، جو ابن

مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم اور عمل کے مخالف تھیں۔

اس وقت اہل عراق نے متفقہ طور پر احادیث مختلفہ اور روایات متفرقہ کی کسوٹی علماء سلف صالحین کا عمل قرار دیا، کیونکہ ائمہ نے دیکھا کہ راوی حدیث کی روایت کرتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا، یا اس سے حدیث روایت کی جارہی ہے اور اس کا عمل اس کے خلاف بیان کیا جارہاہے، ایسی صورت میں انہوں نے حدیث کی تاویل کی اور راوی کا عمل اختیار کرلیا۔

وہ اس وجہ سے کہ علماء صحابہ اور اسی طرح تابعین سے ممکن نہ تھا کہ حدیث روایت کریں اور اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔ کیونکہ حدیث کے خلاف عمل کرنے سے عدالت ساقط ہوجاتی ہے، حالانکہ وہ خیر القرون میں تھے، جن کی شان میں ارشاد باری ہے:

> ”جو لوگ قدیم الاسلام ہیں، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے ہیں، دین کی مدد و نصرت کرنے والے ہیں، اور جو ان کے نیکیوں کے ساتھ پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔“
>
> ”اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے جبکہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی اور سب مسلمانوں کے خلاف راستہ پر چلے، تو ہم اس کو اسی طرف حوالہ کردیں گے جو اس نے اختیار کی ہے، اور اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“

ہم دین و سنت پر عمل کرنے میں ان کے تابع اور پیرو ہیں، اسی بناء پر ائمہ اہل عراق نے ضابطہ مقرر کیا جب راوی سے کوئی حدیث ثابت ہوا اور اس کا عمل اس کے خلاف پایا جائے تو حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ عمل کو معمول بہ بنائیں گے، یہی طریقہ امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، احادیث کے اختلاف کی صورت

میں اہل مدینہ کے عمل کو معمول بہ بنائیں گے۔

(روایتِ حدیث اور مخالفتِ عمل کی مثالیں)

قرنِ اول کے سلف صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین بہت سی احادیث رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اور ان پر عمل نہیں کرتے، اور ان کا ان پر عمل بیان نہیں کیا گیا ہے جیسے:

- ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ "رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر بارش نمازوں کو جمع کیا"۔
- اسی طرح حضور ﷺ کی مرض الموت کی نماز کہ "ابو بکر کو حکم دو لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر انہوں نے نماز پڑھانی شروع کی، اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے، اور آپ ﷺ نے امامت شروع کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء کی، اور سب لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی"، گویا دو آدمیوں کی امامت دو تحریمہ سے ہوئی۔ یہ ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں سے نہ صحابہ، نہ تابعین، نہ کسی سلف نے اس پر عمل کیا۔
- اسی طرح یہ حدیث کہ "نبی ﷺ حالتِ قیام میں اپنے سیدھے ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے" اس حالت میں کسی سلف کا ہاتھ رکھنا ثابت نہیں۔
- اسی طرح یہ حدیث جس شخص نے امام کو اخیر رکعت میں پایا، پھر اس کے ساتھ نماز پڑھی اور دو سجدے اور تشہد ادا کیا اس کے باوجود اس نے جو امام کے ساتھ نماز پڑھی ہے اس کو بالاجماع پورا کرے گا۔ اور یہ "جو کچھ تم نے امام کے ساتھ نماز پڑھ لی" اس کے مخالف ہے۔

اگر احادیث پر غور کریں گے تو بکثرت ملے گا کہ سلف سے حدیث مروی ہے، اور ان کا عمل اس کے خلاف ہے، امام مالک رحمہ اللہ سے جو نماز میں حالتِ قیام کے اندر سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا مروی ہے، اور عمل اس کے خلاف کرنا ایسا ہی ہے۔

(تعامل صدر اول اور شرعی حجت)

جب صدر اول ہدایت یافتہ قرار دے دیا گیا، اور دین میں ہم ان کی تقلید واتباع کے پابند بنا دیے گئے، تو جو روایت ان کے عمل کے خلاف ہے، اس سے صراحتًا یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت میں کوئی علت و سبب ہے جس کی بناء پر ان حضرات نے عمل نہیں کیا، اسی وجہ سے قدیم ائمہ عراق کا ذکر گذر چکا ہے روایات کے اختلاف کی حالت میں علماء صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سلف صالحین نے جو خیر القرون میں تھے ان کے عمل کو روایات کے پرکھنے کی کسوٹی قرار دیا، وہ اس لیے کہ آنے والے لوگ دین و شریعتِ مطہرہ میں ان کی تقلید واتباع کے مامور ہیں، جیسے ہم نے آیاتِ قرآنیہ بیان کی ہیں، اور حضور ﷺ کا فرمان:

"میرے صحابہ میری امت کے لیے امن کا سبب ہیں۔"

اور حضور ﷺ کا ارشاد:

"میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم جس پر ہیں الخ"۔

ان ذی مرتبہ اور ذی وقار علماء کبار کا عمل شریعت کے دلائل و براہین میں سے ایک شرعی حجت اور دلیل بن گیا۔

❖ کیا تم قرآن پاک کے پڑھنے اور تراویح میں اس کے ختم پر امت کا عمل نہیں دیکھتے؟ حالانکہ نہ نبی ﷺ، نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے تاکہ وہ

عہدِ نبوی میں تقریری ہو جاتی، یہ صرف سلف کے عمل سے ثابت ہے۔

❖ اسی طرح باجماعت تراویح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تراویح پڑھائی، پھر ترک کر دی، اور نہ ان کو باجماعت پڑھنے کی اجازت دی، تو گویا وہ منسوخ ہی ہو گئی، اور آنحضرت ﷺ کے چھوڑ دینے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس کا اہتمام نہیں کیا کہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھتے جس سے حدیث تقریری ہو جاتی، بلکہ باجماعت تراویح پڑھنے کا عمل صحابہ سلف صالحین کا عمل ہے، اور ان کا عمل حجتِ شرعی ہے، ائمہ فقہاء نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ سلف کا عمل دلیل شرعی ہے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ ائمہ عراق جن کا تذکرہ ہوا ہے، اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سلف کے عمل سے دلیل پکڑتے ہیں، اور یہ ابن مسعود، علی، ابن عباس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے، اور انہوں نے روایات کے اختلاف کی صورت میں سلف کے عمل ہی کو روایات کے پرکھنے کی کسوٹی مقرر کیا ہے۔

یہ بھی واضح ہو گیا کہ ائمہ عراق کی فقہ جس سے مسائل مستنبط ہوئے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہی تعلیم ہے، جس پر عراق کے سلف کا عمل رہا ہے۔ بہت سے مسائل میں حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتوے اور عمل ایک دوسرے کے موافق و مطابق ہیں۔

(فقہ حنفیہ و فقہ مالکیہ ..... موافقت و مخالفت)

اور ائمہ عراق کی فقہ کے قریب قریب امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ ہے کیونکہ روایات کے اختلاف کی صورت میں ان کے نزدیک بھی اہل مدینہ کا عمل دلیل و حجت ہے، اس لیے امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ ائمہ عراق کی فقہ سے سوائے چند

مسائل کے قریب تر ہے۔

یہی وہ ائمہ عراق و حجاز کی فقہ ہے جس پر مملکتِ اسلامیہ کے ائمہ قرن ثانی کے اوائل کا عمل رہا ہے، جو ہجرت نبوی کی دوسری صدی تھی۔

لیکن متأخرین کی فقہ جو متقدمین کے بعد دوسری صدی کے شروع میں ظاہر ہوئی، جس میں تابعین اٹھ چکے تھے، اور ان کے معاصر ائمہ تبع تابعین بھی جا چکے تھے، اور اس طبقہ کا عمل ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا، وہ ائمہ ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے عمل دیکھا ہی نہیں تھا۔ ان کو صرف روایات انتہائی اختلاف کے ساتھ پہنچیں، تو انہوں نے رواۃ کی تعدیل، توثیق، جرح اور تضعیف میں کلام و گفتگو کرنے کا ضابطہ و قاعدہ مقرر کیا۔ اور اس بحث و تمحیص کا نام "اسماء الرجال" رکھا۔ پس ان حضرات نے ان روایات کو قابلِ عمل سمجھا جن راویانِ حدیث کی عدالت اسماء الرجال کے معیار سے جانچی اور پہچانی گئی۔ اور یہی ائمہ متأخرین کے روایات کے پرکھنے کا معیار قرار پایا۔ یہ بات جس نے اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اس پر پوشیدہ نہیں ہے کہ راویانِ حدیث میں سے ایک راوی ایک امام کے نزدیک عادل ہے، دوسرے امام کے نزدیک عادل نہیں ہے، جیسے ابن اسحاق کہ امام مالک رحمہ اللہ ان کو دجال کہتے ہیں، ان سے روایت کرنا جائز نہیں سمجھتے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک وہ ثقہ ہیں، انہوں نے ان سے روایت کی ہے، اور ان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

فقہاء متقدمین و متاخرین میں اختلاف کا منشا

یہ اس وجہ سے کہ جرح و تعدیل میں اصل قول اس شخص کا ہے جس نے راوی کا زمانہ پایا ہے، اور اس کا ہمعصر ہے، راوی کے بعد کا آدمی نہیں ہے، کیونکہ

اپنے معاصر کی معرفت کا کوئی طریقہ نہیں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ معاصرین میں سے جو راوی عدالت پہچانتا ہے وہ اس کی ظاہری حالت کے اعتبار سے ہے، اور جو اس کی عدالت کے خلاف ہے وہ اس پر پوشیدہ ہے، اور اس راوی کی جرح اس کے دوسرے معاصر سے معلوم ہوئی، تو راوی پر جرح دوسرے ہمعصر سے ظاہر ہوئی، پس جرح وتعدیل کے بارے میں معاصرین کے اقوال مختلف ہوگئے، ایک نے کہا کہ عادل ہے، دوسرے نے کہا کہ عادل نہیں ہے، اسی بناء پر انہوں نے اصول مقرر کیا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔

الغرض یہی وہ معیار ہے جس سے فقہاء متقدمین اور فقہاء متأخرین میں اختلاف پیدا ہوا۔ کیونکہ متأخرین جن روایات سے واقف ہوئے، اور ان کے بارے میں ان کا خیال ہوا کہ ان کے رُواۃ عادل ہیں ان کو اختیار کر لیا۔ اور دوسری روایات جو متأخرین کی روایات کے مخالف و متضاد تھیں ان کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ دوسری روایات متقدمین کے نزدیک راویانِ عادل سے مروی تھیں۔

پھر اس کے ساتھ وہ روایات جن پر فقہاء متقدمین نے عمل کیا اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ ضعیف راویوں سے مروی ہیں، مگر صدر اول کے معزز و ممتاز صحابہ وتابعینؒ کے عمل نے اس کو صحیح قرار دیدیا اور اصول کے ضابطوں میں سے ایک ضابطہ یہ ہے کہ ضعیف روایت کو عمل صحیح کر دیتا ہے۔

فقہ قدیم وفقہ متاخر کے معیار کی عمدہ نظیر

عقائد اسلامیہ کی کتابوں سے جن میں قطعًا شک نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عقائد کتابوں میں دو طریقے سے مدون ہوئے ہیں، ایک سلف کے مسلک وطریقہ پر، دوسرے خلف کے مسلک و مذہب پر، اور ایک کے لیے ...... وہی

طریقہ ہے جو اس نے اختیار کیا، ان میں سے بعض نے اول کو ترجیح دی، اور راجح قرار دیا ہے، اور بعض نے دوسرے کو ترجیح دی اور راجح ٹھہرایا ہے۔

پھر اس کے بعد جس نے چاہا اس باب پر نظر ڈالی اور دونوں طریقوں پر غور کیا تو اس نے دونوں میں کسی ایک طریقے کو اختیار کر لیا، جہاں اس کی نظر ٹھہری اور فکر رسا ہوئی، یہی دونوں مذکورہ فقہ یعنی فقہ متقدمین اور فقہ متأخرین کا فرق ہے۔ اول کا معیار صدرِ اول کا عمل ہے، دوسرے کا معیار راویانِ حدیث میں جرح وتعدیل کے اعتبار سے ہے۔

اسماء رجال کی کتابوں پر جس کی نظر وسیع تر ہو گی اس نے ان میں عجیب عجیب باتیں پائی ہوں گی۔ ان راویان حدیث کے متعلق جو دین کا ستون تسلیم کے لیے ہیں اسماء رجال کی کتابوں میں جرح کے اقوال موجود ہیں۔

اگر تم ان کتابوں کو پڑھو گے تو تمہیں پتہ چلے گا گویا دین برباد کیا جا رہا ہے جس طرح دین کے برباد وخراب کرنے میں عبد اللہ بن سبا کی مثال، اسی طرح وہ رواۃ جو اسلام کے دشمن تھے جیسے غالی معتزلی، سخت قسم کے شیعہ ورافضی، اور خبیث بدعتی، اس کے باوجود بھی وہ دین کی روایات کے ناقل ہیں، اور طرفہ یہ کہ ان کی روایتوں کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

پس جس نے اس باب میں تدبر و تفکر کیا، نظر غائر ڈالی سلف صالحین کے عمل اور روایات کے حالات وواقعات سے آگاہی حاصل کی دونوں کے مابین معیار میں فرق کو محسوس کیا تو اس نے وہی مذہب ومسلک اختیار کر لیا جس پر اس کی نظر جمی اور دونوں فقہ میں سے جس فقہ کو اس کی نظر نے ترجیح دی اور فہم نے صحیح جانا اختیار کیا۔

قول جامع

اس باب میں قولِ جامع یہی ہے کہ شریعت عقائد واحکام پر مشتمل ہے۔

اور عقائد میں تعامل ہی کے احکام جاری ہوتے ہیں، جیسے «فمن يعمل إلخ» جو آپ پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔

پھر اچھی طرح سمجھ لیں کہ اجماع، تعامل اور توارث اگرچہ اپنے مفہوم ومعانی کے اعتبار سے فی الجملہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن اپنے مصداق کے اعتبار سے متساوی النسبۃ ہیں، پس جس پر سلف صالحین نے اجماع کر لیا اور ان کے عقائد و اعمال ہم تک یکے بعد دیگرے برابر و مسلسل چلے آئے، اسی کو توارث وتعامل بھی کہا جاتا ہے، اور یہی معنیٰ حضور ﷺ کے فرمان: «يحمل هذا العمل» الحدیث کے ہیں جیسا کہ گذرا، اور یہی مراد آپ کے فرمان: «لا يزال طائفة» کی ہے۔

(تعامل واجماع کی تقلید واجب ہے)

پس اس باب میں ضابطہ یہ ٹھہرا کہ جس پر سلفِ صالحین نے اعتقادًا یا عملًا ارکان میں مثلًا حج، نماز، روزہ، زکوٰۃ جو عبادات بدنیہ اور مالیہ ہیں اجماع کر لیا وہ ہمارے واسطے حجت شرعی ہے، اس کی تقلید ہم پر فرض ہے۔ پس ان کا اجماع اس بات پر دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس اجماع یا توارث یا تعامل کا مآخذ ثابت ہو چکا ہے، اور ہم میں سے کسی کو روا نہیں کہ ہم اس میں بحث کریں کہ انہوں نے اس اجماع کو کہاں سے اخذ کیا، بلکہ ہم پر اس مسئلہ میں ان کی تقلید فرض ہے، یہی کافی ہے جیسا کہ اصول میں اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔

(دلائل وشواہد)

❖ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصحفِ عثمانی جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں ہے اور امت نے اس کو بلا انکار قبول کر رکھا ہے، وہ اسی وجہ سے ہے کہ مصحف مذکور پر سلف کا اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ شارع علیہ السلام سے ان کے نزدیک اس کا مأخذ ثابت ہو چکا ہے، اور اگر ہم اس وجہ سے اس پر عمل نہ کریں کہ وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح نہ ضعیف کسی بھی حدیث سے یہ مروی نہیں ہے کہ مصحفِ عثمانی ان سور و آیات کی تفصیل سے مجھ پر اترا ہے۔

بس ان کا اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ شارع علیہ السلام کی جانب سے اجماع توقیفی ہے، اسی لیے سلفِ صالحین کے اجماع کے سبب اس پر بحث کرنا جائز نہیں ہے۔

❖ اس کی اور مثال اس بارے میں ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی فجر سے پہلے اذان ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے، لیکن سلف صالحین نے اس کو کسی سبب وعلت کی بنا پر جو ان کے عہد میں تھی ناجائز قرار دیا ہے، گو ہم اس سے ناواقف ہیں۔

❖ اسی طرح زوراء کی اذان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان کیا اور تمام سلف صالحین نے اس کو قبول و تسلیم کر لیا، گویا ان کا اس پر اجماع ہو گیا۔

❖ نیز اس کی مثال نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد منتشر نہ ہونا ہے باوجودیکہ وہ نص قرآنی:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟﴾ [الجمعة: ۱۰]

کے مفہوم کے خلاف ہے، پس امت کا عمل منتشر نہ ہونا مشروع ہے، اور قرآن مفسر ہے، اور مفہوم قرآن مشروع نہیں۔

❖ نیز اسی طرح احرام کھول کر شکار حلال ہو جانے کے بعد بھی شکار نہ کرنا ہے، حالانکہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [المائدة: ٢]

جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو، اس میں بھی تعامل قرآن کے معنیٰ کا مفسر اور بیان کرنے والا ہے، اگرچہ اس کے ظاہر کے خلاف ہے۔

❖ اس کی اور مثال عید گاہ میں نوافل کا نہ پڑھنا بھی ہے، گو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، پس اس پر عمل گویا رسول اللہ ﷺ کی نص ہے۔

یقیناً تم نے جان لیا ہو گا کہ سلف کا عمل اور ان کا اجماع خواہ اقرار کی شکل میں ہو یا انکار کی صورت میں اس بات کی دلیل ہے کہ شارع علیہ السلام سے اس کا مأخذ ثابت ہو چکا ہے، اور ہم پر ان کی تقلید واتباع فرض ہے، پس تعامل جو سلف رحمہم اللہ سے ثابت ہے گویا اس پر شارع علیہ السلام کی نص ہے اور قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔

(ائمہ اربعہ کا اجماع و تعامل)

دوسرا قاعدہ وضابطہ ہے جس پر سلف نے اجماع کر لیا، اس میں ائمہ مجتہدین میں نہ حنفیہ، نہ شافعیہ، نہ حنابلہ، نہ مالکیہ رضی اللہ عنہم کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ ان حضرات کا آپس میں جو اختلاف ہے وہ صرف سلف کے عمل کے باہم اختلاف کے وارد ہونے میں ہے، اور جس بات میں سلف کے عمل میں اختلاف

مروی نہیں اس میں ہر گز ائمہ میں اختلاف نہیں ہے، جس شخص کو ائمہ کے مذاہب سے اور اس کی تفصیلات سے شغل رہا ہے، وہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ائمہ مذاہب کا کوئی مسئلہ اس قاعدہ اور ضابطہ سے باہر نہیں جاتا۔ پس کسی فقہی مسئلہ میں ائمہ کا اتفاق اس بات کی صریح دلیل ہے کہ سلف کا عمل خواہ اس میں اتفاق ہو یا اختلاف ان کے نزدیک حجت ہے۔

(غیر اجماعی مسئلہ)

پھر نفی یا اثبات میں سلف کا باہم جو اختلاف ہے اس کی تیسری صورت اجماع کا ٹوٹنا ہے جیسا کہ اصول میں ہے۔

- اور اس کی مثال نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس میں نماز کے ہونے میں اختلاف ہے، ایک کا دعویٰ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرط ہے بغیر فاتحہ نماز نہیں ہوتی جس طرح نماز بغیر طہارت نہیں ہوتی، یعنی خارج صلوٰۃ ہے، یہ دراصل اجماع کا ٹوٹنا ہے۔

(تعامل اور ایک اہم ضابطہ)

پس تم جان لو کہ تعامل جس کو اپنے زمانے میں دیکھ رہے ہیں جب اس کا سلسلہ سلف رحمہم اللہ تک پہنچ جائے تو معتبر ہے، اور اسی میں یہ ساری بحث ہے جس کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن اگر اس کا سلسلہ سلف تک نہ پہنچے تو وہ معتبر نہیں ہے، اور ہماری بحث سے بھی خارج ہے جس کو ہم نے پیشتر بالتفصیل بیان کیا ہے جیسے ان بدعات پر تعامل جو سلف صالحین کے عہد کے بعد وجود پذیر ہوئیں اور لوگوں نے انہیں اپنا بھی لیا ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ اسلام کے وہ ضروری عقائد واحکام جو تواراثاً ہمیں ملے ہیں یا جس پر اجماع کرلیا گیاہے، یا جس پر تعامل رہاہے اور سلف سے آج تک متواتر چلے آرہے ہیں ان میں روایات کے ثبوت کی حاجت نہیں ہے، لیکن وہ جو خیر القرون کے بعد وجود میں آئے اور اس کا سلسلہ سلف تک نہیں پہنچتاہے (وہ اس میں داخل نہیں ہیں)۔

❖ جس کی مثال وضو میں بغیر موزے کے مسح کرناہے، یقیناً یہ تیسرے قرن کے بعد وجود میں آیاہے، اور تیسرے قرن میں بھی متواتر نہیں ہوا، پھر نہ رسول اللہ ﷺ سے، نہ صحابہ سے، نہ ان کے علاوہ تابعین سے، اس کا سلسلہ خیر القرون تک پہنچتاہی نہیں ہے۔ اور تواتر کی یہ شرط ہے کہ کوئی طبقہ قرونِ سابقہ کے طبقات سے خالی نہ ہو، اور ہر وہ جو متواتر ہے یعنی ہر زمانے میں اس کا وجود رہاہو، وہ سلف سے بھی مروی ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں عمل کے خلاف نص قرآنی موجود ہے یعنی

﴿وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ﴾ [المائدة: ٦]

قراءات سبعہ میں سے دونوں قراءتیں ہیں، نصب کے ساتھ بھی اور جر کے ساتھ بھی، لیکن اہل سنت کا مسح پر عمل نہیں ہے جیسا کہ اس کا تقاضاہے، تو اہل سنت کے نزدیک ایک قراءت متروک ہے کیونکہ بغیر موزے مسح تیسرے قرن کے بعد وجود پذیر ہواہے[1]۔

---

(۱) اسی طرح ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتۡ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ كِتَٰبٗا مَّوۡقُوتٗا﴾ [النساء: ١٠٣] کا ناسخ «جمع بين الصلاتين» ہے۔ حضور ﷺ، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے آج تک عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا جاتاہے، حالانکہ قرآن کا فرمانا تو ہر نماز کا اپنے وقت پر پڑھناہے۔

اب اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے، گویا تعامل ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمل قرآن کا ناسخ ہے۔

ابو العلاء محمد عبد العلیم ندوی

۵ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۸۶ء

.... **** ....

﴿....التعامل....﴾

حجية العمل المتوارث

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وعلى آله وأصحابه ومن نحا نحوه .

اعلم أن العمل بالعقائد والأحكام الشرعية على وجهين:

الأول بالقلب : يعني العلم به كالإيمان بتوحيده وصفاته سبحانه وتعالى، وكالعلم بالصوم والعلم بالمنهيات والمحرمات، والعلم بالفرائض والواجبات وغيرها، إنه عمل القلب داخل تحت قوله تعالى:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ﴾ [الزلزلة: ٧-٨]

وقوله ﷺ :

«مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ لَهُ أَجْرُهَا وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا» الحديث.(١)

(١) صحيح مسلم رقم (٦٩) و رقم (٧٠) و رقم (١٠١٧) . سنن الترمذي رقم (٢٦٧٥). سنن ابن ماجه رقم (٢٠٣) و اللفظ له . سنن النسائي رقم (٥/ ٧٥). مسند أحمد رقم (١٩١٥٦) . صحيح ابن حبان رقم (٣٣٠٨) . صحيح ابن خزيمة رقم (٢٤٧٧).

وهذا الوجه من العمل يظهر باللسان، ويشمله قولهم:

«التصديق بالجنان وإقرار باللسان وعمل بالأركان».

والوجه الثاني بالجوارح: كالصّلاة والزكاة والحجّ والصوم وغيرها، فإنها تؤدى بالجوارح، وهذا العمل بالوجهين المذكورين توارث في الأمة أمة الإسلام عملًا و رواية، قال النبي ﷺ :

« لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّ مَنْ خَالَفَهُمْ »

الحديث، «البخاري»[1] وغيره.

المعجم الأوسط للطبراني رقم (٤٣٨٦) . مصنف ابن أبي شيبة رقم (٩٨٩٥). مسند البزار رقم (٢٩٦٣)- شرح مشكل الآثار رقم (٢٤٨).

(١) لم أجده بهذا اللفظ في صحيح البخاري . لعله ماخوذ من مرقاة المفاتيح كتاب العلم (١/ ٣٢٣) رقم (٢٤٨) حيث فيه : **«وَهَذَا مَعْنَى مَا وَرَدَ : «لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ»**. وأما في صحيح البخاري فالحديث في مواضع متنوعة ففي كتاب فرض الخمس ، باب قول الله تعالي : فإن لله خمسه وللرسول رقم (٣١١٦) وكتاب المناقب ، باب رقم (٣٦٤٠) عن المغيرة و رقم (٣٦٤١) عن معاوية بلفظ **«لاَ يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ، لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِك»**، وكتاب الاعتصام بالكتاب و السنة ، باب قول النبي صلى الله عليه و سلم: **«لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الحَقِّ» يُقَاتِلُونَ وَهُمْ أَهْلُ العِلْم»** رقم (٧٣١١) بلفظ **«لاَ يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ»**، ورقم (٧٤٥٩) عن المغيرة بن شعبة. وهو حديث معروف يرويه غير واحد من الصحابة. انظر : مسلم رقم (١٩٢٠). سنن ابن ماجه رقم (٧). مسند أحمد رقم (٨٢٧٤). صحيح ابن حبان رقم (٦٨٣٥). المعرفة و التاريخ للفسوي (٢/ ٢٩٦). حلية الأولياء (٩/ ٣٠٥). مسند الشاميين للطبراني رقم (١٥٦٣).

(وقال ﷺ أيضًا)

«لا تزال طائفة من أمتي.......»

وقال ﷺ أيضًا :

« يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ ».

«المشكاة»(١).

وفي كل قرن من أمتي من يجدد لها دينها، ويقال له التعامل، وهو حجة شرعية عند الإمام أبي حنيفة والإمام مالك، ولذلك قال إمامنا رحمه الله: إن الراوي إذا روى النص وعمل بخلافه فالحجة عنده بالعمل، لا بالنص ، بل النص عنده مؤول، وقال الإمام مالك في مثل هذه الروايات:

«إن عمل أهل المدينة عندي حجة والرواية مؤولة».(٢)

ثم بعد ذلك اعلم : أن من المعلوم أن في عهد النبي ﷺ وعهد الصحابة لم يكن دون تعليم النبي ﷺ في تدوين وتصنيف سوى كتاب الله سبحانه بل إنما كانوا يفعلون بما علمهم النبي ﷺ سنة في دين الإسلام من العقائد والأحكام، ويحفظونه في صدورهم .

(١) مسند الشاميين للطبراني رقم (٥٩٩) و اللفظ له .السنن الكبرى للبيهقي رقم (٢٠٩١١). البدع لابن وضاح رقم (٢) . مسند البزار (الرقم ١٤٣). الكامل لابن عدي (١/ ١٥٣). مقدمة الجرح والتعديل (١/ ١/ ٧١). الضعفاء للعقيلي (١/ ٢٠). شرف أصحاب الحديث للخطيب (ص٢٩).

(٢) ترتيب المدارك (١/ ٦٤) - الديباج المذهب (١/ ٦٠) .تنوير الحوالك (٢/ ٨٦). شرح الزرقاني على الموطا (٣/ ٣٣٨) . الإحكام في فصول الأحكام (١/ ٢٤٣) .

ولما فتح العراق في عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ودخل أهل بلاد العراق في الإسلام كان أرسل رضي الله عنه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه إلى أهل العراق لتعليم الإسلام لما كان أعرف بالسنة وأشبههم به ﷺ، فكان ابن مسعود رضي الله عنه علّمهم الإسلام والسنة مما كان يحفظ في صدره ويعمل به، وصار تعليمه وعمله شائعًا في أهل العراق، وقد كان أهل العراق يختلفون في المواسم إلى المدينة المنورة ومكة المكرمة .

وكذا أهل الحجاز من الصحابة رضي الله عنهم إلى العراق، ومنهم عمر رضي الله عنه الذي أرسل ابن مسعود رضي الله عنه، فشاهدوا أهل العراق يصلون ويصومون كما علّمهم ابن مسعود رضي الله عنه سنّة النبي ﷺ، ولم يرو ولم يوثر عن أحد من الصحابة، لا عن عمر ولا عن غيره رضي الله عنهم أنه زاحمه في تعليم ابن مسعود رضي الله عنه أنه علّمهم خلاف سنة النبي ﷺ في الصلاة وغيرها من الأحكام، وقد كان أصحاب النبي ﷺ يبعد عنهم كل البعد أن يروا أحدًا يفعل خلاف السنة ثم يسكتوا عنه.

وهذا أمر لا ريب فيه، لا في تعليم ابن مسعود أهل العراق ولا في شيوع هذا التعليم في الصحابة؛ لأن التعليم لم يكن مستورًا قط، ولا في عدم رواية الإنكار على هذا التعليم عن أحد من الصحابة، فكان إجماع الصحابة على هذا التعليم إجماعًا سكوتيًا كالإجماع على جمع القرآن.

ثم بعد ابن مسعود رضي الله عنه جلس مكانه صاحباه علقمة

والأسود يعلّمانهم تعليمه رضي الله عنه، فكذا لم ينكر عليهما في هذا التعليم ولا على العمل به وهلّم جرًّا إلى أن جاء عهد أئمة العراق ابن أبي ليلى وابن شبرمة ومن سواهما من المعروفين بالفقه والفتيا، واطلعوا على اختلاف الروايات والأحاديث عن النبي ﷺ منها ما يخالف تعليم ابن مسعود رضي الله عنه والعمل به.

فعند ذلك لجأ أهل العلم وجعلوا المعيار في نقد الروايات والأحاديث المختلفة العمل أعني عمل السلف الصالح جماهير علمائهم فإن الأئمة قد شاهدوا أن راوي الحديث يروي الحديث ولا يعمل به أو يروى عنه الحديث ويروى العمل خلافه، فحينئذ تأولوا في الحديث وعملوا بعمل الراوي.

وذلك لأن علماء الصحابة رضي الله عنهم وكذا التابعين جماهيرهم يبعد عنهم كل البعد أن يرووا الحديث ولا يعملوا به؛ فإن العمل بخلاف الحديث يسقط العدالة؛ فإنهم كانوا في خير القرون الذين ورد في شأنهم:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٍ﴾ [التوبة: ١٠٠]

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾ [النساء: ١١٥]

فكنّا مأمورين باتباعهم وتقليدهم في الدين والعمل بالسنة، ولذلك وضع أهل العراق أئمتهم ضابطةً:

«أنه إذا ثبت عن الراوي حديث والعمل خلافه، لا يعمل بالحديث بل يعمل بالعمل».[(١)]

وكذا الإمام مالك رضي الله عنه إنما يعمل في الاختلاف في الحديث بعمل أهل المدينة، وقد كان السلف أهل القرن الأول من الصحابة والتابعين يروون كثيرًا من الأحاديث عن النبي ﷺ ولم يعملوا به، ولم يوثر عنهم العمل بها، نحو حديث ابن عباس رضي الله عنهما :

« أَنَهُ جَمَعَ النَبِيُ ﷺ فِي المَدِينَةِ مِن غَيرِ مَطَرٍ ».[(٢)]

وكذا **حديث الصلاة في مرض النبي ﷺ** : أنه أمر أبا بكر رضي الله عنه أن يصلي بالناس فقام بهم يصلي إذ جاء النبي ﷺ فأمّ واقتدى به أبو بكر، واقتدى الناس بأبي بكر رضي الله عنه .[(٣)]

فكأنه صار الإمامة للرجلين بالتحريمتين، فهذا الذي يدل عليه

(١) كشف الأسرار (٣/ ١٣٣) . أصول السرخسي (٢/ ٩) . الفصول في الاصول (٣/ ٢٠٣). التقرير و التحبير (٢/ ٢٦٦). فواتح الرحموت (٢/ ١٦٩) . الإحكام للآمدي (٢/ ١٦٥) . قواعد في علوم الحديث (ص٢١٠).

(٢) مسلم رقم (٧٠٥).سنن الترمذي رقم(١٨٥).سنن ابو داود رقم (١٢١١). مسند احمد رقم (٣٢٣٥). مصنف عبدالرزاق رقم (٤٤٣٤). الطبراني رقم (١٠٨٠٣). مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ٤٥٦). شرح معاني الآثار للطحاوي (١/ ١٦٠). الكامل لابن عدي (٤/ ١٣٧٥).

(٣) صحيح البخاري رقم (٦٧٩) و رقم (٦٨٣) و رقم (٧٦١) و رقم (٧٣٠٣) . صحيح مسلم رقم (٩٧) و رقم (٤١٨) . سنن الترمذي رقم (٤٠٠٣).سنن ابن ماجه رقم (١٢٣٣). مسند أحمد رقم (٢٤٦٤٧). مسند إسحاق بن راهويه رقم (١٠٩١). صحيح ابن حبان رقم (٢١١٨). صحيح ابن خزيمة رقم (١٦١٦). مصنف ابن أبي شيبة رقم (٧١٦٧). شرح مشكل الآثار رقم (٤٢٠٧).

الحديث ولم يعمل به أحد من رواة هذا الحديث من السلف، لا من الصحابة ولا من التابعين، وكذا حديث :

«كَانَ النَبِيُ ﷺ : يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّة».(١)

يشمل حالة القومة، ولم يوثر عن السلف الوضع في هذه الحالة، وكذا حديث :

«مَا أَدْرَكْتَ فَصَلِّ، وَ مَا فَاتَك فَاقْضِه» .(٢)

يشمل الذي أدرك الإمام في الركعة الأخيرة، فصلى معه وأدرك السجدتين والتشهد، ومع ذلك يقضي ما صلى مع الإمام بالإجماع، وذلك يخالف حديث « **مَا أَدْرَكْتَ فَصَلِّ**».

فإن نظرتَ في الأحاديث : وجدتَ كثيرًا أن السلف يروى عنهم الأحاديث ويروى عنهم العمل خلاف روايته، ومن هذا الباب ما يروى عن الإمام مالك : وضع اليمين على الشمال في

(١) مصنف ابن أبي شيبة رقم (٣٩٣٩) و رقم (٣٩٥٥) .

(٢) مصنف عبدالرزاق رقم (٢٥٦١) من طريق حميد الطويل عن أنس و اللفظ له و الحديث خرجه أصحاب الكتب الستة بألفاظ مختلفة و في سنن أبو داود رقم (٥٧٣). مسند أبو داود الطيالسي رقم (٢٣٥٠). مسند أحمد رقم (٨٩٦٤).مسند البزار رقم (٨٦٤٤). صحيح ابن خزيمة رقم (١٥٠٥) و رقم (١٧٧٢) من طريق سعد عن أبي سلمة عن أبي هريرة بلفظ « **فصَلُّوا ما أدركتَم، واقضُوا ما سَبقكم**» و في صحيح مسلم رقم (١٥٤) و سنن البيهقي (٢/ ٢٩٨) بلفظ «**صل ما أدركت و أقض ماسبقك**» . انظر : شرح ابن ماجه للمغلطاي (١/ ٦٥٠). شرح سنن أبو داود للعيني (٣/ ٦٢). نخب الأفكار للعيني (٦/ ٢٠٢).نصب الراية (٢/ ٢٠١). التلخيص الحبير (٢/ ٦٠). تنقيح التحقيق لابن عبدالهادي (٢/ ٤٠).

الصلاة، وعمله خلافه.

ولما كان الصدر الأول هداةً مهديين أمرنا بتقليدهم في الدين ففي خلافهم للرواية دليل صريح في أن الرواية فيها علة وبها لم يعملوا بها، فلذلك جعل السلف من أئمة العراق المذكورين عند اختلاف الروايات معيار نقد الروايات عمل السلف الصالحين من علماء الصحابة والتابعين الذين كانوا في خير القرون .

وذلك لأن الأمة آتية كانوا مأمورين بتقليدهم في الدين والشريعة لما تلونا عليك من الآيات، ولقوله ﷺ:

« **أَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي** »الحديث .(١)

رواه مسلم.

ولقوله ﷺ:

«**مَا أَنا عَلَيْه وَ أَصْحَابِي**» الحديث (٢)

رواه الترمذي. «المشكاة» (١/ ٧٩).

فصار عمل جماهيرهم من كبار العلماء حجة شرعية من حجج

---

(١) صحيح مسلم ، كتاب الفضائل ، باب بيان أن بقاء النبي عليه السلام أمان لأصحابه رقم (٢٥٣١) . مسند أحمد رقم (١٩٥٦٦) .صحيح ابن حبان رقم (٧٢٤٩). مسند البزار رقم (٣١٠٢) . مصنف ابن أبي شيبة رقم (٣٣٠٧٣) . السنة لأبي بكر الخلال رقم (٧٧٢) . مسند أبو يعلى الموصلي رقم (٧٢٧٦) . مسند عبد بن الحميد رقم (٥٣٩).

(٢) سنن الترمذى ، أبواب الايمان ، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة ،رقم (٢٦٤١) - المستدرک علی الصحيحين رقم (٤٤٤). السنة للمروزي رقم (٥٩). الشريعة للآجري رقم (٢٤). المعجم الكبير للطبراني رقم (٦٢).البدع لابن الوضاح رقم (٢٥٠). المختارة للضياء المقدسي رقم (٢٧٣٣).

الشريعة . ألا ترى إلى عمل الأمة في قراءة القرآن وختمه في التراويح، ولم يرو ذلك عن النبي ﷺ ولا عن الصحابة رضي الله عنهم حتى يكون تقريرًا في عهده ﷺ، وإنما ذلك ثبت بعمل السلف.

وكذا صلاة الجماعة في التراويح كان ﷺ صلى بهم ثم تركه، ولم يأذن لهم أن يصلوا بالجماعة، فكأنّه صار منسوخًا ولم يعهد أيضًا بعد تركه ﷺ أنهم صلّوا التراويح بالجماعة في عهده ﷺ حتى يكون تقريرًا لذلك، بل بجماعة في التراويح إنما هو عمل السلف رضي الله عنهم فحسب، فعملهم حجة شرعية، وقد صرّح بذلك الأئمة من الفقهاء رحمهم الله.

فإذا عرفت أن عمل السلف حجة شرعية تبيّن لك : أن أئمة العراق المذكورين، وكذا الإمام مالك رحمه الله كانوا تمسكوا بعمل السلف، وذلك العمل كان من تعليم ابن مسعود وعلي وابن عباس وغيرهم من الصحابة رضي الله عنهم، ونقدوا عند اختلاف الروايات بعمل السلف.

وتبين أيضًا : أن فقه أئمة العراق هو الذي فرع على تعليم ابن مسعود رضي الله عنه الذي كان عليه عمل سلف العراق، ووافقه في كثير من المسائل من فتيا علي وابن مسعود رضي الله عنهما وعملهم ويقرب من فقه العراق فقه الإمام مالك رحمه الله تعالى؛ لأن معيار نقد الروايات عند الاختلاف فيها عنده أيضًا عمل أهل المدينة، ولذلك يوافق فقه مالك فقه أئمة العراق إلا في قليل من المسائل.

فهذا هو فقه أئمة العراق والحجاز الذي كان عليه أئمة

الأمصار من العلماء الذين كانوا في أوائل القرن الثاني، وهو المئة الثانية من الهجرة النبوية على صاحبها التحية.

وأما فقه المتأخرين الذين كانوا ظهروا بعد القدماء في آخر المئة الثانية و أوائل المئة الثالثة، وهذا ما تقادم الزمان و توفي التابعون، و من عاصرهم من تبعهم من الأئمة، وغاب عمل هذه الطبقة عن المشاهدة، وفشا الأئمة الذين لم يشاهدوا العمل، وإنما بلغهم اختلاف الروايات باختلاف كثير لجاؤا إلى نقد الروايات بالرواة، ولذلك وضعوا الكلام في الرواة من تعديلهم وتوثيقهم وجرحهم وتضعيفهم، وقد سمي هذا الكلام والبحث عنه بـ«**أسماء الرجال**».

فعملوا بروايات عرفوا عدالة الرواة بمعيار أسماء الرجال، فهذا هو معيار الأئمة المتأخرين لنقد الروايات، ولا يخفى على من طالع كتب أسماء الرجال أن من الرواة من هو عادل عند إمام وغير عادل عند آخر، كابن إسحاق؛ فإنه قال مالك رحمه الله: إنّه دجال، لا يجوز الرواية عنه، وأما عند البخاري رحمه الله وغيره : هو ثقة رووا عنه وصححوا رواياته .

منشأ الاختلاف

وذلك لأن الأصل في الجرح والتعديل قول من عاصر الراوي، لا من بعده؛ لأنه لا سبيل لمعرفته من يعاصره، ولا ريب في أنّ من المعاصرين من عرف عدالة الراوي بظاهر حاله، وخفي عليه ما يخالف عدالته، وقد عرف بجرح هذا الراوي غير هذا المعاصر من المعاصرين، فظهر الجرح في الراوي بقول معاصر

آخر، فاختلف الأقوال للمعاصرين في الجرح والتعديل، ولذلك وضعوا ضابطًا : «**أن الجرح مقدم على التعديل**».

والغرض أن هذا المعيار هو الذي نشأ منه الاختلاف بين الفقهين فقه المتقدمين و فقه المتأخرين؛ فإن المتأخرين اطلعوا على روايات زعموا أنّ رواتها ذووا عدل، ورفضوا روايات أخرى تضاد روايات المتأخرين، وقد كانت هذه الروايات الأخرى صحيحة برواة كانوا عادلين بزعم المتقدمين ثم مع ذلك وإن كانت هذه الروايات التي عمل به الفقهاء المتقدمون، وإن سلمت أنها برواة ضعفاء فقد صححوا عمل الصدر الأول جماهيرهم، وهذا ضابط من ضوابط الأصول: «**أن الرواية الضعيفة يصححها العمل**».

نظير لطيف لأهل السنة

هذا من المعلوم من كتب العقائد الإسلامية قطعًا لا شك فيه، وهو أن العقائد الإسلامية مدونة في الكتب على وجهين:

وجه على مسلك السلف

ووجه على مسلك الخلف

ولكل وجهة هو موليها، فمنهم من رجح الأول، ومنهم من رجح الثاني بوجه. ثم بعد ذلك : من شاء نظر في هذا الباب وفكّر في الوجهين، فليختر وجهًا من الوجهين حيث أدى إليه نظره وفكره، فكذلك الفرق بين الفقهين المذكورين فقه السلف وفقه الخلف.

فالأول : معياره عمل الصدر الأول .

والثاني : معياره الكلام في الرواة من جرح وتعديل.

ومن وسّع نظره في كتب أسماء الرجال وجد فيها العجائب من أنّ من الرواة من هو عمود من عمائد الدين، وأقوال الجرح فيه في كتب أسماء الرجال إن رأيتها كأنه يخرب الدين، كأنّه كان نظير عبد الله بن سبأ في تخريب دين الإسلام، وكذلك من الرواة من كان عدو الدين الإسلام من الغالين في الاعتزال محترقين بالتشيع والرفض والبدعة الخبيثة، ومع ذلك فهو ناقل للروايات في الدين ومع ذلك فقد صححوا رواياته .

فمن تحرّى في هذا الباب ونظر في الفرق بين المعيارين على السلف وأخبار الرواة فليتمذهب بمذهب أدى إليه نظره وتفقه من المذهبين، ورجحه نظره وفقهمه .

القول الجامع

فالجامع في هذا الباب : أن الشريعة يشتمل العقائد والأحكام ويجري في العقائد أحكام التعامل أيضًا لقوله سبحانه :

﴿فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ﴾ [الزلزلة: ٧-٨] كما عرفت في ما قبل.

ثم اعلم : أن الإجماع والتعامل والتوارث وإن كانت في نفس مفاهيمها متباينة في الجملة ولكنها بحسب مصاديقها متساوية النسبة، فما أجمع عليه السلف و توارث إلينا عقائدهم، و أعمالهم يقال له : «**التوارث والتعامل**» أيضًا، وهو المعني في قوله عليه

السلام:

« يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُولُهُ...» الحديث.

كما مّر، وهو المراد في قوله ﷺ:

« **لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ....**» الحديث.

فالضابطة في هذا الباب : أن ما أجمع عليه السلف اعتقادًا أو عملًا بالأركان كالحجّ والصّلاة والصّوم من العبادات البدنية والمالية، هو حجّة لنا شرعية، وجب علينا تقليده، فإجماعهم دليل على أنه ثبت في الأصول في مقره.

ألا ترى : أن المصحف العثماني الذي تداول في أيدي الأمة قد قبلته الأمة بلا نكير، وذلك لأن إجماع السلف على المصحف المذكور دليل على أنه قد ثبت عندهم من الشارع مأخذه وإن لم نعمله مع أنّه لم يرو حديث لا صحيح ولا ضعيف عنه عليه السلام:

«**أن المصحف العثمانية بتفصيله من السور والآيات قد نزل عليّ**».

فإجماعهم هذا دليل على أن الإجماع توقيفي من الشارع، ولذلك لا يجوز البحث فيه لإجماع السلف عليه.

ونظيره في هذا الباب : أذان ابن مكتوم رضي الله عنه قبل الفجر، كما ورد في الأحاديث الصحيحة، ولكن السلف قد حجروا لعلة كانت في صدورهم، وإن لم نقف عليها.

وكذا أذان الزوراء، ولم يرد فيه سنة عن رسول الله ﷺ إلّا عن عثمان رضي الله عنه، وتلقّته سائر السلف بقبول كأنهم أجمعوا عليه.

وأيضًا نظيره : التعامل بعد الفراغ من صلاة الجمعة في عدم الانتشار مع أنّه مخالف لمفهوم نص القرآن:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ﴾ [الجمعة: ١٠].

فعمل الأمة بعدم الانتشار لمشروع، ومفسر للقرآن ومفهوم القرآن غير مشروع.

وكذا أيضًا عدم الاصطياد بعد التحليل من الإحرام مع أنّه مخالف لقوله تعالى:

﴿وَإِذَا حَلَلۡتُمۡ فَٱصۡطَادُواْۚ﴾ [المائدة: ٢].

فالتعامل فيه أيضًا مفسر لمعنى القرآن، وإن خالف ظاهره .

ونظيره أيضًا : عدم جواز صلاة النوافل في المصلى وإن لم ينصّ فيه عن رسول الله ﷺ، فالتعامل فيه كأنه نص عليه ﷺ.

فقد عرفت أن عمل السلف وإجماعهم طردًا وعكسًا أعني نفيًا وإثباتًا دليل على أن المأخذ قد ثبت عندهم عن الشارع عليه السلام، فيجب علينا تقليدهم، فالتعامل الذي ثبت عن السلف رحمهم الله كأنه نصّ عنه عليه السلام، والمفيد للقطعية.

والضابط الثاني : أن ما أجمع عليه السلف لم يختلف فيه الأئمة من المجتهدين لا من الحنفية ولا من الشافعية ولا من الحنابلة ولا من المالكية رضي الله عنهم، وإنما اختلفوا في ما ورد الاختلاف عن السلف عملًا وما لم يرو فيه الاختلاف فلم يختلف الأئمة قط، ويعرف ذلك من له عناية إلى مذاهب الأئمة وتفاصيلها، ولا يفذّ من هذه الضابطة شيء من مسائل أئمة المذاهب، فاتفاق

الأئمة على شيء من المسائل الفقهية دليل صريح على أن عمل السلف الاتفاقي والاختلافي حجة عندهم.

ثم ما ورد الاختلاف عن السلف نفيًا أو إثباتًا فالشقاق فيه على وجه ثالث خرق الإجماع كما في الأصول، ونظير ذلك قراءة الفاتحة في الصلاة، فالاختلاف فيه في الصلاة، فإن ادعى أحد

«لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ».[1]

شرط فيه كلا صلاة إلا بالطهور أعني خارج الصلاة، فهذا خرق الإجماع.

❖ ثم اعلم : أن التعامل الذي نشاهده في زماننا إذا ارتقى سلسلة إلى زمان السلف رحمهم الله تعالى فهو المعتبر، وفيه البحث الذي ذكرناه مفصلًا، وإن لم يرتق، فلا يعتبر ولا يدخل تحت بحثنا الذي فصلناه في ما سبق كتعامل البدعات التي حدثت بعد زمان السلف وعمل بها أهلها.

❖ ثم اعلم : أن ما توارث في الإسلام من العقائد والأحكام الضرورية أو ما أجمع عليه منهما أو تعامل عليه منهما فهو متواتر من السلف إلى يومنا هذا، ولا يحتاج فيه للثبوت إلى الروايات، أما ما تحادث بعد القرون، فلا يرتقي

---

(١) صحيح البخاري رقم (٧٥٦). صحيح مسلم رقم (٣٩٤).سنن الترمذي ، كتاب الصلاة، باب ماجاء أنه لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب رقم (٢٤٧). سنن أبي داود ، باب من ترك القراءة في صلاته رقم (٨٢٢) . سنن النسائي رقم (٩١١).سنن ابن ماجه رقم (٨٣٧).سنن دارمي رقم (١٢٧٨).مسند الإمام أبي حنيفة (١/ ١٣٦) و اللفظ له و هو في غير ذلك من كتب الأحاديث.

سلسلة إلى السلف.

ونظيره : مسئلة المسح في الوضوء من غير الخفين، فإن ذلك حدث بعد القرون الثلاثة، ولم يوثر في القرون الثلاثة، لا عن النبي ﷺ ولا عن الصحابة ولا عن غيرهم، فلا يرتقي سلسلة إلى خير القرون، فإن من شرط التواتر أن لا يخلو طبقة من الطبقات السالفة من القرون، وكل ما تواتر فهو مأثور عن السلف أيضًا، مع أنّ في المسئلة المذكورة نصّ القرآن، أعني:

﴿وَٱمْسَحُوا۟ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ [المائدة: ٦]

بكلا القرائتين النصب والجر من المتواترات السبعة، ولكنّه ليس عمل أهل السنة على المسح كما يقتضيه، فأحد القرائتين متروكة عند أهلها؛ لأنّ حدوث المسح من غير خف حدث بعد القرون المذكورة، فلا يقال: إنه خلاف القرآن، فكأن التعامل مظهر لناسخ القرآن .

.... **** ....

تعارف اصولِ توارث

علامہ محمود حسن خاں ٹونکیؒ:

خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تقلیدی اور آبائی مذہب سے قطع نظر، دنیا میں ایک گروہ استدلالی موحدین کا ہے جو صرف عالم شہادت پر حصر کرنا چاہتے ہیں، اور توحید باری تعالیٰ کے سوا غیب اور امورِ غیب کے عالم ہی سے منکر ہیں۔ ان کے عقائد اور دلائل کی کمزوری اسلامی متکلمین نے ثابت کی ہے، اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہمیں اس رسالے میں مذکورہ بالا گروہ سے بحث کرنی نہیں ہے۔

دوسرا گروہ اہل تاویل کا وہ ہے جو نبوت کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قرون ممدوحہ کے بعد سے ان لوگوں نے فلسفے کی تقلید اخبار غیب کو فلسفے سے مخلوط کیا، اور آیات کتاب اللہ کی اپنی عقل ورائے سے تفسیر کی۔ یہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں اور علمائے سنت نے ان گروہوں کے جواب میں قرون ممدوحہ سے توارث کا جو محکم اصول پیش کیا ہے اس رسالے میں اسی اصول کی صراحت کرنی مقصود ہے۔ تاکہ صحت عقائد کا معیار بالکل روشن اور واضح ہوجائے۔

(اصولِ توارث: ص13)

مفکرِ اسلام وداعی ابوالحسن علی ندویؒ:

ان کی دوسری تصنیف اصولِ توارث ہے جو بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق ہے اور ایک بڑے اہم مسئلہ یعنی توارث وتعامل کا عقائد واحکام کے ثبوت میں کیا درجہ ہے پر لکھی گئی ہے۔

(پرانے چراغ: 1/175)

مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ:

ان کا ایک پرمغز رسالہ اصول توارث بھی ہے۔ جس میں تعامل کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

(چند تصویر بتاں: ص30)